کتب اللہ سے متعلق مباحث

از

ابو شہریار

۲۰۱۸

www.islamic-belief.net

فہرست

مقدمہ 8

ارض قرآن 9

مقام ابراہیم ، بیت العتیق، مکہ 9

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى 18

یمن کی مملکتیں اور قرآن 31

تاریخ نزول قرآن 36

پہلی الوحی کون سی ہے ؟ 36

سورہ الاحزاب کب نازل ہوئی؟ 44

کاتبین الوحی اور جمع القرآن 46

کیا صحابی رسول عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ مرتد ہو گئے تھے ؟ 46

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کس کس نے جمع القرآن کیا ؟ 52

منسوخ القرات یا مفقود آیات؟ 53

ابْنِ لَهِيعَةَ کی قرآن کے حوالے سے تین عجیب روایات 54

الخلع والحفد کی حقیقت 57

جمع القرآن پر ایک صاحب کا کہنا ہے 62

کیا قرآن کی کچھ آیات بکری کھا گئی 66

قرآن کی ترتیب کیا صحابہ کا اجتہاد ہے ؟ 68

حجاج نے قرآن میں تبدیلیاں کیں ؟ 73

سنا ھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود معوذتین کو قرآن کا حصہ نہیں مانتے تھے 75

اہل بیت کی خفیہ تحریریں 79

اختلاف قرات 88

قدیم نسخے اور اعراب 104

دس متواتر قراتیں 110

اہل مدینہ کی قرات 110

أهل مكة کی قرات 111

اہل شام کی قرات........ 111

اہل بصره کی قرات 112

اہل کوفہ کی قرات 113

اہل بغداد کی قرات........ 114

قرآن کی قسم کھانا- بدعت یا سنت؟ 115

تفسیر میں اسرائیلایات 127

عبد الله بن عمرو بن العآص إسرائيليات بیان کرتے تھے؟ 127

ابن عباس الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ سے تفسیر کرتے تھے ؟........ 128

کیا ہمارے پاس اسرائیلی روایات صحابہ کے توسط سے بھی پہنچی ہیں........ 132

العموم والخصوص........ 135

تفسیر پر سوالات 139

سوره کہف میں ذی القرنین اور یاجوج ماجوج کے واقعہ پر سوال ہے 139

واولی الامر منکم---سے مراد حاکم ہے یا علماء؟ 145

کیا خضر زندہ ہیں 150

آیت ولایت کیا ہے........ 156

بَلْ أَحْياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ سے کیا یہ مراد ہے کہ شہداء و انبیاء اسی دنیا میں ہیں ؟ 158

اہل حدیث عالم کہتے ہیں کہ آیت وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ کا مطلب ہے 162

قرآن کی آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ سے کیا مراد ہے ؟ 171

کیا قرآن میں وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ کی آیت تھی؟ 179

کیا قرآن میں رضاعت کی آیت تھی جو قرآن میں اب موجود نہیں ہے؟ 182

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت والے مہینوں میں جنگ کرتے تھے؟ 194

ملحدین کے بقول قرانی آیات میں روز محشر کی مدت پر تضاد ہے 202

شیطانی آیات کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر القا ہوئیں؟ 205

تخلیق کائنات پر سوال ہے 212

سورہ نسأ آیت 24 کے تفسیر کر دیں 213

آیت وَما كانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ اس لئے نازل ہوئی کہ چادر مال غنیمت میں نہیں ملی؟ 217

کیا کوئی جنت یا جہنم میں داخل ہونے کے بعد باہر آسکتا ہے؟ 221

یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت یا پھر عنکن ؟ 222

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ پر سوال ہے ؟ 225

سورہ النازعات آیت نمبر 20 میں بڑی نشانی سے کیا مراد ہے ؟ 226

لوح محفوظ سے کیا مراد ہے؟ 227

جو انبیاء میں فرق کرتے ہیں ایسے لوگ حقیقی کافر ہیں ؟ 229

زمین اور تحت الثری کا بیل 231

ذي القرنين أفريدون سے سکندر تک 243

قران کے علاوہ پیغمبر پر کوئی دوسری چھپی ہوئی چیز نازل نہیں ہوئی 250

مزید تفسیری اشکالات 252

اس آیت میں بکہ سے مراد کون سا مقام ہے ؟ 252

ان اشکالات کا کیا جواب ہو گا 255
عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پمفلیٹ پر اپ کی کیا رائے ہے 259
مریم علیہ السلام کے بارے میں پمفلیٹ پر اپ کی کیا رائے ہے 260
عیسی علیہ سلام کی شادی ہوئی یا نہیں ؟ 261
کعبہ میں کیا بت تھے جبکہ اللہ نے اس کو مقدس مقام کہا ہے؟ 262
کیا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کے لئے قوائد بنائے ؟ 264
کیا کعبہ ایک چٹان ہے جو اللہ نے زمین سے نکالی؟ 266
بنی اسرائیل کون ہیں ہم یا یہود؟ 267
وہ کون سے بیٹے تھے جن کو ابراہیم ذبح کرنے والے تھے اور ان کی کتنی بیویاں تھیں؟271
کیا موسیٰ علیہ سلام کو تختیوں پر لکھ کر دیا گیا؟ 273
قرآن کیوں کہتا ہے یہود سے پوچھ لو 274
کیا یہودیوں اور عیسایوں کے واقعی یہی عقائد ہیں جو محمد شیخ صاحب بتا رہے ہیں275
کیا بنی اسرائیل کا تعلق یعقوب علیہ السلام سے ہے ؟ یہ اسرائیل کون ہے ؟ 281
کیا ابلیس فرشتہ ہے ؟ 282
ابلیس اگر کافر تھا تو جنت میں کیسے اتا رہا ؟ 287
وہ گروہ جو بنی اسرائیل سے ہی ہے جو ایمان لایا اور غالب رہا وہ کہاں گیا؟ 288
روح کا قرآن میں کیا مطلب ہے ؟ 290
مریم میں روح کس نے پھونکی اللہ نے یا فرشتے نے ؟ 294
قرآن (پڑھائ) میں اور الکتاب (لکھائ) میں کیا فرق ہے؟ 297
بَيْنَ يَدَيْهِ کا کیا ترجمہ ہو گا؟ 298
عیسیٰ علیہ السلام کے توفی پر اپ کی کیا تفسیر ہے ؟ 300
موسی کو کتاب دی یا فرقان؟ 301

کیا مریم علیہ السلام مخنث تھیں؟ 304

اس آیت کا ترجمہ کیا ہو گا؟ 305

اللہ نے جبریل کا الگ ذکر کیوں کیا؟ 306

هُوْدًا کا ترجمہ یہود ہے یا ھود علیہ السلام؟ 307

قرآن کو قول رسول کیوں کہا گیا 314

اس ویڈیو پر آپ کی کیا رائے ہے 315

کیا یروشلم ارض مقدس ہے ؟ 317

کیا موسی (ع) کی کتاب محمد (ص) کو دی گئی 320

کیا الجان اور الجن ایک ہی مخلوق ہے؟ 322

اور انسان کے پیدائیش سے پہلے ہم نے جان کو لو والی اگ سے پیدا کیا۔ 328

تفسیر کے حوالے سے بعض تفصلی مباحث 332

رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ 332

اہل تشیع کی ایک رائے : سجدہ اللہ کو تھا 334

اہل تشیع کی دوسری رائے: سجدہ یوسف کو تھا 336

اہل سنت کی ایک رائے: سجدہ اللہ کو تھا 336

اہل سنت میں تیسری رائے : سجدہ یوسف کو ہوا ، پچھلی شریعت کے مطابق 338

اہل سنت میں چوتھی رائے : سجدہ بس مشیت الہی کے تحت ہو گیا 340

بحث 342

انبیاء کے خواب: تمثیل یا حقیقی کا فرق 342

بچھڑے لوگوں کا ملنا 343

خر کا مطلب کیا ؟ 344

تفسیری اقوال کی صحت 346

347 .... سجدہ کی کیفیت

349 .... رسول اللہ آیات بھول جاتے تھے؟

354 ....رسول اللہ ﷺ کا طلاق دینا

359 ....**توریت**

359 .... کیا اسلام میں توریت پڑھنا حرام ہے

366 ....ایک صاحب کا کہنا ہے اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ہی کتاب نازل کی ہے

367 .... توریت کے تین حکم

368 .... تورات کا ایک حکم - رجم کی سزا

381 .... توریت کا دوسرا حکم - عہد شکنی کی سزا

383 ....توریت کا تیسرا حکم - ارتداد کی سزا

386 .... حمورابی کوڈ اور توریت

391 .... **زبور**

391 ....کیا داود علیہ السلام عبادت میں موسیقی کا استعمال کرتے تھے ؟

مقدمہ

اس کتاب میں کتب اللہ یعنی   قرآن، توریت، زبور سے متعلق مباحث کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے – یہ اصلا سوالات کے جوابات ہیں جو ویب سائٹ اسلامک بلیف پر قارئین نے کیے اور راقم نے اپنے محدود علم کے ساتھ ان کا جواب دینے کی کوشش کی ہے –   اس کتاب میں کچھ مضامین ہیں جو قرآن کی ترتیب و جمع ، اختلاف قرات اور تفسیر سے متعلق ہیں -

راقم اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرتا ہے اگر اس میں غلطی کی گئی ہو-

کتاب میں حسب ضرورت مصادر اہل تشیع کو بھی دیکھا گیا ہے- اور اس تحقیق میں حتی الامکان غیر جانب داری بر قرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے - اب یہ فیصلہ قارئین کا ہے کہ وہ اس تحقیق پر کیا رائے رکھتے ہیں

ابو شہر یار

۲۰۱۸

ارض قرآن

مقام ابراہیم ، بیت العتیق، مکہ

اللہ کعبہ کو بیت العتیق یعنی قدیم گھر کہتا ہے جس میں مقام ابراہیم ہے- مقام ابراہیم ایک چٹان کا ٹکڑا ہے جو اس گھر کا نشان ہے- قدیم دور میں سائن بورڈ نہیں تھے لہذا پتھر پر اس مقام کی اہمیت کے حساب سے نشان لگا دیا جاتا تھا اور اس کو اس مقام کے ساتھ ہی نصب کیا جاتا تھا

اللہ کا حکم ہے

وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى

اور مقام ابراہیم کو نماز کے لئے اختیار کرو

بیت اللہ کی عظمت و حرمت ایک دور میں اہل کتاب میں مسلمہ تھی – خاص طور پر دوسرے ہیکل کے دور کی یہودیوں کی ایک کتاب ، کتاب جوبلی کے نام سے مشہور ہے- جو بہت قدیم کتاب ہے اور اس کا مکمل متن اتھوپیا کی زبان میں ملا ہے – اس کتاب کو اہل کتاب آجکل جھوٹی قرار دیتے ہیں- لیکن یہ بات اب علمائے اہل کتاب قبول کرتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں بعض یہودی فرقوں کی ایک مستند کتاب تھی اور خاص کر عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں یہ ہیکل کے فریسی یہودی فرقے کی مخالف جماعتوں میں ایک مستند کتاب مانی جاتی تھی

اس کتاب میں مقام ابراہیم کا ذکر موجود ہے کتاب کے باب ۲۲ کی آیت ہے کہ اللہ نے ابراہیم کو ایک گھر بنانے کا حکم دیا جس کو مقام ابراہیم کہا جائے گا

24 This house have I built for myself that I might put my name upon it in the earth: [it is given to you and to your seed forever], and it will be named the house of Abraham; it is given to you and to your seed forever; for you will build my house and establish my name before YAHWEH forever: your seed and your name will stand throughout all generations of the earth.

یہ بیت (یا مقام) جس کو میں نے اپنے لئے بنایا ہے کہ میں اس سے ارض پر اپنا نام (باقی) رکھوں اس کو(بیت) مقام ابراہیم کہا جائے گا جو تم کو اوراولاد ابراہیم کو ملے گا ہمیشہ کے لئے کیونکہ تم ہی اس بیت کو بناؤ گے اور میرا نام ی ھ و ھ (۱) کو ہمیشہ رکھو گے اور تمہاری نسل اور تمہارا نام اس سے منسلک رہے گا، ارض کی نسلوں میں

اس کتاب کے ۲۲وں باب میں لکھا ہے کہ ابراہیم کی وفات کا علم اسمعیل کو مقام ابراہیم میں آواز سے ہوا

And the voices were heard in the house of Abraham, and Ishmael his son arose, and went to Abraham his father, and wept over Abraham his father, he and all the house of Abraham, and they wept with a great weeping.

اور بیت ابراہیم میں آوازیں سنی گئیں اور اسمعیل اس کا بیٹا اٹھا اور اپنے باپ ابراہیم کے پاس گیا اور سارا کٹم خوب رویا

واضح رہے کہ بیت ابراہیم اور ہیکل سلیمانی دو الگ عبادت گاہیں ہیں – اسمعیل یقینا یروشلم سے بہت دور تھے کہ ان کو غیبی اشارہ ملا اور ابراہیم کے پاس گئے

یہودیوں کا عیسیٰ علیہ السلام کے دور کا ایک فرقہ قمران میں آباد تھا جو بحر مردار پر ایک مقام ہے- انہوں نے ۷۰ ع میں رومیوں سے اپنی کتابیں بچانے کے لئے مرتبانوں میں رکھیں اور آس پاس کے غاروں میں چھپا دیں – ۱۹۴۷ میں یہ کتابیں دریافت ہوئیں اور اس وقت دینا کی قدیم توریت بھی انہی میں سے ہے – کاربن ڈیٹنگ اور دوسرے سائنسی نتائج سے یہ ثابت ہو چکا ہے یہ کتب عیسیٰ کے زمانے میں کم و بیش سو سال کے اندر کی
ہیں- ان کو بحر مردار کے طومار کہا جاتا ہے

Dead Sea Scrolls

اس کی ایک کتاب میں یہ تفصیل ملی کہ

Abraham’s travel east to the Euphrates and the Persian Gulf region, then around the coast of Arabia to the Red Sea, and finally to the Sinai desert and then to his home

(Geza Vermes, The Complete Dead Sea Scrolls, Genesis Apocryphon 448–459).

ابراہیم علیہ السلام نے مشرق میں فرات تک سفر کیا اور خلیج عرب کا اور بحیرہ احمر کے ساحل پر عرب کا سفر کیا اور دشت سینا تک آئے
یہ پہلی کتاب ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ابراہیم کبھی بحیرہ احمر کے ساحل تک گئے کیونکہ موجودہ تورات میں اس کا ذکر نہیں ہے

کتاب جوبلی بحر مردار کے طومار میں موجود ہے لیکن ابھی
تک اس کا ترجمہ شائع نہیں ہوا ہے

قرآن کہتا ہے

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ – فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا
بے شک، پہلا بیت، جو لوگوں (کی تطہیر) کے لئے بنایا گیا وہ جو بکہ (مکہ) میں ہے ، مبارک ہے اور تمام عالم کے لئے ہدایت ہے اس میں واضح نشانیاں ، مقام ابراہیم ہے ، اور جو اس میں داخل ہو امن میں ہے

ایک زمانے میں مقام ابراہیم کعبہ کی دیوار کے ساتھ تھا لیکن طواف میں آسانی کے لئے اس کو اب دور نصب کر دیا گیا ہے

کہتے ہیں بن باز، **فتاوى نور على الدرب میں**
مقام إبراهيم حجر كان يقوم عليه يبني، فلما فرغ جعله تحت جدار الكعبة، فلما بُعِثَ النبي صلى الله عليه وسلم أُمِرَ بأن يصلي خلفه، أمره الله، قال: {وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى}. وكان قرب الكعبة، فأخره عمر في المكان المعروف، المقصود أنه حجر كان يقوم عليه إبراهيم للبناء عليه الصلاة والسلام، هذا مقام إبراهيم

مقام ابراہیم پتھر ہے اس پر کھڑے ہو کر اس کو بنایا گیا جب اس سے فارغ ہوئے تو اس کو کعبہ کی دیوار کے نیچے کر دیا پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اللہ نے حکم دیا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھو اور یہ کعبہ کے قریب تھا/ پس اس کو دوسرے مکان جو اب مشھور ہے وہاں بنا دیا گیا ہے اور یہ پتھر ہے جس پر ابراہیم نے تعمیر کی یہی مقام ابراہیم ہے

مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين میں العثيمين کہتے ہیں

لا شك أن مقام إبراهيم ثابت وأن هذا الذي بني عليه الزجاج هو مقام إبراهيم عليه الصلاة والسلام، لكن الحفر الذي فيه، لا يظهر أنه أثر القدمين؛ لأن المعروف من الناحية التاريخية أن أثر القدمين قد زال منذ أزمنة متطاولة، ولكن حفرت هذه، أو صنعت للعلامة فقط، ولا يمكن أن نجزم بأن هذا الحفر هو موضع قدمي إبراهيم عليه الصلاة والسلام.

بے شک مقام ابراہیم ثابت ہے جس پر اب شیشہ لگا دیا گیا ہے وہی مقام ابراہیم ہے لیکن اس میں جو گڑھے ہیں ان سے اصلی قدم ظاہر نہیں ہوتے کیونکہ تاریخ میں ہے کہ قدم کے نشان کافی عرصہ پہلے ختم ہو چکے تھے لیکن یہ گڑھے صرف علامتی ہیں اور ہم جزم سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے ہی قدم کے نشان ہیں

قرآن میں ہے

جَعَلَ اللهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ

اللہ نے الْكَعْبَةَ کو بيت الحرام بنایا لوگوں کے نماز کی جگہ

ابراہیم علیہ السلام نے جب اسمعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کو مکہ میں چھوڑا تو وہ ایک بے آب وادی تھی وہاں سے ایک عرب قافلہ اتفاقا گزرا جو بنو جرہم سے تھا انہوں نے وہاں پرندے دیکھے اور زمزم کی وجہ سے وہاں پڑاؤ ڈال دیا

بخاری کی روایت ہے

قال ابن عباس رضي الله عنهما: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " يرحم الله أم إسماعيل، لو تركت زمزم - أو قال: لو لم تغرف من الماء - لكانت عينا معينا "، وأقبل جرهم فقالوا: أتأذنين أن ننزل عندك؟ قالت: نعم، ولا حق لكم في الماء، قالوا: نعم

ابن عبّاس کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ام اسمعیل پر رحم کرے اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتیں یا کہا پانی پر بند نہیں باندھتین تو وہ چشمہ کی طرح بہتا اور جرھم والے ان کے پاس آئے اور کہا کیا آپ اجازت دیں گی کہ ہم یہاں رکیں کہا ہاں لیکن تمہارا پانی پر حق نہ ہو گا انہوں نے کہا جی

كتاب تَارِيخِ العَوْتَبِي از أبو المنذر سلمة بن مسلم بن إبراهيم الصحاري العوتبي (المتوفى: 511هـ) کے مطابق قبیلہ جرہم کا تعلق

جُرْهُم بن قَحْطان، وهم يومئذ بمكة، ولم يزل اللسان العربيْ في ولد إرم بن سام بن نوح إلى زمن هودٍ عليه السلام
جُرْهُم بن قَحْطان... عربی زبان نہیں چھوڑی إرم بن سام بن نوح سے لے کر هودٍ عليه السلام کے زمانے تک
معلوم ہوا کہ عرب قوم ابراہیم علیہ السلام سے پہلے سے موجود تھی اور ابراہیم کو عربوں کا جد امجد کہنا صحیح نہیں کیونکہ ابراہیم اور اسمعیل عرب نہیں تھے- البتہ ہاجرہ علیہ السلام کا تعلق مصر سے تھا اور ممکن ہے وہ عربی سے واقف ہوں- اسمٰعیل علیہ السلام نے اسی قبیلہ کی ایک خاتون سے نکاح کیا اور اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی عربوں سے رشتہ داری شروع ہوئی

بخاری کی حدیث میں ہے

وَشَبَّ الْغُلاَمُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ
اور لڑکا (اسمعیل) جوان ہوا اور ان (قبیلہ جرھم) سے عربی (بھی) سیکھ لی
قرآن میں سورہ ابراہیم میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انہوں نے کہا

الْحَمْد لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَر إِسْمَاعِيل وَإِسْحَاق إِنَّ رَبِّي لَسَمِيع الدُّعَاء

الله کی تعریف ہے جس نے بڑھاپے میں مجھ کو اسمعیل اور اسحاق دیے بے شک میرا رب دعا سنتا ہے
شاید یہی وجہ ہے کہ پہلے بیٹے کا نام اسمعیل رکھا یعنی جس کی ایل (الله) سنے

قرآن میں ہے کہ سارہ علیہ السلام کو جب بیٹے کی بشارت ملی تو

فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ

اس کی بیوی آگے بڑھی، اپنے چہرہ پر (خوشی و حیرت میں) ہاتھ مارتی ہوئی اور بولی : بوڑھی بانجھ
اس بیٹے کا نام اسحاق رکھا گیا یعنی ہنسنے والا

سورہ الصافات میں ترتیب میں پہلے بیٹے کا ذکر ہے جس کی قربانی کا حکم دیا گیا جو ظاہر ہے اسمعیل ہیں اس کے بعد کہا گیا کہ اسحاق کی بھی بشارت دی تاکہ بتایا جائے کہ قربانی والا واقعہ اسمعیل کے ساتھ ہوا

قرآن اور توریت کی کتاب پیداش کے مطابق سارہ بانجھ تھیں لیکن اولاد کا ہونا اللہ کی نشانی تھا اولاد نہ ہونے کی وجہ سے سارہ نے ہاجرہ سے نکاح کا ابراہیم کو مشورہ دیا تھا ظاہر ہے کہ ا گر اسحاق

پیدا ہو چکے ہوتے تو یہ سب کرنے کی ضرورت نہ تھی اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسمع یل بڑے اور اسحاق چھوٹے تھے

اسمعیل اور اسحاق میں بائبل کے مطابق ۱۳ سال کا فرق تھا قرآن کی سورہ الصفافات میں جس طرح بیان ہوا ہے اس سے

محسوس ہوتا ہے کہ اسمعیل کی قربانی والے واقعہ کے بعد اللہ نے اسحاق کی بشارت دی

قرآن کہتا ہے

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لاَ يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِين
أور جب تمہارے رب نے ابراہیم کی آزمائش کی کلمات (ألقا کردہ أحکام) سے، پس وہ ان میں کامیاب ہوا
کہا :میں تم کو لوگوں کا امام بنا تا ہوں
بولے: میری نسل کو بھی ؟
کہا: نہیں یہ وعدہ ظالموں سے نہیں
ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی گئی خواب میں ایک حکم القا کیا گیا ، انہوں نے اس پر عمل کیا ، کامیاب ہوئے اور امام بن گئے

آج مسلمان، یہودی، نصرانی سب ابراہیم کے امام ہونے کے قائل ہیں اور اپنے ادیان کو ابراہیم علیہ السلام سے جوڑتے ہیں

کتاب **أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه از أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن العباس المكي الفاكهي (المتوفى: 272هـ)** کے مطابق
وَذَلِكَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ أَرْسَلَ عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ إِلَى الْحَجَبَةِ يَأْمُرُهُمْ بِحَمْلِ الْمَقَامِ إِلَى دَارِ الْإِمَارَةِ لِيُرَكِّبُوا عَلَيْهِ الطَّوْقَيْنِ اللَّذَيْنِ عُمِلَا لَهُ عَلَى مَا وَصَفْنَا لِيَكُونَ أَقَلَّ لِزِحَامِ النَّاسِ، فَأَتَوْا بِهِ إِلَى دَارِ الْإِمَارَةِ، وَأَنَا عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ النَّاسِ مِنْ حَمَلَةِ الْعِلْمِ وَغَيْرِهِمْ فِي ثَوْبٍ يَحْمِلُونَهُ حَتَّى وَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَجَاءَ بِشْرٌ الْخَادِمُ مَوْلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَقَدْ قَدِمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ عَلَى عِمَارَةِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامُ، وَإِصْلَاحِهِمَا فَأَمَرَ عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الْفَعَلَةَ أَنْ يُذِيبُوا الْعَقَاقِيرَ

فَأَذَابُوهَا بِالزِّئْبَقِ، ثُمَّ أَخْرَجَ الْمَقَامَ، وَمَا سَقَطَ مِنْهُ مِنَ الْحِجَارَةِ، فَأَلْصَقَهَا بِشْرٌ بِيَدِهِ بِذَلِكَ الْعَلَكِ حَتَّى الْتَأَمَتْ وَأَخَذَ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَمَسَّحَ النَّاسُ بِالْمَقَامِ وَدَعَوُا اللهَ تَعَالَى وَذَكَرُوهُ وَذَكَرُوا خَلِيلَهُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَقَلَّبُوهُ وَنَظَرُوا وَنَظَرْتُ مَعَهُمْ، فَإِذَا فِي جَوَانِبِ الْمَقَامِ كُلِّهَا كَمَا يَدُورُ خُطُوطًا فِي تَرْبِيعِ الْخُطُوطُ [ص:479]طُولِ الْجَانِبِ الْمُسْتَدِقُّ مِنْهُ الْبَارِزِ عَنِ الذَّهَبِ سَبْعُ خُطُوطٍ مُسْتَطِيلَةٌ، ثُمَّ فِي أَسْفَلِهِ حَتَّى تَرْجِعَ إِلَى الْجَانِبِ الْآخَرِ حَتَّى تَسْتَبِينَ فِيهِ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، وَذَلِكَ فِي التَّرْبِيعِ سِتَّةُ خُطُوطٍ، وَفِيهِ حَفْرٌ قِيَاسُهُ هَذَا الْخَطُّ الَّذِي أَخُطُّهُ، وَذَلِكَ فِي عَرْضِهِ، وَفِيهِ أَيْضًا دَوَاوِيرُ قِيَاسُهَا هَذَا الَّذِي أَخُطُّهُ، وَفِي وَسَطِهِ نَكْتَةٌ مِنَ الْحَجَرِ، وَفِيهِ أَيْضًا دَوَّارَةٌ فِي عَرْضِهِ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، قِيَاسُهَا هَذَا الَّذِي أَخُطُّهُ، وَإِذَا فِيهِ كِتَابٌ بِالْعِبْرَانِيَّةِ، وَيُقَالُ بِالْحِمْيَرِيَّةِ، وَهُوَ الْكِتَابُ الَّذِي وَجَدَتْهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَخَذْتُ ذَلِكَ الْكِتَابَ مِنْ الْمَقَامِ بِأَمْرِ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ بِيَدِي وَحَكَيْتُهُ كَمَا رَأَيْتُهُ مَخْطُوطًا فِيهِ،

ربیع الاول کے پہلے دن علی بن الحسن نے لوگوں کو بھیجا کہ مقام ابراہیم کو دار الامارہ لایا جائے کیونکہ مقام ٹکڑوں میں ہو رہا تھا ... اس کو سونے چاندی سے جوڑا گیا .... الفاکھی کہتے ہیں میں نے غور سے مقام کو دیکھا اس پر سات لکیریں ترچھی تھیں جو نیچے سے اوپر جا رہی تھیں ... اس پر عبرانی میں بھی لکھا ہوا تھا .. اور کچھ کے خیال میں حمیری زبان میں یہ وہ خطوط سے جن سے قریش جاہلیت میں واقف تھے میں نے اپنے ہاتھ سے وہ تمام خطوط نقل کئے

الفاکھی لکھتے ہیں

فَحَدَّثَنِي أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ الْفَرَائِضِيُّ وَأَخَذَ مِنِّي هَذَا الْكِتَابَ عَلَى الْمَقَامِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو زَكَرِيَّا الْمَغْرِبِيُّ بِمِصْرَ وَقَدْ أَخَذَ مِنِّي هَذِهِ النُّسْخَةَ، يَعْنِي نُسْخَةَ هَذَا الْكِتَابِ، فَقَرَأْتُهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ لِي: أَنَا أَعْرِفُ تَفْسِيرَ هَذَا، أَنَا أَطْلُبُ الْبَرَابِيَ، وَالْبَرَابِي كِتَابٌ فِي الْحِجَارَةِ بِمِصْرَ مِنْ كِتَابِ الْأَوَّلِينَ، قَالَ: فَأَنَا أَطْلُبُهُ مُنْذُ ثَلَاثِينَ سَنَةً، وَأَنَا أَرَى أَيَّ شَيْءٍ هَذَا الْمَكْتُوبَ فِي الْمَقَامِ فِي السَّطْرِ الْأَوَّلِ: " إِنِّي أَنَا اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا، وَالسَّطْرِ الثَّانِي: " مَلِكٌ لَا يُرَامُ " وَالسَّطْرِ الثَّالِثِ: " أصباوت " وَهُوَ اسْمُ اللهِ الْأَعْظَمِ، وَبِهِ تُسْتَجَابُ الدَّعَوَاتُ " قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ الْفَرَائِضِيُّ وَفِي تَفْسِيرِ سُنَيْدٍ قَالَ: " لَمَّا خَلَقَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى آدَمَ أَقْعَدَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: " مَنْ أَنَا يَا آدَمُ؟، فَقَالَ: أَنْتَ أصباوت أَدْنَانِي. قَالَ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: " صَدَقْتَ يَا آدَمُ " يَعْنِي أَنْتَ اللهُ الصَّمَدُ يَقُولُ أصباوت اللهُ الصَّمَدُ، قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ: وَزَعَمَ أَنَّ هَذَا الْكِتَابَ الَّذِي فِي الْمَقَامِ بِالْحِمْيَرِيَّةِ

أَبُو زَكَرِيَّا الْمَغْرِبِيُّ نے مصر میں ان خطوط اور تحریر کو دیکھا اور کہا میں اس کی تفسیر جانتا ہوں میں مصری تحریر پڑھ سکتا ہوں جس پر میں تیس سال سے تحقیق کر رہا ہوں ... پہلی سطر میں لکھا ہے

بے شک میں ہی الله ہوں کوئی اور الہ نہیں

دوسری سطر میں لکھا ہے

میری بادشاہی کو دوام ہے

تیسری سطر میں ہے

أصباوت

جو الله کا اسم الْأَعْظَمِ ہے جس سے دعائیں قبول ہوتی ہیں

أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ الْفَرَائِضِيُّ نے مجھ سے کہا
جب الله نےآدم سے پوچھا میں کون ہوں تو انہوں نے کہا أصباوت أَذْنَانِي
رب تعالی نے کہا سچ کہا اے آدم
آپ الله ہیں الصمد، پس کہا أَصباوت اللهُ الصَّمَدُ
أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ الْفَرَائِضِيُّ نے مجھ سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں یہ حمیری زبان میں لکھا ہے
خط حمیری ہو سکتا ہے کہ قبیلہ جرہم سے آیا ہو کیونکہ ان کا تعلق بھی یمن سے تھا

Himyaritic language
اس تحریر کو خط المسند کہا جاتا ہے

http://ar.wikipedia.org/wiki/خط_المسند#.D8.AE.D8.B5.D8.A7.D8.A6.D8.B5_.D8.A7.D9.84.D8.AE.D8.B7_.D8.A7.D9.84.D9.85.D8.B3.D9.86.D8.AF

~~ابراہیم علیہ السلام نے بیت الله کی تعمیر کی تو وہ اس شکل پر نہیں تھی جو اب ہے بلکہ وہ ایک مستطیل عمارت تھی قبل نبوت عربوں نے اس کو ایک کیوب کی شکل دیا اور اس کو کعبہ کہا گیا اور اس کے باقی حصہ کو حطیم (۲) کہا~~ (راقم ان جملوں سے رجوع کر چکا ہے–
تفصیلی تحقیق کتاب تاریخ قبلتین میں ہے)

الغرض کعبہ اور مقام ابراہیم کی اہمیت قدیم دور سے مسلمہ ہے- حدیث میں ہے کہ یونس علیہ السلام اور موسی علیہ السلام نے بھی حج کیا ہے- یہی وجہ ہے اس کو قبلہ کے طور پر سب جانتے تھے ایسے کہ کوئی اپنے بیٹے کو جانتا ہو

حواشی
(١)

شام و عراق میں اللہ کا نام ایل لیا جاتا تھا لہذا تمام فرشتوں کے ناموں میں ایل اتا ہے جسے جبریل، میکایل، اسرافیل وغیرہ- آرامی میں یہ لفظ الہ بن گیا اور عرب میں معرب ہو کر الالہ یا اللہ ہو گیا

یہ لفظ جمع ادب میں الوھم ہو گیا اور بعض مقام پر تورات میں یھوھ کا لفظ بھی ہے لیکن اس کو ادا کرنا ممنوع ہے اور تحریر میں توڑ کر لکھا جاتا ہے

(٢)

الله نے بیت الله کو الْكَعْبَةَ کہا ہے جس کا مطلب چوکور مکعب عمارت ہے البتہ اس کے ساتھ ایک گولائی نما حصہ بھی ہے جس کو حطیم کہا جاتا ہے لغت کے مطابق

حَطَمَهُ ... قال بن عباس رضي الله عنهما الحَطِيمُ الجدر يعني جدار حجر الكعبة

حَطَمَهُ .. ابن عباس کہتے ہیں دیوار کو کم کرنا یعنی کعبہ کی پتھر کی دیوار کو
مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين میں العثیمین کہتے ہیں

وهذا الحجر إنما كان من فعل قريش حين أرادوا بناء الكعبة فلم يجدوا أموالاً تكفي لبنائها على أساسها الأول على قواعد إبراهيم- عليه الصلاة والسلام- فاحتجر منها هذه الجهة، ولهذا سُمِّي الحجر، وتسمى الحطيم أيضاً، لأنه حطِّم من الكعبة، وأكثر هذا الحجر من الكعبة
اور یہ پتھر لگانا قریش کا عمل تھا کہ جب انہوں نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تو اتنا مال کافی نہ تھا کہ اس کو انہی بنیادوں پر اٹھاتے جن پر ابراہیم نے بنایا پس انہوں نے اس کا نشان پتھر سے چھوڑا اور اس کو حطیم کہا گیا کیونکہ انہوں نے کعبہ کو کم کیا اور اس کے پتھر کعبہ کے تھے
لہذا حطیم کعبہ کا ہی حصہ ہے – نبی صلی الله علیہ وسلم نے بھی اس کو اسی حال پر رہنے دیا- ابن زبیر نے اس کو واپس تعمیر کیا لیکن بنو امیہ نے اس کو واپس ویسا ہی کیا جیسا نبی صلی الله علیہ وسلم نے چھوڑا تھا

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى

قرآن کہتا ہے

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثَى تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَى إِنْ هِيَ إِلا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا من سُلْطَان
کیا تم نے اللّاتَ، الْعُزَّى اور ایک اور تیسری مَنَاةَ کو دیکھا؟ کیا تمہارے لئے تو ہوں لڑکے اور اس کے لئے لڑکیاں؟ یہ تو بڑی غیر منصفانہ تقسیم ہوئی! یہ تو صرف چند نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے اباؤ اجداد نے رکھ دیے ہیں، الله کی طرف سے ان پر کوئی سند نہیں اتری
اللات طائف میں، العُزَّى مکہ میں اور مَنَاة مدینہ میں عربوں کی خاص دیویاں تھیں

الكلبي (المتوفى: 204ھ) کی کتاب الاصنام میں ہے

عرب طواف میں پکارتے

وَاللاتِ وَالْعُزَّى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةِ الأُخْرَى ... فَإِنَّهُنَّ الْغَرَانِيقُ الْعُلَى وَإِنَّ شفاعتهن لَتُرْتَجَى

اور اللاتِ اور الْعُزَّى اور ایک اور تیسری مَنَاةَ

یہ تو بلند پرند نما حسین (دیویاں) ہیں اور بے شک ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے

کتاب غریب الحدیث از ابن الجوزی کے مطابق

تِلْكَ الغرانيق الْعلَا قَالَ ابْن الْأَعرَابِي الغرانيق الذُّكُور من الطير
وَاحِدهَا غرنوق وغرنيق وَكَانُوا يدعونَ أَن الْأَصْنَام تشفع لَهُم فشبهت بالطيور الَّتِي ترْتَفع إِلَى السَّمَاء
وَيجوز أَن تكون الغرانيق جمع الغرانق وَهُوَ الْحسن
یہ تو بلند غرانیق ہیں – ابن الاعرابی کہتے ہیں غرانیق سے مراد نر پرندے ہیں جن کا واحد غرنوق ہے اور غرنیق ہے یہ مشرکین ان (دیویوں) کو اس نام سے اس لئے پکارتے تھے کیونکہ یہ بت ان کے لئے شفاعت کرتے اور(نر) پرندے بن کر جاتے جو آسمان میں بلند ہوتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد حسن ہو
تاج العروس اور غریب الحدیث از ابن قتیبہ میں کہا گیا ہے کہ غرانیق سے مراد

طيور الماء طويلة العنق
پانی کے پرندے ہیں جن کی طویل گردن ہوتی ہے
اردو میں ان کو بگلا کہتے ہیں مشرکین نے فرشتوں کو بگلے بنا دیا اور پھر ان کو دیوی کہا

الكلبي (المتوفى: 204هـ) کی کتاب الاصنام میں ہے

وَاللاتُ بِالطَّائِفِ وَهِيَ أَحْدَثُ من مَنَاة وَكَانَت صَخْرَةً مُرَبَّعَةً وَكَانَ يَهُودِيٌّ يَلُتُّ عِنْدَهَا السَّوِيقَ وَكَانَ سَدَنَتَهَا مِنْ ثَقِيفٍ بَنُو عَتَّابِ بْنِ مالكٍ وَكَانُوا قَدْ بَنَوْا عَلَيْهَا بِنَاءً وَكَانَتْ قُرَيْش وَجَمِيع الْعَرَب تعظمها
اور اللاتُ طائف میں تھی اور یہ (دیوی) مَنَاة سے پرانی ہے اور یہ ایک چکور چٹان تھی اور یہودی یہاں اس کے پاس ستو پستے (پلاتے) تھے اور اس کے پروہت ثَقِيفٍ بَنُو عَتَّابِ بْنِ مالكٍ سے تھے اور انہوں نے ہی اس کے مندر کی تعمیر کی تھی اور قریش اور سارا عرب اس کی تعظیم کرتا تھا
قَالَ أَبُو الْمُنْذِرِ وَلَمْ تَكُنْ قُرَيْشٌ بِمَكَّةَ وَمَنْ أَقَامَ بِهَا مِنَ الْعَرَبِ يُعَظِّمُونَ شَيْئًا مِنَ الأَصْنَامِ إِعْظَامَهُمُ الْعُزَّى ثُمَّ اللاتَ ثُمَّ مَنَاةَ
فَأَمَّا الْعُزَّى فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَخُصُّهَا دُونَ غَيْرِهَا بِالزِّيَارَةِ وَالْهَدِيَّةِ وَذَلِكَ فِيمَا أَظُنُّ لقربها كَانَ مِنْهَا وَكَانَتْ ثَقِيفٌ تَخُصُّ اللاتَ كَخَاصَّةِ قريشٍ الْعُزَّى
أَبُو الْمُنْذِرِ کہتے ہیں کہ الْعُزَّى کی قریش مکہ اور عرب سب سے زیادہ تعظیم کرتے پھر اللاتَ کی اور پھر مَنَاةَ کی
اور الْعُزَّى کو قریش نے اپنے لئے خاص کر رکھا تھا اور ... اللاتَ کو ثَقِيفٌ نے ایسے ہی خاص کر رکھا تھا جیسے الْعُزَّى کو قریش نے
یہودی یہاں ستو کیوں پلاتے تھے اگر اتنے موحد تھے؟

احد والے دن ابو سفیان رضی الله عنہ نے حالت شرک میں پکارا تھا

إِنَّ لَنَا العُزَّى وَلاَ عُزَّى لَكُمْ

ہمارے لئے العُزَّى ہے اور تمہارے لئے قوت نہیں

اس پر نبی صلی الله علیہ وسلم نے حکم دیا کہ پکارو

قُولُوا الله مَوْلاَنَا، وَلاَ مَوْلَى لَكُمْ

کہو اللہ ہمارا مددگار ہے تمہارا کوئی بھی نہیں

صحیح ابن خریمہ کی روایت ہے

طَارِقٍ الْمُحَارِبِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي سُوقِ ذِي الْمَجَازِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، وَهُوَ يَقُولُ: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ، قُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تُفْلِحُوا "، وَرَجُلٌ يَتْبَعُهُ يَرْمِيَهُ بِالْحِجَارَةِ قَدْ أَدْمَى كَعْبَيْهِ وَعُرْقُوبَيْهِ، وَهُوَ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تُطِيعُوهُ فَإِنَّهُ كَذَّابٌ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: غُلَامُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا الَّذِي يَتْبَعُهُ يَرْمِيهِ بِالْحِجَارَةِ؟ قَالُوا: هَذَا عَبْدُ الْعُزَّى أَبُو لَهَبٍ
طَارِقٍ الْمُحَارِبِيِّ کہتے ہیں : میں نے رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو دیکھا وہ ذِي الْمَجَاز کے بازار میں سے جا رہے تھے اور ان پرسرخ چادر تھی اور کہہ رہے تھے: اے لوگوں ! کہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کامیاب ہو جاؤ اور ایک آدمی ان کے پیچھے تھا جو پتھر پھینک رہا تھا ... جو کہہ رہا تھا اے لوگوں اس کی نہ سنو یہ کذاب ہے، پس میں نے کسی سے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ کا لڑکا ہے- پھر پوچھا جو پیچھے ہے، یہ کون ہے، جو پتھر پھینک رہا ہے ؟ کہا یہ عَبْدُ الْعُزَّى أَبُو لَهَبٍ ہے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لھب کا اصلی نام ہی عَبْدُ الْعُزَّى تھا

عربوں کے مطابق عُزَّى ایک فرشتہ تھی اور وہ اللہ کی بیٹی تھی- عُزَّى کے فرشتہ ہونے کا ذکر یہود کی کتاب میں ملتا ہے کتاب انوخ تین میں ہے- شیاطین پر ایک انسائیکلوپیڈیا میں ہے

> **Uzza (Ouza, Semyaza, Uzzah)** FALLEN ANGEL. *Uzza* means "strength." In 3 Enoch, Uzza is named as one of three primary ministering angels with Azael and Azza, who live in the seventh (highest) heaven (probably prior to their fall). The three object to the elevation of the prophet Enoch into the great angel Metatron and are cast out of heaven as punishment.
>
> Uzza also is a tutelary spirit of Egypt.

عُزَّى ہبوط شدہ فرشتوں میں سے ہے عُزَّى کا مطلب قوت ہے کتاب انوخ تین میں اس کا ذکر تین فرشتوں میں ہے مع عزازیل اورعذہ جو ساتویں آسمان پر رہتے تھے

The Encyclopedia of Demons and Demonology By Rosemary Guiley

کتاب انوخ تین ایک قدیم کتاب ہے اس کے اجزا بحر مردار کے طومار میں بھی ہیں

قرآن کی آیت إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ کہ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ بے شک اللہ کی نشانیاں ہیں کے لئے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي الأَنْصَارِ كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ
یہ آیت انصار کے لئے اتری ہے وہ مَنَاةَ پر چڑھاوے کرتے تھے
کتاب أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه از أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن العباس المكي الفاكهي (المتوفى: 272هـ) کے مطابق

نصب عَمْرو بن لحي مَنَاة على سَاحل الْبَحْر مِمَّا يَلِي قديد فَكَانَت الأزد وغسان يحجونها ويعظمونها إِذا طافوا بِالْبَيْتِ وأفاضوا من عَرَفَات وفرغوا من منى أَتَوا مَنَاة فأهلوا لَهَا فَمن أهل لَهَا لم يطف بَين الصَّفَا والمروة قَالَ وَكَانَت مَنَاة لِلأَوْسِ والخزرج والأزد من غَسَّان وَمن دَان دينهم من أهل يثرب
عَمْرو بن لحي نے مَنَاة کو ساحل سمندر پر نصب کیا جو قدید کے پاس ہے پس قبیلہ الأزد اور غسان اس کا حج کرتے اور اس کی تعظیم کرتے اور طواف کعبہ اور عَرَفَات اور منی سے فارغ ہونے کے بعد مَنَاة پر آ کر چڑھاتے.. اور مَنَاة اَوْسِ والخزرج کی دیوی تھی اور الأزد کی غسان میں اور جو اس دین پر أهل يثرب میں سے آئے
مَنَاة اصل میں اناة ہے جو ایل کی بیٹی اور بعل کی بہن تھی اس کو بتول سمجھا جاتا تھا اور یہ شام میں ایک اہم دیوی تھی- مسلم تاریخ دانوں کے مطابق عَمْرو بن لحي، شام سے کچھ اصنام لایا تھا یہ بھی انہی میں سے تھی

اناة اگر ایل کی بیٹی تھی تو وہ فرشتہ ہوئی کیونکہ عربوں میں فرشتوں کو ایل یا اللہ کی بیٹی کہا جاتا تھا

ایلیفینٹین موجودہ أسوان ، مصر میں ایک یہودی بستی تھی جو پہلے ہیکل کی تباہی پر آباد ہوئی تھی اس کا ذکر البرديات الفنتين (۱) میں موجود ہے جو حال میں دریافت ہوئے

(۱)Elephantine papyri

یہاں پر یہودی اناة یہوی کی پوجا کرتے تھے

رابرٹ کارل اس کا اقتباس پیش کرتے ہیں

(17) 'Instead we will do everything that we have vowed, make offerings to the queen of heaven and pour out libations to her, just as we and our ancestors, our kings and our officials, used to do in the towns of Judah and in the streets of Jerusalem. We used to have plenty of good, and prospered, and saw no misfortune. (18) But from the time we stopped making offerings to the queen of heaven and pouring out libations to her, we have lacked everything and have perished by the sword and by famine.' (19) And the women said, 'Indeed we will go on making offerings to the queen of heaven and pouring out libations to her; do you think that we made cakes for her, marked with her image, and poured out libations to her without our husbands' being involved'?

Gnuse Robert Karl (1997). No Other Gods: Emergent Monotheism in Israel. T&T Clark. p. 185. ISBN 978-1850756576

اس کے بجائے ہم وہ سب کریں گے جس کی ہم نے قسم لی ہے، ہم آسمان کی ملکہ پر چڑھاوے چڑھائیں گے اور اس (کے بت) کو دھوئیں گے ایسے ہی جیسے ہمارے اسلاف ہمارے سلاطین اور اہل کار یہودا کے شہروں اور یروشلم کی گلیوں میں کرتے تھے ہمارے پاس بہت کچھ تھا اور ہم پھل پھول گئے اور ہم پر کوئی آفت نہ آئی ۱۸ لیکن اس وقت سے جب ہم نے اس سب کو چھوڑا کہ آسمان کی ملکہ پر چڑھاوے نہیں چڑھاے اور اس کو دھویا نہیں کہ ہم ہر چیز کھو بیٹھے اور تلوار سے مجروح ہوئے اور قحط سے بے حال! ۱۹ اور عورت نے کہا بے شک ہم ملکہ سما پر چڑھاوے چڑھائیں گے اور اس کو دھوئیں گے

مزید لکھتے ہیں

Even in exile and beyond, the veneration of a female deity endured.[11] The fifth-century BCE papyri texts from Jewish colonists in Elephantine in Egypt indicate that Jews worshipped the Queen of Heaven under the name of Anatyahu, a combination of the Canaanite goddess Anat and Yahweh.[12]

یروشلم سے بے دخلی کے باوجود اس کے بعد بھی ایک دیوی کا تصور باقی رہا-
ایلیفینٹین مصر میں پانچویں صدی میں بھی مخطوطات پر یہودی بستیوں میں یہودی آسمان کی ملکہ کو انَاۃ-یحوی کے نام سے پوج رہے تھے، ایک کنعانی دیوی اور یہوی کا مرکب

یہوی یہود میں اللہ کا نام ہے اور اس کو ایل بھی کہا جاتا ہے- انَاۃ نام کی دیوی ایل یا اللہ کی بیٹی تھی جس کی پرستیش کی جاتی تھی اور یہی دیوی عربوں میں منَاۃ بن گئی

اللات ، العُزَّى اور مَنَاة کے ڈانڈے کہیں نہ کہیں جا کر فرشتوں اور ایل کی بیٹی کے طور پر یہودی گمراہ فرقوں سے مل جاتے ہیں جن سے عرب متاثر ہوئے اور ان کو لا کر بیت اللہ میں رکھا گیا اور دین ابراہیمی کو حنفیت سے شرک بنا دیا گیا

کیا یہ بلند پرنما حسین دیویاں ہیں؟

ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم قریش کے لئے پڑھی اور اس میں ان تین دیویوں کی تعریف کی کہ ان کی شفاعت قبول ہوتی ہے-نعوذ باللہ- جس پر قریش نے کہا ہمارا جھگڑا ختم ہوا اور بعد میں اس کی تصحیح کی گئی

طبری میں اس واقعہ کی سند ہے

حدثنا القاسم، قال: ثنا الحسين، قال: ثنا حجاج، عن أبي معشر، عن محمد بن كعب القرظي ومحمد بن قيس

کتاب جامع التحصيل في أحكام المراسيل از صلاح الدين أبو سعيد خليل بن كيكلدي بن عبد الله الدمشقي العلائي (المتوفى: 761هـ) کے مطابق

محمد بن قيس بن مخرمة تابعي أرسل عن النبي صلى الله عليه وسلم

محمد بن قیس ہیں مرسل روایت کرتے ہیں

اس کی سند میں محمد بن كعب القرظي بھی ہیں ان کے لئے ہے کہ ان کا سماع خود صحابہ سے ثابت نہیں ہے

محمد بن كعب القرظي روى عن علي والعباس وابن مسعود وأبي الدرداء رضي الله عنهم وذلك مرسل لم يلقهم

دوسری سند ہے

:حدثنا ابن عبد الأعلى، قال: ثنا المعتمر، قال: سمعت داود، عن أبي العالية، قال

اس میں رفيع أبو العالية الرياحي ہے جو صحابہ سے مرسل روایت کرتے ہیں

اس کو الزہری اور سعید بن جبیر کی سند سے بھی نقل کیا گیا ہے لیکن تمام اسناد مرسل ہیں اور ایک بھی مظبوط روایت نہیں

ابن حجر المصري نے اس روایت کو قبول کیا ہے ابن کثیر نے رد کیا ہے

میں اچھی بحث کی ہے اور اس کے البانی نے اس پر کتاب **نصب المجانيق لنسف قصة الغرانيق** دس طرق جمع کئے ہیں اور ثابت کیا ہے یہ تمام روایات معلول ہے
البانی لکھتے ہیں

تلك هي روايات القصة، وهي كلها كما رأيت مُعَلَّة بالإرسال والضَّعف والجَهالة، فليس فيها ما يصلُح للاحتجاج به
یہ ہیں وہ روایات جو اس قصے سے متعلق ہیں اور یہ سب جیسا کہ دکھایا ہے معلول ہیں ارسال کرنے اور کمزور اور مجھول راویوں کی وجہ سے- پس ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس سے دلیل لی جائے
بحر الحال ان روایات کا اصل مقصد واضح نہیں کیا گیا کہ ان کو کیوں بیان کیا گیا

قوم نوح کے دیوتا اور فرشتے
نوح علیہ السلام نے اللہ سے کہا کہ میری قوم کہتی ہے

وَلا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلا سُوَاعًا وَلا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا
اور نہ ود کو چھوڑو نہ سواع کو نہ یغوث کو نہ یعوق اور نہ نسر کو اور انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا
کہا جاتا ہے کہ قوم نوح کے بعد عمرو بن لحی شام گیا اوروہاں سے ان بتوں کو لایا – یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک جن نے اس کو خبر دی اور جدہ کے ساحل پر سے ان بتوں کو نکالا- لیکن اس قصہ کا سر پیر واضح نہیں- اگر ہم دیکھیں کہ ان بتوں کو کون پوجتا تھا اور یہ عرب میں کہاں تھے اور کس شکل کے تھے تو یہ نقشہ بنتا ہے

بت	شکل	قبیلہ	علاقہ
نسر	عقاب کی شکل	ال ذی الکلاع	مملکت حمیر، یمن میں یہودی سلطنت تھی
ود	بیل کی شکل اس پر دودھ اور دہی کا چڑھاوا چڑھایا جاتا تھا	کلب، جرش بدومة الجندل مملکت سبا	عراق کے پاس اور[یمن میں
سواع	انسان جیسا	هذيل بن مُدْرِكة بْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ	حجاز میں رُھاط پر مکہ کے پاس ساحل پر
يغوث	شیر کی شکل	بني غطيف من بني مراد	مملکت سبا، یمن
يعوق	گھوڑے کی شکل	همدان	یمن میں

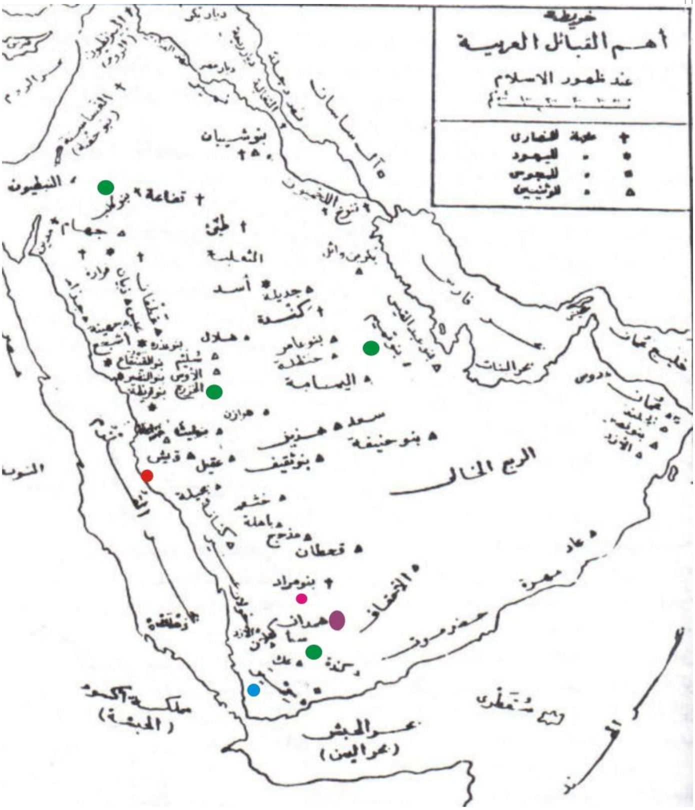

حزقی ایل کی کتاب کے باب اول کی آیت ۱۰ کے مطابق حزقی ایل نے بابل میں عرش یا مرکبہ کو دیکھا- مرکبہ کو چار فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا جن کے چار چہرے تھے ایک انسان جیسا ایک شیر جیسا ایک بیل جیسا اور ایک عقاب جیسا تھا- اگر اپ دیکھیں تو سواع انسان جیسا تھا ، یغوث شیر جیسا ، ود بیل جیسا اور نسر عقاب جیسا

معلوم ہوتا ہے کہ یہودی تصوف کا اثر یمن سے ان بتوں کی شکل میں نکلا اور عربوں میں پھیلا- ہر بت کی شکل میں ایک مختلف جانور ہے- سواع ایک عورت کی شکل کا بت تھا – اور عربوں میں فرشتوں کو پوجنے کا تصور تھا لہذا بہت ممکن ہے کہ ان سب کو فرشتے سمجھ کر پوجا جاتا ہو-حدیث کے مطابق یہ سب اولیاء الله تھے جن کی قبریں پوجی گئیں تھیں
اور عربوں نے ان کے بت بنا کر پوجا
بزرگوں کی روحیں فرشتے بن جانے کا تصور اسلامی تصوف میں بھی موجود ہے- شاہ ولی الله نے اس کو حجه الله البالغہ میں ذکر کیا ہے – تصوف میں ایسے کمالات ہوتے رہتے ہیں چاہے یہودی تصوف ہو یا اسلامی

قبر پرستی کی لعنت میں یہودی مبتلا رہے ہیں اور عرب ان کے بت بنا کر پوجتے تھے اور یہودی فرشتوں کے نام پر جادو کیا کرتے تھے یہ سب عرب کا عام کلچر تھا اس مشرکانہ ماحول میں جانوروں کی شکل والے قوم نوح کے اولیاء کی پوجا پاٹ کے پیچھے یقینا کوئی داستان ہو گی جو ہم تک نہیں پہنچی لیکن اس کے شواہد یہود یمن سے جا کر ضرور ملتے ہیں نہ کہ شام سے

هبل کا بت؟
قرآن میں هبل کا سرے سے کوئی ذکر نہیں- کعبہ کے بیچ میں هبل کا بت تھا جو کتاب الاصنام از الکلبی کے مطابق خُزَيْمَةَ بْنَ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ نے رکھا تھا اور اس کو هُبَلُ خُزَيْمَةَ بھی کہا جاتا تھا- خُزَيْمَةَ بْنَ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ، نبی صلی الله علیہ وسلم کا ١٤ یوں پر دادا تھا- یہ بت ایک انسان کی صورت تھا ، جس کا دایاں باتھ سونے کا تھا اور جسم سرخ یاقوت کا- اس کے آگے سات پانسے ہوتے تھے جن میں ایک پر صریح اور آخری پر مبہم لکھا ہوتا تھا- بني كنانة وقريش اس کے پجاری تھے

كتاب أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار از الفاكهى کے مطابق

هبل کے ساتھ ایک کنواں تھا جس کو الأخسف یا الأخشف کہا جاتا تھا

محمّد بن اسحاق کا قول اسی کتاب میں ہے جس میں وہ کہتا ہے

إِنَّ الْبِئْرَ الَّتِي كَانَتْ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ، كَانَتْ عَلَى يَمِينِ مَنْ دَخَلَهَا، وَكَانَ عُمْقُهَا ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ يُقَالُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ حَفَرَاهَا لِيَكُونَ فِيهَا مَا يُهْدَى لِلْكَعْبَةِ فَلَمْ تَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى كَانَ عَمْرُو بْنُ لُحَيٍّ، فَقَدِمَ بِصَنَمٍ يُقَالُ لَهُ هُبَلُ مِنْ هِيتَ مِنْ أَرْضِ الْجَزِيرَةِ

کعبہ کے وسط میں کنواں تھا جو اس میں داخل ہونے کے بعد سیدھے ہاتھ پر تھا اور اس کی گہرائی تین بازو برابر تھی کہا جاتا ہے اس کو ابراہیم اور اسمعیل نے کھودا تھا تاکہ اس میں کعبہ کو ملنے والے تحفہ رکھے جائیں اور یہ اسی حالت میں رہا حتی کہ عمرو بْنُ لُحَيٍّ ، الْجَزِيرَةِ (موجودہ کردستان) سے هبل کا بت لایا

عَمْرو بن لحي بن قمعة بن خندف کا تعلق قبیلہ خُزَاعَة سے تھا - بخاری کی حدیث میں کہا گیا ہے کہ اس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑنے کی رسم نکالی تھی

صحابی رسول عمرو بن الجموح رضی الله عنہ اسی عَمْرو بن لحي کی نسل میں سے تھے جو آٹھ پشت پہلے کا دور ہے جبکہ خُزَيْمَةَ بْنَ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ اس سے بھی پہلے کا ہے جو کلبی کا کتاب الاصنام میں قول ہے جو زیادہ قرین قیاس ہے

مسند احمد اور صحیح بخاری میں ہے کہ جنگ احد میں جب مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانا پڑی تو ابو سفیان رضی الله عنہ نے حالت شرک میں پکارا

اعْلُ هُبَلُ

هبل بلند ہو

نبی صلی الله علیہ وسلم نے حکم دیا کہو

الله أَعْلَى وَأَجَلُّ

الله ہی اعلی اور جلیل ہے

بیہقی، شعب الإيمان کے مطابق نبی صلی الله علیہ وسلم کی پیدائش پر

فَأَخَذَهُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ فَأَدْخَلَهُ على هُبَلَ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ

عَبْدُ الْمُطَّلِبِ نے ان کو گود میں لیا اور کعبہ کے وسط میں هبل کے آگے پیش کیا

وَذَكَرَ ابْنُ إِسْحَاقَ دُعَاءَهُ وَأَبْيَاتَهُ الَّتِي قَالَهَا فِي شُكْرِ اللهِ تَعَالَى عَلَى مَا وَهَبَهُ

اور ابن اسحاق نے دعا اور اشعار ذکر کیے جو انہوں (عَبْدُ الْمُطَّلِبِ) نے الله نے جو عطا کیا اس کا شکر کرنے کے لئے کہے

ایک زمانے میں قبیلہ خُزَاعَة کے پاس کعبہ کی متولیت تھی- کتاب معجم قبائل العرب القديمة والحديثة از عمر بن رضا بن محمد راغب بن عبد الغني كحالة الدمشق (المتوفى: 1408هـ) کے مطابق

كانت لهم ولاية البيت (الكعبة) قبل قريش

ان کے پاس قریش سے پہلے کعبہ کی متولیت تھی

یہ کعبہ کے پاس پہاڑوں میں رہتے تھے- خزاعة میں اور بني كنانة میں ایک دوسرے کی جنگوں میں مدد کا معاہدہ بھی تھا – لہذا بني كنانة کا اثر و رسوخ بڑھا ہو گا اور انہوں نے اپنا بت کعبہ میں رکھوا دیا ہو گا کیونکہ کہا جاتا ہے کہ خُزَاعَة نہیں بلکہ بني كنانة اور قریش هبل کے پجاری تھے

بنی کنانہ کا تعلق كنانة بن خزيمة بن مدركة سے ہے اور خُزَيْمَةَ بْنَ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے هبل کا بت کعبہ میں رکھا تھا- لہذا عمرو بْنُ لُحَيٍّ کا الْجَزِيرَةِ (موجودہ کردستان) سے هبل کا بت لایا جانا اور اس کو کعبہ میں رکھا جانا تاریخ سے ثابت نہیں- مسلمان مورخین نے ہر بت عمرو بْنُ لُحَيٍّ سے منسوب کر دیا ہے حالانکہ اس نے بتوں پر جانور چھوڑنے کی رسم نکالی تھی جو ظاہر ہے بتوں کی معاشرہ میں مقبولیت کے بعد ہی ممکن ہے

بنی کنانہ یمن اور مکہ کے درمیان آباد تھے لہذا هبل کوئی شامی یا کردستانی یا نبطی بت نہیں تھا اس کا تعلق بھی یمن سے تھا- کنانہ والوں کے دو دیوتا تھے کتاب الأعلام از خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (المتوفى: 1396هـ) کے مطابق

وكان من أصنامهم في الجاهلية " سواع " في وادي نعمان، قرب مكة، و " هبل " في جوف الكعبة

اور جاہلیت میں ان کے اصنام میں سواع تھا وادي نعمان مکہ کے پاس اور ھبل کعبہ کے وسط میں

-سواع عورت کی شکل تھی اور ھبل مرد کی شکل کا تھا

مغربی مستشرقین کا دعوی ہے کہ ھبل اصل میں بعل ہے لیکن اس پر ان کی کوئی دلیل نہیں – پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ھبل، ود تھا اور یہ بھی وہ الله تھا وغیرہ- لیکن عجیب بات ہے کہ خود اپنے نام ھبل رکھتے ہیں اور ایک ٹیلی اسکوپ کو بھی ھبل ٹیلی اسکوپ کہا جاتا ہے جو ایک سائنس دان کے نام پر ہے- جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ ڈچ یا جرمن سے انگریزی میں آیا ہے –

یہ لفظ راقم کے خیال میں ہابیل ہے جو عبرانی میں ہوول ہے – عبرانی میں ب اور و تبدیل ہو جاتے ہیں مثلا عبرانی میں تل اویو بولا جاتا ہے اور عربی میں تل ابیب بولا جاتا ہے- اسی طرح آدم کے بیٹے کا نام عبرانی میں ہیو-ول سے عربی میں ھبل ہوا –

http://www.forvo.com/word/hevel/

یہی عبرانی نام، معرب ہو کراس بت کے لئے مشھور ہو گیا اور اس کی پوجا ہونے لگی – یہ بت بنی کنانہ سے آیا جو مکہ اور یمن کے درمیان سکونت پذیر تھا – یمن پر یہودی اثر قدیم دور سے آج تک ہے اور ان کی بعض قبائل ابھی بھی وہاں موجود ہیں-

عرب نبوت پر یقین نہیں رکھتے تھے لیکن کعبہ میں نیک لوگوں کے بت و تصویر بھی تھیں- کعبہ میں بتوں کے علاوہ تصویریں تھیں – الذہبی تاریخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام میں لکھتے ہیں کہ کعبہ میں

وَصَوَّرُوا فِيهَا الْأَنْبِيَاءَ وَالْمَلَائِكَةَ وَالشَّجَرَ، وَصَوَّرُوا إِبْرَاهِيمَ يَسْتَقْسِمُ بِالْأَزْلَامِ، وَصَوَّرُوا عِيسَى وَأُمَّهُ

انبیاء کی، فرشتوں کی درختوں کی تصویریں تھیں اور ابراہیم کی پانسوں کے ساتھ اور عیسیٰ اور ان کی ماں کی بھی

عیسیٰ اور مریم کی تصویر یا دوسرے انبیاء کی تصویریں عقیدہ نبوت پر ایمان کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے نیک مشھور ہونے کی وجہسے تھیں- لہذا ھبل کوئی غیر معروف مرد نما بت نہ تھا بلکہ بہت ممکن ہے کہ یہ ہابیل کا عبرانی نام والا بت ہو و الله اعلم

قریش مکہ کہتے تھے کہ ھم ان کی عبادت اس لئے کرتے ھیں کہ تاکہ یہ ھم کو اللہ کے قریب کر دیں سورہ الزمر

لہذا یہ نہیں جو سکتا کہ وہ تخیلاتی معبودوں کے پجاری ھوں

عرب مشرکین کے یمن کے یہودیوں سے اچھے تعلقات تھے اور یثرب کے یہود سے بھی- اسی لئے ان کو اللہ والا سمجھ کر ان سے نیک لوگ اور فرشتوں پر معلومات لیتے اور ان کے بت بنا کر پوجتے – آپ دیکھ سکتے ہیں کہ فرشتے ہوں یا اولیاء قوم نوح یا ھبل یہ سب یہود نے ان کو بتائے یہی وجہ ہے کہ مندروں پر یہودی ستو پلاتے تھے شاید یہ ایک بزنس تھا کہ عربوں کو فرشتوں کے مندر دیے جائیں اور وہاں انے والے لوگوں سے یہود بزنس کرتے تھے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کروانے کے لئے بھی مشرکین، یہود کے کے پاس گئے- لہذا وہ عرب مشرکین کی نگاہ میں قابل قدر تھے

یمن کی مملکتیں اور قرآن

مملکت حمیر (۱) قدیم یمن میں ایک حکومت رہی جس نے ایک وقت میں تمام یمن اور حضر الموت پر حکومت کی

Ḥimyarite Kingdom or Ḥimyar

-مملکت حمیر کا آغاز ۱۱۰ قبل مسیح سے ہوا

مملکت سبا پر ۲۵ بعد مسیح میں اس نے قبضہ کیا، مملکت قتبان پر ۲۰۰ بعد مسیح میں اور قریب ۳۰۰ بعد مسیح میں حضر الموت پر انہوں نے قبضہ کیا - یہ تمام علاقے قدیم یمن میں تھے- تیسری صدی بعد مسیح میں اس میں مملکت السبئیون بھی شامل ہو گئی- یہ ابتداء میں مشرک قبائلی مملکت تھی جو حجاز تک اثر و رسوخ رکھتی تھی- اسی کے آس پاس دور -میں سمندر پار افریقہ میں ایک ممکت اکثوم نے عیسائی مذہب اختیار کیا

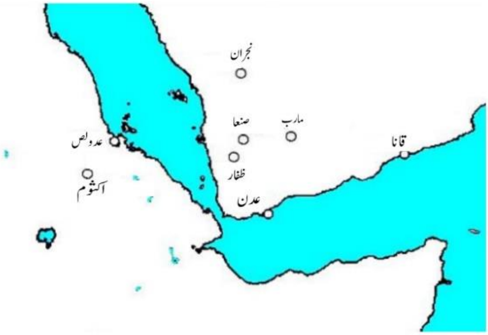

مملکت حمیر کے ایک بادشاہ أبو كرب أسعد یا أسعد أبو كُرَيْب بن مَلْكيكرب یا اسعد الکامل یا التبع نے حمیر پر ۳۹۰ سے ٤۲۰ ع تک حکومت کی- کہتے ہیں اس نے یثرب پر حملہ کیا تاکہ وہاں بڑھتے ہوئے عیسائی بازنیطی اثر کو ختم کرے- اس جنگ میں یہودیوں نے بھی مملکت حمیر کا ساتھ دیا – لیکن التبع وہاں بیمار ہو گیا حتی کہ کسی چیز سے شفا یاب نہ ہو سکا- یہ ایک مشرک تھا لیکن یثرب کے یہودیوں احبار نے اس کو جھاڑا اور یہ ٹھیک ہو گیا- اس سے متاثر ہو کر اس نے یہودی مذھب قبول کیا – اس طرح مملکت حمیر ایک یہودی ریاست بن گئی- اس کی قوم کا قرآن میں ذکر ہے

الدخان **أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ** : اللہ تعالی کہتا ہے ۳۷ میں

کیا یہ (مشرکین مکہ) بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے قبل گزرے جن کو ہم نے ہلاک کیا یہ سب مجرم تھے

اور

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ . وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ . وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ سورہ ق ۱۲ سے ١٤ میں **تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ**

ان (مشرکین مکہ) سے قبل قوم نوح اور اصحاب الرس اور ثمود اور عاد اور فرعون اور قوم لوط اور ‌َأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ اور ‌َقَوْمُ تُبَّعٍ کو ہلاک کیا سب نے رسولوں کا انکار کیا پس ان پر وَعِيدِ ثبت ہوئی

ابو داود کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا أدري تبع لعينًا كان أم لا

میں نہیں جانتا کہ تبع، مردود ہے یا نہیں

یعنی تبع کے اس تبدیلی ایمان میں وہ صحیح تھا یا نہیں اس کی خبر نہیں دی گئی لیکن اس کی قوم کو برا کہا گیا ہے- کعب الاحبار کا قول ہے ذم الله تعالی قومه ولم يذمه الله نے اس کو برا نہیں کہا اس کی قوم کو کہا ہے

بحر الحال قوم تبع الحمیر یہودی ہوئی اور حبشہ واکثوم کے عیسائیوں سے اس کی ٹھن گئی حتی کہ اکثوم نے حمیر پر حملہ کیا اور اس کے شاہ ذو نواس کو معذول کر دیا – عرب میں عیسائی اور یہودی مذھب کی تبلیغ کی وجہ سے یمن کے کچھ قبائل نے عیسائی مذھب کو قبول کیا اور یمن کا نجران کا علاقہ بھی عیسائی مذھب کا حامل ہوا- مملکت حمیر کے یہودی بادشاہ ذونواس جس کا نام یوسف تھا اس نے واپس اپنا علاقہ بزور بازو حاصل کیا اور اپنے علاقے

کے لوگوں کو جبرا یہودی مذھب اختیار کرنے کا حکم دیا – بظاہر حمیر یہودیت کے قائل تھے لیکن ان کے عقائد مشرکانہ ہو چکے تھے- اس زبر دستی میں ذونواس نے ایک بڑا قدم اٹھایا – اس نے اگ جلانے کا حکم دیا اور اس میں ۲۰ ہزار مردوں، عورتوں اور بچوں کو پھینکا گیا جنہوں نے شرکیہ عقیدہ اختیار نہیں کیا تھا – اس کا ذکر قرآن میں ہے

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ
الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ
آسمان کی قسم جس میں برج ہیں، اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے، اور حاضر ہونے والے کی اور جو اس کے پاس حاضر کیا جائے اسکی- کہ خندقوں (کے کھودنے) والے ہلاک کر دیئے گئے- یعنی) آگ (کی خندقیں) جس میں ایندھن (جھونک رکھا) تھا- جب کہ وہ ان (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے- اور جو (سختیاں) اہل ایمان پر کر رہے تھے ان کو سامنے دیکھ رہے تھے- ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ الله پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب (اور) قابل ستائش ہے- وہی جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے۔ اور الله ہر چیز سے واقف ہے- جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی ان کو دوزخ کا (اور) عذاب بھی ہوگا اور جلنے کا عذاب بھی ہوگا – (اور) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ ہی بڑی کامیابی ہے
اس کا ذکر عیسائی یونانی کتاب میں بھی ہے اور مارٹم سنکٹی ارتھائے کے نام سے مشھور ہے

Martyrium Sancti Arthae

-یہ واقعہ نجران میں ۵۲۳ ع یا ۱۰۳ قبل ہجری میں ہوا

صهيب الرومي المتوفی ۳۹ ھ سے عبد الرحمن بن أبي ليلى (ولادت ۲۱ ہجری اور وفات ۸۳ ھ) نے ایک روایت صحیح مسلم اور مصنف عبد الرزاق بیان کی ہے جس کے مطابق اصحاب الخدود کا واقعہ ماضی میں پیش آیا – عبد الرحمن بن أبي ليلى مدلس ہیں اور اس کی ہر سند کو عن سے روایت کرتے ہیں- البتہ اس میں صَوْمَعَةٍ اور راہبوں کا ذکر کرتے ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ اس میں مسلمان لوگوں سے مراد اہل کتاب تھے جو عیسیٰ پر ایمان لائے تھے لیکن موحد تھے- مصنف میں محدث عبد الرزاق کہتے ہیں

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: «وَالْأُخْدُودُ بِنَجْرَانَ» اور عَبْدُ الرَّزَّاقِ کہتے ہیں خندقوں والے نجران میں تھے

عبد الرزاق کا تعلق بھی یمن سے ہے

اس واقعہ کو سن کر اکثوم کے بادشاہ کلیب نے ایک لشکر بھیجا اور سن ۱۰۱ قبل ہجری بمطابق سن ۲۲۵ ع میں مملکت اکثوم کی بازنیطی عیسائی ریاست کے ہاتھوں مملکت حمیر تباہ ہوئی اور آخری یہودی بادشاہ ذو نواس نے خود کشی کر لی

کہا جاتا ہے کہ اکثوم کے شاہ کلیب کے دوسرے لشکر نے جس نے یمن پر حملہ کیا اس کا جنرل أبرهة تھا ایک لڑائی میں اس کے چہرے پر زخم آیا اور اس کا نام الأشرم پڑ گیا- اس کے لشکر کے پاس ایک لاکھ افریقی ہاتھی تھے – أبرهة الأشرم ، یمن کے علاقے پر اکثوم کا وائس رائے بن کر حکومت کرتا رہا حتی کہ اس نے خود کو یمن کا آزاد حاکم قرار دے دیا اور اکثوم کا باغی ہوا- یہ عیسائیت کو پسند کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ تمام عرب کعبہ اللہ کو چھوڑ کر یمن میں اس کے تعمیر کردہ کلیسا (جس کو کعبہ النجران کہا جاتا تھا) کا حج کریں- سن ۵۷۰ بمطابق ۵۳ قبل ہجری میں اس بد بخت نے کعبہ اللہ کو منہدم کرنے کا ایک منصوبہ بنایا اور اپنا ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ پہنچ گیا- کہا جاتا ہے کہ مشرکین میں سے کسی شخص نے اس کے بنائے نقلی کعبہ میں جا کر پاخانہ کر دیا جس پر یہ باولا ہوا اور یہ قدم اٹھایا لیکن یہ واقعہ خود أبرهة کی ایک چال بھی ہو سکتا ہے کیونکہ الله تعالی کہتا ہے کہ الله نے أبرهة کی چال کو ناکام کر دیا

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ
أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ
وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ
تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ
فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ
کیا تم نے دیکھا؟ کیا کام کیا تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ! کیا ان کی چال کو ناکام نہ کر دیا ؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ در جھنڈ اتارے، جو ان پر مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے، پس ان کو چبے ہوئے بھوسے جیسا کر دیا
اس واقعہ سے بیت الله کی ہیبت سارے عرب میں پھیل گئی اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ اہل کتاب اس گھر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو

النجاشی
النجاشی اصحمہ (۱) بن ابجر رضی الله عنہ المتوفی ٦٣٠ ع بمطابق ۹ ہجری اکثوم کے بادشاہ تھے اور عرب اکثوم کو الحبشہ کہتے تھے

(۱) Sahama اصل نام

النجاشی نام نہیں بلکہ ٹائٹل ہے جس کا مطلب شاہ ہے جو اکثوم کے تمام بادشاہوں کے لئے بولا جاتا تھا

مکہ میں جب مشرکین نے مسلمانوں پر تشدد سخت کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا اور ایک خط بھی ان کی طرف بھیجا مشرکین نے بھی اپنے ایلچی بھیجے کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں لیکن النجاشی نے انکار کر دیا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور آپ کو ان کی وفات کی خبر وحی کی گئی

تاریخ نزول قرآن

پہلی الوحی کون سی ہے ؟

صحیح بخاری ۔ جلد اول ۔ وحی کا بیان ۔ حدیث 3

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کس طرح شروع ہوئی، اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ ہم نے تم پر وحی بھیجی جس طرح حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد پیغمبروں پر وحی بھیجی ۔

راوی: یحیی بن بکیر , لیث , عقیل , ابن شہاب , عروہ بن زبیر, عائشہ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَائَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَائُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَائٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِکَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى جَائَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَائٍ فَجَائَهُ الْمَلَکُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَکْرَمُ فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَقَالَتْ خَدِيجَةُ کَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيکَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ وَکَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَکَانَ يَکْتُبُ الْکِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَکْتُبُ مِنْ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَائَ اللَّهُ أَنْ يَکْتُبَ وَکَانَ شَيْخًا کَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنْ ابْنِ أَخِيکَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِي أَکُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُکَ قَوْمُکَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِکْنِي يَوْمُکَ أَنْصُرْکَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ السَّمَائِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَکُ

الَّذِي جَائَنِي بِحِرَائٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَائِ وَالْأَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَی يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِيَا بَکَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ تَابَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ وَتَابَعَهُ هِلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ بَوَادِرُهُ

یحیی بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عروہ بن زبیر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے، جو بحالت نیند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے تھے، چنانچہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوجاتا، پھر تنہائی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت ہونے لگی اور غار حرا میں تنہا رہنے لگے اور قبل اس کے کہ گھر والوں کے پاس آنے کا شوق ہو وہاں تحنث کیا کرتے، تحنث سے مراد کئی راتیں عبادت کرنا ہے اور اس کے لئے توشہ ساتھ لے جاتے پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس آتے اور اسی طرح توشہ لے جاتے، یہاں تک کہ جب وہ غار حرا میں تھے، حق آیا، چنانچہ ان کے پاس فرشتہ آیا اور کہا پڑھ، آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ مجھے فرشتے نے پکڑ کر زور سے دبایا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور زور سے دبایا، یہاں تک کہ میری طاقت جواب دینے لگی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تیسری بار پکڑ کر مجھے زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب سب سے بزرگ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دہرایا اس حال میں کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا چنانچہ آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو، تو لوگوں نے کمبل اڑھا دیا، یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سارا واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صلہ رحمی کرتے ہیں، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسید بن عبدالعزی کے پاس گئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے، زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگئے تھے اور عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے۔چنانچہ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، جس قدر اللہ چاہتا، نابینا اور بوڑھے ہوگئے تھے، ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اے میرے چچا زاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنو آپ سے ورقہ نے کہا اے میرے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ تو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا، بیان کر دیا، ورقہ نے آپ سے کہا کہ یہی وہ ناموس ہے، جو اللہ تعالیٰ

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، کاش میں نوجوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا، جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا، ہاں! جو چیز تو لے کر آیا ہے اس طرح کی چیز جو بھی لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی، اگر میں تیرا زمانہ پاؤں تو میں تیری پوری مدد کروں گا، پھر زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ ورقہ کا انتقال ہوگیا، اور وحی کا آنا کچھ دنوں کے لئے بند ہوگیا، ابن شہاب نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ جابر بن عبداللہ انصاری وحی کے رکنے کی حدیث بیان کر رہے تھے، تو اس حدیث میں بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرما رہے تھے کہ ایک بار میں جا رہا تھا تو آسمان سے ایک آواز سنی، نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا، جو میرے پاس حرا میں آیا تھا ، آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، مجھ پر رعب طاری ہوگیا اور واپس لوٹ کر میں نے کہا یٰا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ)مجھے کمبل اڑھا دو مجھے کمبل اڑھا دو، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اے کمبل اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور (قُمْ فَاَنْذِرْ Ą وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ Æ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ Ć) اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے کو پاک رکھ اور ناپاکی کو چھوڑ دے ، پھر وحی کا سلسلہ گرم ہوگیا اور لگاتار آنے لگی۔ عبداللہ بن یوسف اور ابو صالح نے اس کے متابع حدیث بیان کی ہے اور ہلال بن رواد نے زہری سے متابعت کی ہے، یونس اور معمر نے فوادہ کی جگہ بوادرہ بیان کیا۔

بھائی یہ احادیث صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں بھی آئ ہیں – ان کیسےتاویل کریں گے

صحیح مسلم ۔ جلد اول ۔ ایمان کا بیان ۔ حدیث 409

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کے آغاز کے بیان میں

راوی: زہیر بن حرب , ولید , ابن مسلم , اوزاعی , یحیی
حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى يَقُولُ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ أَوْ اقْرَأْ فَقَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ أَوْ اقْرَأْ قَالَ جَابِرٌ أُحَدِّثُكُمْ مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي نَزَلْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ بَطْنَ الْوَادِي فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ أَمَامِي وَخَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ نُودِيتُ فَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ نُودِيتُ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ فِي الْهَوَاءِ يَعْنِي جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام فَأَخَذَتْنِي رَجْفَةٌ شَدِيدَةٌ فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ

فَقُلْتُ دَثِّرُونِي فَدَثَّرُونِي فَصَبُّوا عَلَيَّ مَائً فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِيَابَکَ فَطَهِّرْ

زہیر بن حرب، ولید، ابن مسلم، اوزاعی، یحیی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ قرآن کی سب سے پہلے کون سی آیات نازل ہوئیں فرمایا (يٰ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ 74۔ المدثر : 1) میں نے کہا یا (اقْرَأْ) تو وہ کہنے لگے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ قرآن میں سب سے پہلے کونسی آیات نازل ہوئیں تو انہوں نے فرمایا (يٰ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ 74۔ المدثر : 1) میں نے کہا یا (اقْرَأْ) تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے وہ حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے بیان کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں غار حرا میں ایک مہینہ تک ٹھہرا رہا جب میری ٹھہر نے کی مدت ختم ہوگئی تو میں وادی میں اتر کر چلنے لگا تو مجھے آوازی دی گئی میں نے اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا اس کے بعد پھر آواز دی گئی اور میں نے نظر ڈالی تو مجھے کوئی نظر نہ آیا اس کے بعد مجھے پھر آواز دی گئی اور میں نے اپنا سر اٹھایا تو ہوا میں ایک درخت پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا مجھ پر اس مشاہدہ سے کپکپی طاری ہوگئی اور میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آکر کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو انہوں نے مجھے کپڑا اوڑھا دیا اور مجھ پر پانی (ڈالا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں (يٰ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ 74۔ المدثر : 1

صحیح بخاری ۔ جلد دوم ۔ تفاسیر کا بیان ۔ حدیث 2137

تفسیر سورت مدثر ابن عباس نے کہا عسیر بمعنے شدید سخت دشوار اور قسورہ کے معنی ہیں آدمیوں کا شور و غوغا اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس کا معنی شیر ہے اور ہر سخت چیز قسورہ ہے مستنفرۃ خوفزدہ ہو کر بھاگنے والے۔
راوی: یحیی , وکیع , علی ابن مبارک , یحیی بن ابی کثیر

حَدَّثَنَا يَحْيَی حَدَّثَنَا وَکِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَکِ عَنْ يَحْيَی بْنِ أَبِي کَثِيرٍ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنْ الْقُرْآنِ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُلْتُ يَقُولُونَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ ذَلِکَ وَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ الَّذِي قُلْتَ فَقَالَ جَابِرٌ لَا أُحَدِّثُکَ إِلَّا مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَائٍ فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي هَبَطْتُ فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ أَمَامِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ خَلْفِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ شَيْئًا فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُونِي وَصُبُّوا عَلَيَّ مَائً بَارِدًا قَالَ

فَدَثَّرُونِي وَصَبُّوا عَلَيَّ مَائً بَارِدًا قَالَ فَنَزَلَتْ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ
یحیی ، وکیع، علی ابن مبارک، یحیی بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھا کہ سب سے پہلے قرآن کی کون سی آیت نازل ہوئی؟ تو انہوں نے کہا (يٰ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ-قُمْ فَاَنْذِرْ) 74۔ المدثر : 1۔2) نازل ہوئی میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ) سب سے پہلے نازل ہوئی تو ابوسلمہ نے کہا میں نے جابر بن عبداللہ سے اس کے متعلق پوچھا اور میں نے وہی کہا جو تم نے کہا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تم سے وہی بیان کرتا ہوں جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حرا میں گوشہ نشین تھا جب میں نے گوشہ نشینی کی مدت کو پورا کرلیا تو میں وہاں سے اترا تو میں پکارا گیا ایک آواز سنی میں نے اپنی دائیں طرف دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے اپنے بائیں طرف دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا تو میں نے سر اٹھایا تو ایک چیز دیکھی پھر میں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا تو میں نے کہا مجھ کو کمبل اڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی بہاؤ آپ نے بیان کیا کہ لوگوں نے مجھے کمبل اڑھائے اور مجھ پر ٹھنڈا پانی بہایا پھر آیت (يٰ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ-قُمْ فَاَنْذِرْ) 74۔ المدثر : 1۔2) نازل ہوئی

جواب

پہلی الوحی الاقرا کی آیات ہیں

جابر رضی اللہ عنہ نے اس کا مطلق انکار نہیں کیا کہ سورہ الاقرا پہلی نہیں انہوں نے واقعہ کا اگلا حصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور جو سنا وہ بیان کیا
عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ کا اگلا پچھلا دونوں حصوں کو سنا لہذا مکمل روایت کیا

پہلی اور دوسری الوحی میں مدت بہت تھی اس کو فَتْرَة کہا جاتا ہے
یہ بات کہ مدثر الوحی ہوئی يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ بصری نے أَبَا سَلَمَة بن عبد الرَّحْمَن بِنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ سے روایت کیا انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا
جابر وفات النبی کے وقت چھوٹے تھے یہاں تک کہ یہ خود ایک صحابیہ ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایات لیتے ہیں جو زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں
یہاں تک کہ ام مبشر بھی ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے جَابِرٍ، عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ، عَنْ حَفْصَةَ روایت کرتی ہیں

یعنی جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا لیکن اتنا نہیں جتنا امہات المومنین رضی اللہ عنہما نے

یہاں تک کہ اصحاب رسول کو جب اپس میں کسی قول پر اشکال ہوتا کہ قول نبوی ہے یا نہیں تو وہ خود ام المومنین سے رجوع کرتے تھے

لہذا عمر مرتبہ اور علم کے حساب سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کو درجہ قبولیت حاصل ہے دوسرے اپ خود پڑھیں کہ ام المومنین نے جو دوسری الوحی کا ذکر کیا ہے جابر رضی اللہ عنہ نے صرف اتنا حصہ سنا تھا

آغاز الوحی والی روایت پر شیعوں کی طرف سے اعتراض کیا گیا
کہ
اس میں عروہ بن زبیر ہے اس نے روایت گھڑی ہے
دوم عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر نہیں دی کس سے سنا
تیسرا الفاظ میں پرھنا نہیں جانتا – توہین ہے
چھوتھا کہ جبریل کون ھوتے ہیں دبوچنے والے
جواب

یہ روایت اہل سنت میں نزول الوحی پر معروف و مشھور ہے – اہل تشیع کا اس پر یہ اعتراض نیا ہے
الطباطبائي نے حدیث صحیح بخاری پر لغو اعترضات کیے ہیں
و القصة لا تخلو من شيء و أهون ما فيها من الإشكال شك النبي (صلى الله عليه وآله وسلم) في كون ما شاهده وحيا إلهيا من ملك سماوي ألقى إليه كلام الله و تردده بل ظنه أنه من مس الشياطين بالجنون، و أشكل منه سكون نفسه في كونه نبوة إلى قول رجل نصراني مترهب
یہ قصہ اشکال و وہم سے خالی نہیں ہے … رسول اللہ متردد تھے … یھاں کہ کہ ایک راہب کی بات سے سکوں میں آئے

تفسیر قمی جو شروع کی تفسیر ہے
في تفسير على بن ابراهيم وفى رواية أبي الجارود عن ابى جعفر عليه السلام في قوله : ما ودعك ربك وما قلى وذلك ان جبرئيل عليه السلام أبطأ على رسول الله صلى الله عليه وآله وانه كانت اول سورة نزلت " اقرأ باسم ربك الذى خلق " ثم ابطأ عليه فقالت خديجة رضى الله عنها : لعل ربك قد تركك فلا يرسل اليك ، فأنزل الله تبارك وتعالى " ما ودعك وما قلى " .
اس میں یہی ہے اقرا ہی پہلی سورت ہے جو نازل ہوئی اور خدیجہ نے کہا لگتا ہے اپ

کے رب نے اپ کو چھوڑ دیا اب نازل نہ کرے گا

: في عيون الاخبار باسناده إلى الحسين بن خالد قال : قال الرضا عليه السلام
سمعت ابی يحدث عن ابيه عليه السلام ان اول سورة نزلت بسم الله الرحمن الرحيم اقرأ
" باسم ربك وآخر سورة نزلت " اذا جاء نصر الله

في اصول الكافی عدة من أصحابنا عن أحمد بن سهل بن زياد عن منصور بن العباس
عن محمد بن العباس بن السری عن عمه علی بن السری عن أبی عبدالله عليه السلام قال :
أول ما نزل علی رسول الله صلی الله عليه وآله بسم الله الرحمن الرحيم اقرأ بسم ربك
" وآخره " اذا جاء نصر الله

یہ سب تفسیر نور الثقلین میں موجود ہے
یعنی ۳۰۰ ہجری تک شیعہ یہی کہتے تھے کہ سورہ الاقراء ہی پہلی سورت ہے

ورقة بن نوفل کا قصہ عروہ بن زبیر نے نہیں گھڑا اہل تشیع نے بھی ورقہ کے وجود کا ذکر کیا ہے مثلا
تفسیر مجمع البیان از أبي علی الفضل بن الحسن الطبرسي

إن الذين آمنوا » اختلف في هؤلاء المؤمنين من هم فقال قوم هم الذين آمنوا بعيسى ثم لم يتهودوا و لم ينتصروا و لم يصباوا و انتظروا خروج محمد (صلى الله عليهوآلهوسلّم) و قيل هم طلاب الدين منهم حبيب النجار و قس بن ساعدة و زيد بن عمرو بن نفيل و ورقة بن نوفل و البراء الشني و أبو ذر الغفاري و سلمان الفارسي و بحير الراهب و وفد النجاشي آمنوا بالنبي

میں ورقہ کا ذکر ہے
اسی تفسیر میں یہی صحیح بخاری کی حدیث جیسا متن ہے کہ ورقہ کے پاس خدیجہ لے کر گئیں جب پہلی الوحی آئی
قالت خديجة : فانطلقنا إلى ورقة بن نوفل بن أسد بن عبد العزى هو ابن عم خديجة

فأخبره رسول الله (صلى الله عليهوآلهوسلّم) بما رأى فقال له ورقة : إذا أتاك فاثبت له حتى تسمع ما يقول ثم أتيني فأخبرني فلما خلا ناداه يا محمد قل له ذلك فقال له أبشر ثم أبشر فأنا أشهد أنك الذي بشر به ابن مريم و أنك على مثل ناموس موسى و أنك نبي مرسل و أنك سوف تؤمر بالجهاد بعد يومك هذا و لئن أدركني ذلك لأجاهدن معك فلما توفي ورقة قال رسول الله (صلى الله عليهوآله وسلّم) : لقد رأيت القس في الجنة عليه ثياب الحرير لأنه آمن بي و صدقني يعني ورقة و روي أن ورقة قال في ذلك :

فإن يك حقا يا خديجة فأعلمي
حديثك إيانا فأحمد مرسل
و جبريل يأتيه و ميكال معهما
من الله وحي يشرح الصدر منزل
يفوز به من فاز عزا لدينه
و يشقى به الغاوي الشقي المضلل
فريقان منهم فرقة في جنانه

ثابت ہوا یہی ورقه بن نوفل کا قصہ الگ سند سے اور مختلف متن سے اہل تشیع میں بھی مروج رہا ہے اور تفسیروں میں ان کی احادیث کی کتب میں ہے تو پھر عروہ بن زبیر کا اس میں تفرد کیسے ہوا ؟

باقی رہے یہ اعتراض کہ عائشہ رضی الله عنہا نے ذکر نہیں کیا کس سے سنا تو یہ بات معلوم ہے کہ امہات المومنین میں سے تمام کو علم النبی سے ہی ملا ہے

قرآن میں ذکر ہے کہ موسی جب الله سے کلام کر رہے تھے جیسے ہی ان کا عصا سانپ میں بدلا وہ بھاگے

وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ

خوف تو بشري چیز ہے

جبریل کا رسول اللہ کو دبوچنا بھی خوف کو ختم کرنے کے لئے تھا کہ معلوم ہو کہ یہ ایک حقیقیت ہے نظر کا دھوکہ نہیں ہے

اور قرآن میں موجود ہے کہ رسول اللہ پڑھنا نہیں جانتے تھے

سوره الاحزاب کب نازل ہوئی؟

جواب

سوره الاحزاب قرآن کی ایک اہم سورہ ہے اس میں جنگ خندق پر بحث ہے اس میں پردے کا حکم ہے اس میں زینب بنت جحش رضی الله عنہا سے نکاح کا حکم ہے
زینب بنت جحش رضی الله عنہا سے شادی کے حوالے سے کتاب جمل من أنساب الأشراف میں بلاذری نے لکھا ہے
ويقال إنه تزوجها رجوعه من غزاة المريسيع، وكانت المريسيع فِي شعبان سنة خمس. ويقال إنه تزوجها فِي سنة ثلاث
اور کہا جاتا ہے ان سے نکاح کیا غزوۂ مُرَيسيع سے واپس پر اور غزوۂ مُرَيسيع شعبان سن ٥ ہجری میں ہوا اور کہا جاتا ہے سن 3 ہجری میں کیا

واقعہ افک غزوه بنی مصطلق یا غزوۂ مُرَيسيع سے واپسی پر پیش آیا جو٥ ہجری میں ہوا اس وقت تک پردے کی آیات نازل ہو چکی تھیں جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے اور یہ حکم سوره الاحزاب کا ہی ہے لہذا یہ ممکن نہیں کہ زینب رضی الله عنہا سے سن ٥ میں نکاح کیا ہو کیونکہ زینب سے نکاح کا حکم بھی سوره الاحزاب میں ہے

سوره الاحزاب کی ابتدائی آیات میں ہی پہلے زینب بنت جحش رضی الله عنہا سے نکاح کا حکم ہے –
زینب بنت جحش سے نکاح کے بعد رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے دعوت دی جس میں بعض حضرات زیادہ دیر رہے اور رسول الله نے ان کو جانے کا بھی نہیں کہا – صحیح بخاری کی روایت کے مطابق
حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهَذِهِ الآيَةِ: آيَةِ الحِجَابِ ” لَمَّا أُهْدِيَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتْ مَعَهُ فِي البَيْتِ صَنَعَ طَعَامًا وَدَعَا القَوْمَ، فَقَعَدُوا يَتَحَدَّثُونَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ، وَهُمْ قُعُودٌ يَتَحَدَّثُونَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ} [الأحزاب: 53] إِلَى قَوْلِهِ {مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ} ” [الأحزاب: 53] فَضُرِبَ الحِجَابُ وَقَامَ القَوْمُ

رسول الله صلی الله علیہ وسلم جب گئے تو دیکھا گھر میں لوگ ہیں پس آپ کو حیا آئی اور آپ چلے گئے اور الله نے حجاب کی آیت نازل کی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ

السندی کہتے ہیں کہ زینب رضی الله عنہا سے سن 3 ہجری میں نکاح کیا

زينب بنت جحش، أمُّ المؤمنين رضي الله عنها، هي أَسَدِيَّةٌ، تزوَّجها النبيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سنة ثلاث

غزوة الأحزاب ، غزوة بني المصطلق سے پہلے ہوا کیونکہ سن ٥ میں غزوة بني المصطلق ہوا تھا

لہذا امہات المومنین کو پردے کے جو احکام سورہ الاحزاب میں دیے گئے وہ سن 3 میں دیے گئے ہیں نہ کہ سن ٥ ہجری میں

اسی میں یہ آیت ہے کہ الله نے تم پر سے رجس کو دور کر دیا ہے

اس وقت تک حسین رضی الله عنہ کی پیدائش نہیں ہوئی تھی – نسب قريش از أبو عبد الله الزبيري (المتوفى: 236هـ) کے مطابق

والحسين بن علي، ويكنى أبا عبد الله؛ وولد لخمس لخمس ليال خلون من شعبان سنة أربع من الهجرة

حسین بن علی سن ٤ ہجری میں شعبان میں پانچ راتیں کم پیدا ہوئے

لہذا یہ روایت جو حدیث کساء یا چادر والی روایت کے نام سے مشہور ہے صحیح نہیں ہے منکر ہے

کاتبین الوحی اور جمع القرآن

کیا صحابی رسول عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ مرتد ہو گئے تھے ؟

جواب

طبری کی ایک روایت کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو املا کراتے تو کہتے سمیعآ علیما لیکن یہ لکھ دیتے علیما حکیما اور جب رسول اللہ کہتے علیما حکیما یہ لکھ دیتے سمیعا علیما- (لیکن رسول اللہ بعد میں اس پر کوئی اعتراض نہ کرتے) پس عبد اللہ کو اس پر شک ہوا اور وہ کافر ہو گیا

اس روایت کی سند میں اسباط بن نصر اور السدی ہے- دونوں سخت ضعیف ہیں

ان کا ایک قصہ مفسرین نے سورہ المومنون کے لئے لکھا ہے جو مکی سورہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب و لقد خلقنا الانسان من سلالہ من طین نازل ہوئی اور اس آیت تک پہنچے ثم انشاناہ خلقا آخر عبد اللہ کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا فتبارک اللہ احسن الخالقین – اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اس کو لکھ دو – عبد اللہ نے اس وقت تو لکھ دیا لیکن شک میں آ گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو جو میں لقمہ دیتا ہوں اسکو ہی وحی بنا دیتے ہیں

آپ دیکھ سکتے ہیں کس قدر بکواس اور لچر بات کی گئی ہے نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بلکہ ایک صحابی کے لئے بھی- افسوس مفسرین نے اس بات کو تفسیر میں لکھا ہے مثلا بیضآوی وغیرہ نے ، امام حاکم صاحب مستدرک نے، طبری نے-

سنن ابو داود میں انکے قصہ میں ہے کہ فتح مکہ کے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو عثمان رضی اللہ عنہ اپنے اس رضاعی بھائی عبد اللہ کو لائے اور رسول اللہ سے درخواست کی کہ اس سے بھی بیعت لے لیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا- عثمان کے تین بار اصرار پر آپ نے بیعت لے لی- اور پھر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا تم میں کوئی عقل مند نہ تھا جو اس کو برداشت نہ کر پاتا اور اس عبد اللہ کا قتل کرتا؟ اصحاب نے کہا یا رسول اللہ ہم کو آپ کے دل کا حال معلوم نہیں آپ آنکھ سے اشارہ کر دیتے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ رسول اللہ کے لئے مناسب نہیں کہ دھوکہ والے آنکھ ہو

اس کی سند میں اسباط بن نصر اور السدی ہے دونوں ضعیف ہیں

النسائي: كِتَابُ المُحَارَبَة (بَابُ الْحُكْمُ فِي الْمُرْتَدِّ) سنن نسائی: کتاب: کافروں سے لڑائی اور جنگ کا بیان

(باب: مرتد کا حکم)

4072 .

أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُفَضَّلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ قَالَ: زَعَمَ السُّدِّيُّ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ، إِلَّا أَرْبَعَةَ نَفَرٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَقَالَ: «اقْتُلُوهُمْ، وَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمْ مُتَعَلِّقِينَ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، عِكْرِمَةُ بْنُ أَبِي جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ خَطَلٍ وَمَقِيسُ بْنُ صُبَابَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي السَّرْحِ»، فَأَمَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خَطَلٍ فَأُدْرِكَ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَاسْتَبَقَ إِلَيْهِ سَعِيدُ بْنُ حُرَيْثٍ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ فَسَبَقَ سَعِيدٌ عَمَّارًا، وَكَانَ أَشَبَّ الرَّجُلَيْنِ فَقَتَلَهُ، وَأَمَّا مَقِيسُ بْنُ صُبَابَةَ فَأَدْرَكَهُ النَّاسُ فِي السُّوقِ فَقَتَلُوهُ، وَأَمَّا عِكْرِمَةُ فَرَكِبَ الْبَحْرَ، فَأَصَابَتْهُمْ عَاصِفٌ، فَقَالَ أَصْحَابُ السَّفِينَةِ: أَخْلِصُوا، فَإِنَّ آلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِي عَنْكُمْ شَيْئًا هَاهُنَا. فَقَالَ عِكْرِمَةُ: وَاللَّهِ لَئِنْ لَمْ يُنَجِّنِي مِنَ الْبَحْرِ إِلَّا الْإِخْلَاصُ، لَا يُنَجِّينِي فِي الْبَرِّ غَيْرُهُ، اللَّهُمَّ إِنَّ لَكَ عَلَيَّ عَهْدًا، إِنْ أَنْتَ عَافَيْتَنِي مِمَّا أَنَا فِيهِ أَنْ آتِيَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَضَعَ يَدِي فِي يَدِهِ، فَلَأَجِدَنَّهُ عَفُوًّا كَرِيمًا، فَجَاءَ فَأَسْلَمَ، وَأَمَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي السَّرْحِ، فَإِنَّهُ اخْتَبَأَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَلَمَّا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَى الْبَيْعَةِ، جَاءَ بِهِ حَتَّى أَوْقَفَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، بَايِعْ عَبْدَ اللَّهِ، قَالَ: فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ، ثَلَاثًا كُلَّ ذَلِكَ يَأْبَى، فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: «أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ» فَقَالُوا: وَمَا يُدْرِينَا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا فِي نَفْسِكَ، هَلَّا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ؟ قَالَ: «إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ أَعْيُنٍ»

حکم : صحیح 4072

حضرت مصعب بن سعد اپنے والد محترم (حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیان فرماتے ہیں: جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا، رسول اللہﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا تمام لوگوں کو امان دے دی۔ آپ نے فرمایا: ’’اگر تم ان کو کعبہ شریف کے پردوں سے لٹکا وہا پائو، تب بھی قتل کر دو۔‘‘ (وہ چار مرد یہ تھے:) عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ عبداللہ بن خطل کعبے کے پردوں سے لٹکا ہوا پایا گیا۔ حضرت سعید بن حریث اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف لپکے۔ سعید عمار سے پہلے پہنچ گئے کیونکہ وہ عمار کی نسبت جوان تھے۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔ عکرمہ بھاگ کر سمندر میں کشتی پر سوار ہو گیا۔ بہت تیز ہوا چل پڑی۔ (کشتی طوفان میں پھنس گئی۔) کشتی والے کہنے لگے: اب خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو کیونکہ تمہارے معبود (بت وغیرہ) یہاں (طوفان میں) تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔ عکرمہ نے کہا: اگر سمندر میں خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے کے علاوہ نجات نہیں تو خشکی میں بھی خالص اللہ تعالیٰ کو پکارے بغیر نجات نہیں مل سکتی۔ اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو مجھے اس مصیبت سے، جس میں میں پھنس چکا ہوں، بچا لے تو میں ضرور حضرت محمدﷺ کے پاس جا کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ میں انہیں بہت زیادہ معاف کرنے والا اور احسان کرنے والا پائوں گا۔ پھر وہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ باقی رہا عبداللہ بن ابی سرح! تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چھپ گیا۔ جب رسول اللہﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو حضرت عثمان اسے لے کر آئے حتیٰ کہ اسے بالکل آپ کے پاس کھڑا کر دیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! عبداللہ سے بیعت لے لیں۔ آپ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگے۔ تین بار حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی گزارش کی۔ آپ ہر دفعہ (عملاً) انکار فرما رہے تھے۔ آخر تیسری بار کے بعد آپ نے بیعت لے لی، پھر آپ اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ’’کیا تم میں کوئی سمجھ دار شخص نہیں تھا کہ جب تم دیکھ رہے تھے کہ میں نے اس کی بیعت لینے سے ہاتھ روک رکھا ہے تو کوئی شخص اٹھتا اور اسے قتل کر دیتا۔‘‘ انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ آنکھ سے ہلکا سا اشارہ فرما دیتے۔ آپ نے فرمایا: ’’نبی کے لائق نہیں کہ اس کی آنکھ خائن ہو۔‘‘

اوپر دی گئی تمام روایات چار راویوں کا بیان کردہ قصہ ہیں جن میں ہیں

<u>پہلی سند : إسماعيل بن عبد الرحمن بن أبي كريمة السدي المتوفی ١٢٧ ھ سے اسباط بن نصر کی روایت</u>

اسباط بن نصر – ابن معين اور أبو نعيم اسکو ضعیف کہتے ہیں – النسائي ليس بالقوي قوی نہیں کہتے ہیں – کتاب الجرح و التعديل کے مطابق

حرب بن إسماعيل: قلت لأحمد: أسباط بن نصر الكوفي، الذي يروي عن السدي، كيف حديثه؟ قال: ما أدري، وكأنه ضعفه.

حرب بن إسماعیل نے احمد سے پوچھا کہ اسباط بن نصر جو السدی سے روایت کرتا ہے اس کی حدیث کیسی ہے ؟ احمد نے کہا کیا پتا گویا کہ اس کو ضعیف گرداناَ

اسباط کا استاد إسماعيل بن عبد الرحمن بن أبي كريمة السدی المتوفی ١٢٧ ھ ہے

الشَّعْبِيَّ اس کے لئے کہتے

إِنَّ إِسْمَاعِيْلَ قَدْ أُعْطِيَ حَظّاً مِنَ الجَهْلِ بِالقُرْآنِ

نے شک السدی کو قرآن پر جھل بکنے کا ایک حصہ عطا کیا گیا ہے

أبو حاتم کہتے ہیں لا يحتج بقوله اس کے قول سے دلیل نہ لی جائے

<u>دوسری سند : حازم بن عطاء، أبو خلف الأعمى کی روایت</u>
حازم بن عطاء، أبو خلف الأعمى – ابی حاتم کہتے ہیں منكر الحديث، ليس بالقوي منکر حدیث ہے قوی نہیں ہے – الذھبی کہتے ہیں ضعفوه اس کی تضعیف کی گئی ہے- یحیی بن معین اس کو كذاب کہتے ہیں – ابن حجر متروک کہتے ہیں

<u>تیسری سند: شرحبيل بن سعد المدنی المتوفی ١٢٣ ھ کی روایت</u>
شرحبيل بن سعد المدنی المتوفی ١٢٣ ھ – ابن سعد طبقات میں کہتے ہیں وليس يحتج به اس قابل نہیں کہ دلیل لی جائے – أبو حاتم ضعيف الحديث کہتے ہیں – الدارقطني بھی ضعیف کہتے ہیں – یحیی ابن معین بھی ضعیف کہتے ہیں – امام مالک ليس بثقة کہتے ہیں – یحیی القطان کہتے ہیں ہم اس سے کچھ روایت نہیں کرتے – ابن الجارود: ليس بشيء، ضعیف، کوئی چیز نہیں ضعیف ہے اور أبو العرب وابن السكن والبلخي والعقيلي نے الضعفاء میں شمار کیا ہے – الساجي ضعیف کہتے ہیں

ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے- امام حاکم نے اس احمق کی روایت مستدرک میں لکھ کر دینی خدمت" کی"

سورہ المومنون مکی سورہ ہے اور مورخین کے بقول ابن ابی السرح کا ارتداد مدینہ میں ہوا جس سے ظاہر ہے یہ سب بکواس ہے

چوتھی سند

سنن النسائي 4074 : كِتَابُ المُحَارَبَة (بَابُ تَوْبَةِ الْمُرْتَدِّ) سنن نسائی: کتاب: کافروں سے لڑائی اور جنگ کا بیان باب: مرتد کی توبہ قبول ہو سکتی ہے

أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ: . أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: فِي سُورَةِ النَّحْلِ: {مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ} [النحل: 106] إِلَى قَوْلِهِ {لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ} [النحل: 106] فَنُسِخَ، وَاسْتَثْنَى مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ: {ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ} [النحل: 110] «وَهُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ الَّذِي كَانَ عَلَى مِصْرَ كَانَ يَكْتُبُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَزَلَّهُ الشَّيْطَانُ، فَلَحِقَ بِالْكُفَّارِ، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُقْتَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَاسْتَجَارَ لَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَأَجَارَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورہ نحل کی آیت: {مَنْ كَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِہٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِہَ ...} ’’جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا، لیکن جس نے کفر کے لیے اپنا سینہ کھول دیا (راضی خوشی کفر کیا) تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘ کے بارے میں فرمایا کہ پھر اسے منسوخ کر دیا گیا، یعنی اس سے یہ مستثنیٰ کر لیا گیا۔ {ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ ہَاجَرُوْا ...} ’’پھر تیرا رب ان لوگوں کو جنہوں نے آزمائش میں پڑنے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور صبر کیا (ثابت قدم رہے) بے شک آپ کا رب ان (آزمائشوں) کے بعد (ان لوگوں کو) بہت معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔‘‘ اس سے مراد عبداللہ بن سعد بن ابو سرح ہیں جو (بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں) مصر کے گورنر رہے۔ رسول اللہﷺ کے لیے (وحی و خطوط وغیرہ) لکھا کرتے تھے۔ شیطان نے انہیں پھسلا دیا اور وہ کافروں سے جا ملے۔ فتح مکہ کے دن آپ نے ان کے قتل کا حکم جاری فرما دیا لیکن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کیل یے پناہ مانگی تو رسول اللہﷺ نے انہیں پناہ دے دی (اور ان کا اسلام قبول کر لیا

یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ اس میں سورہ النحل کی مکی سورہ میں آیات میں ناسخ و منسوخ قرار دیا گیا ہے

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

النحل آیت ۱۱۰ ہے

سند میں عَلِيُّ بنُ الحُسَيْنِ بنِ وَاقِدٍ أَبُو الحَسَنِ المَرْوَزِيُّ ہے جس کو أَبُو حَاتِمٍ: ضَعِيْفُ الحَدِيْثِ کہا ہے

الحُسَيْنِ بنِ وَاقِدٍ مدلس بھی ہے اور یہاں عنعنہ ہے

<u>روایت کا سیاسی مقصد</u>

روایت اصلا عثمان رضی اللہ عنہ پر الزام لگانے کے لئے گھڑی گئی ہے – عثمان رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن سعد بن ابی السرح رضی اللہ عنہ رضاعی بھائی تھے – عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مصر کا گورنر مقرر کیا- مصر ایک زرخیز علاقہ تھا اور وہاں سے کافی مال اتا تھا اس پر بہت سوں کی نظر تھی- عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لے پالک محمد بن ابی حذیفہ کو عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نائب بنا کر مصر بھیجا – وہاں عبد اللہ کی غیر موجودگی میں محمد نے " بغاوت " کی اور خود سب کنٹرول میں لیا- عثمان رضی اللہ عنہ نے علی کے سوتیلے بیٹے محمد بن ابی بکر کو محمد بن ابی حذیفہ کی جگہ بھیجا کیونکہ دونوں دوست تھے اور ممکن تھا یہ مسئلہ حل ہو جاتا لیکن نمک حرام ابن ابی حذیفہ نے ابن ابی بکر کو کہا کہ عثمان نے تمہارے قتل کا آرڈر بھیجا ہے -اس کے بعد دونوں اس جھوٹے الزام کی آڑ میں مدینہ پر چڑھ دوڑارے اور عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل کیا – عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس وقت مصر میں نہیں تھے جب ان کو اس بغآوت کا علم ہوا وہ شام چلے گئے اور کسی بھی جنگ میں حصہ نہ لیا اور شام میں ہی وفات پا گئے

سن ۱۰۰ ہجری کے پاس جا کر اس سارے بلوے کو سند جواز دینے کے لئے یہ روایآت بنا دی گئیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تو مرتد تھے- تاریخآ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتدین کا قتل ہی کرایا مثلا ابن حنطل مرتد کو فتح مکہ پر کعبہ کی دیوار کے ساتھ قتل کرنے کا حکم دیا- اگر ایسا ہوتا تو صحیح سندوں سے یہ ہم تک ۱۰۰ ہجری سے پہلے ہی آ جاتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کس کس نے جمع القرآن کیا ؟
کیا جمع کرتے وقت کچھ آیات مفقود ہوئیں ؟

جواب
المحبر از محمد بن حبيب بن أمية بن عمرو الهاشمي، بالولاء، أبو جعفر البغدادي (المتوفى: 245هـ)
کے مطابق ٦ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں قرآن جمع کیا

سعد بن عبيد بن النعمان بن قيس
أبو الدرداء عويمر بن زيد بن قيس
ابی بن كعب بن قيس بن عبيد
زيد بن ثابت بن الضحاك
معاذ بن جبل بن عمرو
أبو زيد ثابت بن زيد بن النعمان ابن مالك
صحیح بخاری میں ہے

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: " أَرْبَعَةٌ، كُلُّهُمْ مِنَ الأَنْصَارِ: أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَبُو زَيْدٍ
انس رضی اللہ عنہ سے قتادہ نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن کس کس نے جمع کیا ؟ انہوں نے جواب دیا چار نے جو سب انصار میں سے تھے : أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَبُو زَيْدٍ
جمع القرآن تمام صحابہ کا عمل نہیں تھا کیونکہ ہزاروں صحابہ کو قرآن یاد تھا اور سب اس کی تلاوت کرتے تھے لیکن چونکہ تمام قریشی نہیں تھے اس لئے عرب میں ہی میں تلفظ کی معمولی تبدیلی تھی مثلا جیسے اردو ہندوستان پاکستان میں بولی جاتی ہے لیکن لکھنو میں بولی جانے والی اردو وہ نہیں جو حیدر آباد ہندوستان میں بولی جاتی ہے یا پاکستان میں یا دلی میں بولی جاتی ہے بعض تلفظ کی تبدیلی ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں ہو جاتی ہے لیکن اس سے مفہوم میں کوئی تبدیلی نہیں اتی – زبان میں اس لچک کی وجہ سے قرآن کو سات حروف پر نازل کیا گیا اور اس وجہ سے بظاہر دو قراتین الگ الگ محسوس ہوتیں لیکن ایک ہی تھیں

منسوخ القرات یا مفقود آیات؟

واضح رہے آیات کا منسوخ ہونا اور ان کا مصحف میں نہ لکھا جانا دو الگ باتیں ہیں قرآن کی بہت کی آیات منسوخ القرات ہیں لیکن حکم باقی ہے اسی طرح بہت سی منسوخ ہیں جن کی قرات کی جاتی ہے لیکن حکم باقی نہیں ہے

لیکن یہاں بحث اس پر ہے کہ کیا کچھ ایسا بھی تھا جو قرآن میں نہ لکھا جا سکا- بعض سطحی قسم کے لوگوں نے منسوخ القرات کی بات کو آیات کے مفقود ہونے سے ملا دیا جو صحیح نہیں ہے

کتاب فضائل القرآن للقاسم بن سلام از أبو عُبيد القاسم بن سلاّم (المتوفى: 224هـ) کی روایت ہے

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: " لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ قَدْ أَخَذْتُ الْقُرْآنَ كُلَّهُ وَمَا يُدْرِيهِ مَا كُلُّهُ؟ قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ قُرْآنٌ كَثِيرٌ، وَلَكِنْ لِيَقُلْ: قَدْ أَخَذْتُ مِنْهُ مَا ظَهَرَ مِنْهُ "
ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے ایوب اور انہوں نے نافع اور انہوں نے ابنِ عمر سے کہ انہوں نے کہا: کوئی یہ نہ کہے کہ اس نے تمام قرآن پا لیا ہے، اور اسے کیا پتہ کہ اس کا تمام کیا ہے، اس میں سے بہت سا قرآن چلا گیا ، بلکہ اسے کہنا چاہیے: میں نے اس سے (قرآن سے) وہی کچھ لیا ہے جو اس میں ظاہر ہوا ہے
اس روایت کو إسماعيل بن إبراهيم بن مقسم الأسدي المعروف بابن عُلَيَّة ، أيوب بن أبي تميمة كيسان السختياني پیدائش ٦٨ ھ – المتوفی ١٣١ ھ – کے واسطے سے بیان کر رہے ہیں – ایوب مدلس ہیں اور اس مخصوص روایت کی تمام اسناد میں ان کا تفرد ہے اور ہر سند عن سے ہے- ظاہر ہے یہ محدثین کے نزدیک مظبوط نہیں

شارحین کے مطابق اس سے مراد قرآن کی منسوخ القرات آیات کا ذکر ہے جن کی تعداد کا علم نہیں کیونکہ وقتا فوقتا قرآن میں سے کچھ آیات واپس لی گئیں اور ان کی قرات منسوخ کر دی گئی اور الفاظ اٹھ گئے

کتاب فضائل القرآن للقاسم بن سلام از أبو عُبيد القاسم بن سلاّم (المتوفى: 224هـ) کی روایت ہے

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، قَالَ: قَالَ لِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ: يَا زِرُّ، كَأَيِّنْ تَعُدُّ؟ أَوْ قَالَ: كَأَيِّنْ تَقْرَأُ سُورَةَ الْأَحْزَابِ؟ قُلْتُ: اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ آيَةً، أَوْ ثَلَاثًا وَسَبْعِينَ آيَةً. فَقَالَ: «إِنْ [ص:321] كَانَتْ لَتَعْدِلُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ، وَإِنْ كُنَّا لَنَقْرَأُ فِيهَا آيَةَ الرَّجْمِ» .

قُلْتُ: وَمَا آيَةُ الرَّجْمِ؟ قَالَ: (إِذَا زَنَا الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللَّهِ. وَاللَّهُ عَزِيزٌ " حَكِيمٌ)
زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ کہتے ہیں اُبی بن کعب نے مجھ سے کہا: اے زر تم نے سورة الاحزاب میں کتنی آیات شمار کیں اور پڑھیں؟ میں نے کہا: بہتر یا تہتر، اس نے کہا: یہ طوالت میں سورة بقرة جتنی تھی اور ہم اس میں رجم کی آیت بھی پڑھا کرتے تھے، تو میں نے ان سے کہا: رجم کی آیت کیا ہے؟ ابی نے کہا: (إِذَا زَنَا الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللَّهِ. وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ)
یعنی رجم کی آیت جس کی تلاوت منسوخ ہوئی وہ سورہ الاحزاب میں تھی

الْمُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ کا خلیفہ المہدی کے دور میں انتقال ہوا یہ بھی مدلس تھے اور ابو داود کہتے ہیں جب صرف حدثنا کہیں اسی وقت قبول کرتے یہاں ان کا عنعنہ ہے لہذا ضعیف سند ہے- ان کے دادا أبو أمية مولى عمر بن الخطاب تھے یعنی عمر کے آزاد کردہ غلام تھے

الألوسي کہتے ہیں *وكل خبر ظاهره ضياع شيء من القرآن إما موضوع أو مؤوّل*
ہر وہ خبر جس میں قرآن میں کسی چیز کے ضائع ہونے کی بات ہے وہ گھڑی ہوئی یا بڑھ ہے

ابْنِ لَهِيعَةَ کی قرآن کے حوالے سے تین عجیب روایات
عَبد اللهِ بْن لَهِيعَة عباسی خلفاء کے منظور نظر تھے اور یہ پہلے قاضی ہیں جن پر اسلام میں رشوت لینے کا الزام ہے

سن ۱۵۵ ہجری میں السفاح کے دور میں ان کو خلیفہ بنا دیا گیا یہ ایک حدیث پیش کرتے جو کتاب الفتن از ابو نعیم میں ہے

حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ يَدُومَ الْحِمْيَرِيُّ، سَمِعَ تُبَيْعَ بْنَ عَامِرٍ، يَقُولُ: «يَعِيشُ السَّفَّاحُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، اسْمُهُ فِي التَّوْرَاةِ طَائِرُ السَّمَاءِ
السفاح چالیس سال زندہ رہیں گے ان کا نام توریت میں آسمانی پرندہ ہے
ابْنِ لَهِيعَةَ مدلس ہے اور عن سے روایت نا قابل قبول ہے

ابْنِ لَهِيعَةَ کو آخری عمر میں اختلاط ہوا اس لئے اس کی روایات مطلقآ قبول نہیں کی جاتیں

ابْنِ لَهِيعَةَ نے اپنی کتب سے روایات بیان کیں لیکن جب لوگوں کو شک ہوا تو سن ۱۷۰ ہجری میں مرنے سے چار سال قبل اس کی کتب جل گئیں

ابْنِ لَهِيعَةَ نے قرآن کے حوالے سے تین عجیب روایات بیان کیں

کتاب فضائل القرآن للقاسم بن سلام از أبو عُبيد القاسم بن سلاّم (المتوفى: 224هـ) کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ بَجَالَةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، مَرَّ بِرَجُلٍ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ (النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ، وَهُوَ أَبُوهُمْ) فَقَالَ عُمَرُ: «لَا تُفَارِقْنِي حَتَّى نَأْتِيَ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ» . فَأَتَيَا أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقَالَ: «يَا أُبَيُّ، أَلَا تَسْمَعُ كَيْفَ يَقْرَأُ هَذَا هَذِهِ الْآيَةَ؟» فَقَالَ أُبَيٌّ: «كَانَتْ فِيمَا أُسْقِطَ» . قَالَ عُمَرُ: " فَأَيْنَ كُنْتَ عَنْهَا؟ فَقَالَ: شَغَلَنِي عَنْهَا مَا لَمْ يَشْغَلْكَ

عبد الغفار بن داود نے *ابْنِ لَهِيعَةَ* سے اور اس نے علی بن دینار سے روایت کیا اس نے بَجَالَةَ سے روایت کیا کہ عمر بن الخطاب ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو مصحف میں پڑھ رہا تھا، النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ، وَهُوَ أَبُوهُمْ (سورة احزاب آیت 6)، تو عمر نے اس سے کہا: جب تک اُبی بن کعب نہ جائیں تم مجھے چھوڑ کر مت جانا ، اور جب اُبی بن کعب آ گئے تو عمر نے ابی سے کہا: اے اُبی تم نے سنا یہ کیسے تلاوت کرتا ہے ؟ ابی نے کہا عمر نے اس شخص کو کہا تم کو یہ کہاں سے گویا کہ یہ اس (قرآن) میں (لکھنے) سے رہ گئی ملی؟ اس نے کہا میں اس میں مشغول رہا اور آپ اس میں مشغول نہیں رہے

بَجَالَةُ بْنُ عَبَدَةَ التَّمِيمِيُّ الْبَصْرِيُّ کا سماع عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے کتاب المعرفة از بیہقی کے مطابق امام الشافعی کہتے ہیں یہ مجھول ہے

روایت آوٹ پٹانگ ہے - ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جب عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن جمع کیا تو پھر بھی نہیں لکھا

کتاب فضائل القرآن للقاسم بن سلام از أبو عُبيد القاسم بن سلاّم (المتوفى: 224هـ) کی روایت ہے

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ الْكَلَاعِيِّ، أَنَّ مَسْلَمَةَ بْنَ مُخَلَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ لَهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ: أَخْبِرُونِي بِآيَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ لَمْ تُكْتَبَا فِي الْمُصْحَفِ، فَلَمْ يُخْبِرُوهُ، وَعِنْدَهُمْ أَبُو الْكَنُودِ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، فَقَالَ مَسْلَمَةُ: (إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَلَا أَبْشِرُوا أَنْتُمُ الْمُفْلِحُونَ، وَالَّذِينَ آوُوهُمْ وَنَصَرُوهُمْ وَجَادَلُوا عَنْهُمُ الْقَوْمَ الَّذِينَ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أُولَئِكَ لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)

ابو عبید نے کہا کہ ہمیں ابن ابی مریم نے *ابْنِ لَهِيعَةَ* سے اور انہوں نے یزید بن عمرو المغافری سے اور انہوں نے ابی سفیان الکلاعی سے روایت کیا کہ مسلمة بن مخلد الانصاری نے انہیں ایک دن کہا: مجھے قرآن کی ایسی دو آیتیں بتاؤ جو مصحف میں نہیں لکھی گئیں تو انہوں نے اسے نہیں بتایا، ان کے ہاں ابو الکنود سعد بن مالک موجود تھا تو ابو مسلمة نے کہا: "(إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

وَهَاجَرُوا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَلَا أَبْشِرُوا أَنْتُمُ الْمُفْلِحُونَ، وَالَّذِينَ آوُوهُمْ وَنَصَرُوهُمْ وَجَادَلُوا عَنْهُمُ الْقَوْمَ الَّذِينَ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أُولَئِكَ مَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
ابی سفیان الکلاعی مجھول ہے

ابْنِ لَهِيعَةَ کہنا چاہتا ہے کہ ۱۲۰ سال پہلے عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جو قرآن جمع ہوا اس میں تمام آیات نہیں لکھی گئیں خاص طور پر سورہ الاحزاب پر اس کی خاص نظر ہے- اس کے مطابق اس میں ۲۰۰ کے قریب آیات تھیں اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باپ کہا گیا تھا- افسوس اسی قرآن میں ہے

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیما
اور محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے لیکن اللہ کا رسول ہے اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے
عَبد اللهِ بْن لَهِيعَة نے روایت میں بتایا کہ قرآن میں اس میں تھا جو نفس سورہ سے ہی متصادم ہے

آیت جوروایت میں مفقود بتائی گئی ہے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَلَا أَبْشِرُوا أَنْتُمُ الْمُفْلِحُونَ،) وَالَّذِينَ آوُوهُمْ وَنَصَرُوهُمْ وَجَادَلُوا عَنْهُمُ الْقَوْمَ الَّذِينَ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أُولَئِكَ مَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

اس متن کی قرآن میں آیات ہیں اور ان کو ہی ملا کراس روایت میں ایک نئی آیت بنا دی گئی ہے لہذا اس روایت کا مقصد صرف موجودہ قرآن پر شک پھیلانا ہے

کتاب فضائل القرآن للقاسم بن سلام از أبو عُبيد القاسم بن سلاّم (المتوفى: 224هـ) کی روایت ہے

حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: " كَانَتْ سُورَةُ الْأَحْزَابِ تُقْرَأُ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَتَيْ آيَةٍ، فَلَمَّا كَتَبَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ لَمْ يَقْدِرْ مِنْهَا إِلَّا عَلَى مَا هُوَ الْآنَ
ہمیں ابن ابی مریم نے *ابْنِ لَهِيعَةَ* سے اور انہوں نے ابی الاسود (مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْأَسَدِيُّ الْمَدِينِيُّ) سے اور انہوں نے عروة بن الزبیر سے اور انہوں نے عائشہ سے کہ انہوں نے

کہا: رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دنوں میں سورة الاحزاب پڑھی جاتی تھی اور اس میں دو سو آیتیں ہوتی تھیں مگر جب عثمان نے قرآن جمع کیا تو اس میں اتنی پر ہی قادر ہو سکے جو اس میں اب ہیں

الانتصار للقرآن میں أبو بكر الباقلاني المالكي (المتوفى: 403هـ) کہتے ہیں

فجوابُنا عن كل ما يردُ من هذا الجنس أنه مما كان قرآناً رُفع ونُسخت تلاوتُه، وذلك ما لا ينكره ولا يُدفعُ في الجملة أن يكون الله سبحانَه قد أنزلَ قرآناً كثيراً ثم نسخَ تلاوتَه وإن كنَّا لا نتيقن صحة كل خبر من هذه الأخبار.

پس ہمارا جواب اس قسم کی تمام روایات پر یہ ہے ہے قرآن میں تھا جو اٹھ گیا اور اس کی تلاوت منسوخ ہوئی اور یہ ایسی بات ہے جس کا انکار نہیں ہے اور نہ ہی اس کا رد کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے قرآن میں بہت کچھ نازل کیا پھر اس کی تلاوت منسوخ کی اگرچہ ہم اس قسم کی تمام خبروں کی صحت پر یقین نہیں کرتے

اہل تشیع کے علماء میں أبو جعفر الطوسي کتاب التبيان: 1/ 394 کہتے ہیں

قد جاءت أخبار متضافرة بأنه كانت أشياء في القرآن نسخت تلاوتها وعددها، وذكر منها أن سورة الأحزاب كانت تعادل سورة البقرة في الطول

بلا شبہ روایات آئی ہیں کہ قرآن میں ایسی چیزیں تھیں جن کی تلاوت منسوخ ہوئی اور ان کو گنا گیا اور ذکر کیا گیا ہے کہ سورہ الاحزاب میں آیات سورہ بقرہ برابر تھیں

یعنی یہ بات کہ سورہ الاحزاب میں منسوخ آیات تھیں اہل تشیع کے ہاں بھی قبول کی جاتی ہے

الخلع والحفد کی حقیقت

بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ اس نام کی سورتیں تھیں ان کا متن کیا تھا ؟ اس پر روایات میں ہے

مصنف عبد الرزاق کی روایت ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ الْكَاهِلِيِّ، أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَقْنُتُ بِهَاتَيْنِ السُّورَتَيْنِ فِي الْفَجْرِ، غَيْرَ أَنَّهُ يُقَدِّمُ الْآخِرَةَ وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ، وَنَخَافُ عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِينَ مُلْحَقٌ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ، وَنَسْتَهْدِيكَ، وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهُ، وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ

عبد الرزاق ، حسن بن عماره سے وہ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ سے وہ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ الْكَاهِلِيِّ سے وہ علی سے روایت کرتے ہیں کہ علی نماز فجر میں ان دو سورتوں سے قنوت کرتے اور کہتے اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ، وَنَخَافُ عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِينَ مُلْحَقٌ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ، وَنَسْتَهْدِيكَ، وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهُ، وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ

یہ دعائے قنوت ہے نہ کہ سورتیں - لیکن بعض میں اس کو دو سورتیں کہا گیا ہے

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سُوَيْدٍ الْكَاهِلِيِّ، أَنَّ عَلِيًّا قَنَتَ فِي الْفَجْرِ بِهَاتَيْنِ السُّورَتَيْنِ: «اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَلَا نَكْفُرُ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ، اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ نَرْجُو رَحْمَتَكَ، وَنَخْشَى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ»

یہاں سند میں عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سُوَيْدٍ الْكَاهِلِيِّ کہا گیا ہے جبکہ مصنف عبد الرزاق میں سند میں نام عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ الْكَاهِلِيِّ ہے دونوں مقام پر اس کو سورتیں کہا گیا ہے - عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سُوَيْدٍ مجہول ہے لگتا ہے یہ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ کی غلطی سے ہوا ہے

مصنف ابن ابی شیبہ میں اس کو قرات کہا گیا ہے

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، فِي قِرَاءَةِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: «اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ، وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ، وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ، اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ، وَنَخْشَى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ»

مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ نے کہا ابی بن کعب کی قرات میں تھا

سند میں جعفر بن برقان الكلابي ضعیف ہے

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دعا قنوت سکھائی

حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: عَلَّمَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ أَنْ نَقُولَ فِي الْقُنُوتِ يَعْنِي فِي الْوِتْرِ: «اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ، وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُثْنِي عَلَيْكَ، وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ، وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ، اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّي، وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ، وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ، وَنَخْشَى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحَقٌ»

طبرانی الکبیر کی روایت ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، ثنا أَبِي، ثنا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ: «أَمَّنَا أُمَيَّةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَالِدِ بْنِ أُسَيْدٍ بِخُرَاسَانَ فَقَرَأَ بِهَاتَيْنِ السُّورَتَيْنِ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ
عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ بن أَبِي إِسْحَاقَ عَمْرِو بنِ عَبْدِ اللهِ الهَمْدَانِيُّ کہتے ہیں میرے باپ نے میرے دادا ابو اسحاق سے روایت کیا کہ خراسان میں أُمَيَّةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَالِدِ بْنِ أُسَيْدِ المتوفی ۸۷ ھ کی بدولت ہم ایمان لائے اور وہ وہاں دو سورتیں إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ پڑھتے تھے
واضح رہے کہ أُمَيَّةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَالِدِ بْنِ أُسَيْدٍ ایک اموی تھے جن کو خراسان پر گورنر خلیفہ عَبْدِ المَلِكِ بنِ مَرْوَانَ مقرر کیا تھا جو شیعہ نہ تھے لیکن اس روایت کو بیان کرنے والے ابو اسحاق السَّبِيْعِيُّ شیعہ مشھور ہیں

ابو اسحاق السَّبِيْعِيُّ جو خود ایک کٹر شیعہ تھے ان کے مطابق ابو امیہ کے دور تک ان سورتوں کی تلاوت ہو رہی تھی - اغلبا ابو اسحاق السَّبِيْعِيُّ کو مغالطہ ہوا کہ یہ سورتیں ہیں جبکہ یہ دعا قنوت تھی جو آج تک کی جاتی ہے اور مصحف کا حصہ نہیں ہیں

مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ کی روایت ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ، يَأْثِرُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي الْقُنُوتِ ... بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، اللَّهُمَّ إِنَّا، نَسْتَعِينُكَ، وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُثْنِي عَلَيْكَ وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ، وَنَخَافُ عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحَقٌ
ابن جريج کہتے ہیں عَطَاءٌ کے واسطے سے وہ کہتے ہیں عبيد بن عمير بن قتادة بن سعد أبو عاصم الليثي کو سنا انہوں نے بیان کیا عمر نے نماز میں قنوت کیا اور . بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، پڑھ کر اللَّهُمَّ إِنَّا، نَسْتَعِينُكَ، وَنَسْتَغْفِرُكَ پڑھی - بعض کا اس پر گمان گیا کہ اگربسم الله پڑھی گئی ہے تو گویا یہ سورت ہے

بسم الله پڑھنے سے یہ قطعی ثابت نہیں ہوتا کہ یہ قرآن ہے یا نہیں کیونکہ بسم الله کو قرآن میں آیت سمجھ کر نہیں لکھا گیا بلکہ سنت کا طریقہ ہے تلاوت سے پہلے اس کو پڑھا جاتا تھا اس پر علماء کا اختلاف ہے کہ کیا بسم الله سورہ الفاتحہ کا حصہ ہے اور یہ اختلاف بھی صرف سورہ الفاتحہ پر ہے – جمہور علماء کی رائے میں بسم الله قرآن کا حصہ نہیں ہے

روایت کو علماء صحیح کہتے ہیں لیکن وہ اس سے دلیل نہیں لیتے کہ یہ سورتیں ہیں مثلا کتاب إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل میں البانی اس روایت کا ذکر کر کے کہتے ہیں

قلت: قد ثبت القنوت قبل الركوع عن عمر من عدة طرق صحيحة عنه
میں کہتا ہوں یہ ثابت ہے کہ عمر رکوع سے قبل قنوت کرتے تھے جو بہت سے صحیح طرق سے مروی ہے
سورةِ الخلْعِ کے الفاظ کہے جاتے ہیں

اللهمَّ إنّا نَستعينُك ونَستغفرُك، ونُثْني عليكَ ولا نَكْفُرُك، ونَخلعُ ونَترُكُ مَنْ يَفجرُك

سورةِ الحَفْدِ کے الفاظ کہے جاتے ہیں

اللهمَّ إيّاك نَعْبُد، ولك نُصَلّي ونَسجد، وإِليكَ نَسْعى ونَحْفِد، نَرجو رحمتَك ونَخشى عَذابَك، إنَّ عذابَك بالكفارِ مُلْحِق

كتاب البرهان في علوم القرآن از الزركشي (المتوفى: 794هـ) کے مطابق

وَأَنَّهُ ذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَقْرَأَهُ إِيَّاهُمَا وَتُسَمَّى سُورَتَي الْخَلْعِ وَالْحَفْدِ
اور ذکر کیا جاتا ہے نبی صلی الله علیہ وسلم ان کی قرات کرتے تھے اور اس کو الْخَلْعِ وَالْحَفْدِ سورہ کہا گیا ہے
اسی طرح کہا جاتا ہے ابی بن کعب کے قرآن میں ایک سو سولہ سورتیں تھیں یعنی موجودہ قرآن کے علاوہ دعائے قنوت بھی اس کے آخر میں لکھی ہوئی تھی

البرهان للزركشي

اب کوئی یہ بتائے کہ کیا یہ دعائے قنوت کوئی ایسا کلام ہے جس سے ایمانیات میں کوئی کمی اتی ہو یہ تو دعآ کے کلمات ہیں اور امت کی ایک کثیر تعداد ان الفاظ کو قنوت میں پڑھتی ہے
الرزقانی کتاب مناهل العرفان في علوم القرآن میں کہتے ہیں

وهذا الدعاء هو القنوت الذي أخذ به السادة الحنفية
اور یہ دعا ہے جو قنوت میں ہے جس کو سادات حنفیہ نے لیا ہے
لہذا الخلع والحفد مفقود ہیں ایک شوشہ ضرور ہے لیکن اس شوشے میں جان نہیں ہے

ابن جوزی اپنی کتاب فنون الأفنان في عيون علوم القرآن میں لکھتے ہیں کہ

وجملة سوره على ما ذكر عن أُبي بن كعب رضي اللَّه عنه مائة وست عشرة سورة. وكان ابن مسعود رضي اللَّه عنه يُسقط
المعوذتين، فنقصت جملته سورتين عن جملة زيد. وكان أُبي بن كعب يُلحقهما ويزيد إليهما سورتين، وهما الحَفدة والخَلع.
إحداهما: "اللهم إنا نستعينك ونستغفرك ... "، وهي سورة والْأُخرى: (اللهم إياك نعبد ...) ، وهي سورة الحفد. فزادت جملته على جملة زيد سورتين، وعلى جملة ابن مسعود أربع سور. وكل أدى ما سمع، ومصحفنا أولى بنا أن نتبع.
اور وہ جملہ سورتیں جو ابی بن کعب کے حوالے سے ذکر کی گئی ہیں ان کی تعداد ١١٦ ہے اور ابن مسعود نے المعوذتین کو مصحف میں سے گرا دیا اس سے دو سورتیں کم ہوئیں جو زید بن ثابت کے پاس تھیں- اور ابی بن کعب اس میں دو سورتوں کا اضافہ کرتے اور وہ ہیں : الخَلع ایک ہے "اللهم إنا نستعينك ونستغفرك ... " اور دوسری ہے اللهم إياك نعبد ... جو سورہ الحفد ہے
پس ان پر دو سورتوں کا اضافہ کرتے اور ابن مسعود اس طرح چار سورتوں کا انکار کرتے
یعنی (المعوذتین اور الحَفدة والخَلع کا) ... اور ہمارے لئے جو مصحف ہے ہمارے لئے اولی ہے کہ اس کی اتباع کریں
ابن قتيبة بھی اپنی کتاب تأويل مشكل القرآن میں ذکر کرتے ہیں کہ

وأما نقصان مصحف عبد الله بحذفه (أمّ الكتاب) و (المعوّذتين) ، وزيادة أبىّ بسورتى القنوت- فإنا لا نقول: إن عبد الله وو أبيّا أصابا وأخطأ المهاجرون والأنصار، ولكنّ (عبد الله) ذهب فيما يرى أهل النظر إلى أن (المعوذتين) كانتا كالعوذة والرّقية وغيرها، وكان يرى رسول الله، صلّى الله عليه وآله وسلّم، يعوّذ بهما الحسن والحسين وغيرهما ، كما كان يعوّذ بأعوذ بكلمات الله التّامة ، وغير ذلک، فظنّ أنهما ليستا من القرآن
ابن مسعود کے مصحف میں کمی تھی کہ سورہ الفاتحہ محذوف تھی اور المعوّذتین اور – اور ابی بن کعب کے مصحف میں قنوت پر دو سورتیں تھیں تو اس پر ہم یہ نہیں کہتے کہ ابن

مسعود یا ابی بن کعب ٹھیک تھے اور باقی مہاجرین و انصار نے خطا کی لیکن ابن مسعود نے اس کو اہل نظر کی طرح دیکھا کہ سورہ فلق و الناس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعوذ کیا اور دم کیا اور اسی طرح دیگر سے اور دیکھا کہ رسول اللہ نے حسن و حسین کو اس سے تعوذ کیا اور دیگر کو جیسے وہ أعوذ بكلمات الله التّامة سے تعوذ کرتے تھے پس انہوں نے گمان کیا کہ قرآن سے نہیں ہیں

پھر آگے لکھتے ہیں کہ

وإلى نحو هذا ذهب أبيّ فى (دعاء القنوت) ، لأنه رأى رسول الله، صلّى الله عليه وآله وسلّم، يدعو به فى الصلاة دعاء دائما، فظن أنه من القرآن، وأقام على ظنه، ومخالفة الصحابة

اور اسی طرح ابی بن کعب گئے اس طرف کہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دعا قنوت نماز میں دائمی پڑھتے تو وہ سمجھے یہ قرآن میں سے ہے اور ان کا یہ ظن برقرار رہا اور صحابہ نے اس ظن کی مخالفت کی

طرفہ تماشہ ہے کہ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں سے ان سورتوں کو نکال دیا دوسری طرف بنو امیہ کے خلیفہ عبد الملک کے دور تک کہا جاتا ہے کہ ان کو پڑھا جا رہا تھا جو ظاہر کرتا ہے کہ یہ مغالطہ نو مسلموں کوہوا جن کو جمع القران کی جزیات تک کا علم نہ تھا

اللہ ہم کو ایمان پر قائم رکھے امین

جمع القرآن پر ایک صاحب کا کہنا ہے

حدثنا موسى بن إسماعيل، عن إبراهيم بن سعد، حدثنا ابن شهاب، عن عبيد بن السباق، أن زيد بن ثابت ـ رضى الله عنه ـ قال أرسل إلى أبو بكر مقتل أهل اليمامة فإذا عمر بن الخطاب عنده قال أبو بكر ـ رضى الله عنه ـ إن عمر أتاني فقال إن القتل قد استحر يوم اليمامة بقراء القرآن وإني أخشى أن يستحر القتل بالقراء بالمواطن، فيذهب كثير من القرآن وإني أرى أن تأمر بجمع القرآن. قلت لعمر كيف تفعل شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمر هذا والله خير. فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك، ورأيت في ذلك الذي رأى عمر. قال زيد قال أبو بكر إنك رجل شاب عاقل لا نتهمك، وقد كنت تكتب الوحى لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتتبع القرآن فاجمعه فوالله لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل على مما أمرني من جمع القرآن قلت كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم قال هو والله خير فلم يزل أبو بكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر أبي بكر وعمر ـ رضى الله عنهما ـ فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال حتى وجدت آخر سورة التوبة مع أبي خزيمة الأنصاري لم أجدها مع أحد غيره {لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم} حتى خاتمة براءة، فكانت الصحف عند أبي بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حياته ثم عند حفصة بنت عمر ـ رضى الله عنه ـ

روایت میں عبیدابن السباق مجہول النسب راوی شامل ھے جس سے ابن شھاب زھری روایت کر رھا ھے، ابن شہاب زھری جیسے شخص کا نام آتے ھی ھمارے محدثین کی آنکھوں پر تقدس کی پٹی چڑھ جاتی ھے اور اس کے بعد وہ جو کچھ ان کو کھلا دیتا ھے بلا حیل و حجت کھا لیتے ھیں قرآن جیسی خدا کی حفاظت میں محفوظ کتاب پر وار کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کی بات پر اعتبار کر لینا جس کے باپ دادا پر دادا کا نام و نسب کسی کو پتہ نہیں، جس کی سوائے اس روایت کے جو کہ سرے سے جھوٹی اور من گھڑت ھے، اور دوسری روایت جو مذی سے متعلق ھے جو کہ خلاف عقل ھے، کوئی تیسری حدیث ذخیرہ حدیث میں نہیں پائی جاتی یہ شخص ھمیشہ اس سے روایت کرتا ھے جو اس کی پیدائش سے پہلے مر چکا ھوتا ھے،، (عبید ابن السباق پیدائش 50 ھجری بقول امام بخاری در تاریخ کبیر –تاریخ وفات زید بن ثابتؓ 48 ھجری بقول ابن حجر بقلم خود) اس عبید ابن سباق کو اس کی پیدائش سے دو سال پہلے رحمِ مادر میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اور عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تھے، جنگ یمامہ کے زمانہ میں اور کہا کہ اے زید یہ عمر میرے پاس آیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ جنگ میں بہت خونریزی ہوئی ہے اور بہت سے قرآن کے قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ اور جنگوں میں بھ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہ سکتا ہے جس کی وجہ سے قرآن کا بڑا ذخیرہ یا بہت زیادہ قرآن ضائع ہو جائے گا اس لئے عمر کہتا ہے کہ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ قرآن کے جمع کا حکم دیا جائے –تو میں نے عمر کو کہا کہ میں وہ کام کیسے کروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہس کیا تو عمر نے کہا کہ یہ کام بہت ضروری ہے اور بہتر اور خیر ہے اور اس پر اصرار کرتا رہا تاکہ اللہ پاک نے اس معاملہ میں میرا سینہ کھول دیا اور شرح صدر کر دیا–زید نے کہا کہ مجھے ابوبکر نے کہا کہ تو نوجوان آدمی ہے اور ہم نے تجھے کسی تہمت میں بھی ملوث نہیں پایا اور تم رسول اللہ کے لئے بھی وحی لکھتے تھے اس لئے قرآن کی تلاش کرو اور پھر اس کو جمع کرو۔ سو اللہ کی قسم اگر یہ لوگ مجھے پہاڑ کو ادھر ادھر کرنے کو کہتے تو مجھے اتنا بھاری نہ لگتا جتنا یہ جمع القرآن والا کام بھاری ہے۔ تو میں نے ان کو کہا کہ آپ یہ کام کیسے کر رہے ہو جو رسول نے نہیں کیا تو ابوبکر نے کہا کہ قسم سے یہ اچھا کام ہے اور مجھے بار بار کہتے رہے تاکہ میرا بھی شرح صدر ہو گیا پھر میں جمع قرآن کے پیچھے پڑ گیا اور کھجور کے لکڑیوں، ہڈیوں، پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کیا اور مجھے سورہ توبہ کی آخری آیت نہیں مل رہ تھی آخر وہ صرف ایک ہی صحابی ابو خزیمہ انصاری کے پاس ملیں –یعنی لقد جاء کم رسول من انفسکم سے آخر سورہ تک –پھر یہ جمع کردہ صحیفے ابوبکر کے پاس رہے ان کی وفات کے بعد عمر کے پاس اور ان کی وفات کے بعد ام المومنین حفصہ بنت عمر کے پاس رہے۔

1- عبید ابن سباق حضرت زید بن ثابتؓ کی وفات کے دو سال بعد پیدا ھوا ھے، امام بخاری اگر ابن شھاب کے تقدس سے ھپناٹائز نہ ھوتے اور ابن شھاب سے آگے اس کے شیخ عبید ابنِ السباق کی حقیقت پر نظر مار لیتے تو اس کے داؤ میں کبھی نہ آتے، جبکہ خود امام بخاری اپنی تاریخ کبیر میں اس راوی کی پیدائش 50 ھجری اور وفات 118 ھجری 68 سال کی عمر میں لکھتے ھیں تو پھر وہ اپنے پیدا ھونے سے دو سال پہلے 48 ھجری میں فوت ھو جانے والے صحابی سے روایت پر لازم چونک جاتے،، عجیب تماشہ ھے کہ اس کے ترجمے میں لوگ یہ تو لکھ دیتے ھیں کہ اس نے ام المومنین سے بھی حدیث روایت کی ھے، جبکہ ساری امھات المومنین اس کی پیدائش سے پہلے یا بچپن میں فوت ھو گئ تھیں،، ابن عباس روایت کا ذکر ھے مگر اس کی کوئی روایت ذخیرہ حدیث میں موجود نہیں جو ابن عباس سے مروی ھو یا امھات المومنین سے مروی ھو، اس کے ترجمے میں یہ بڑے بڑے نام ڈالنے کا مقصد صرف اس کے شیئر کا گراف بلند کرنا مقصود ھے،

ورنہ بخاری کا راوی ھو اور ایک حدیث بیان کرکے غائب ھو جائے، اور بعد والے اگر امام بخاری کی عظمت کی پٹی کا ایک کونا اٹھا کر ایک آنکھ سے بھی اس عبید کی حقیقت کی چھان بین کر لیتے تو کبھی قرآن پر ایک کاری وار کا ذریعہ نہ بنتے۔

جواب

طبقات ابن سعد کے مطابق
عُبَيْدُ بْنُ السَّبَّاقِ الثَّقَفِيُّ. رَوَى عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ فِي الْمَذْيِ , وَرَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
عُبَيْدُ بْنُ السَّبَّاقِ الثَّقَفِيُّ نے سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رضی الله عنہ سے الْمَذْيِ کے حوالے سے روایت کیا ہے اور ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنہ سے بھی

امام بخاری کے مطابق ام المومنین جویرہ رضی الله عنہا سے روایت ہے اور زید بن ثابت رضی الله عنہ سے بھی

ابن ابی حاتم کہتے ہیں
عبيد بن السباق روى عن اسامة بن زيد وسهل بن حنيف وابن عباس وميمونة روى عنه الزهري سمعت أبي يقول ذلك
ان اصحاب سے بھی انہوں نے روایت کیا ہے
جن صاحب کی یہ تحریر ہے ان کو اعتراض اس پر ہے کہ عُبَيْدُ بْنُ السَّبَّاقِ الثَّقَفِيُّ سن ٥٠ ھ میں پیدا ہوا – بقول ان کے ایسا تاریخ الکبیر از امام بخاری میں ہے – لیکن راقم کو یہ قول تاریخ الکبیر میں نہیں ملا

قرآن میں ہے کہ مشورہ کرو- لیکن یہ ان معاملات میں ہے جن میں حاکم ضروری سمجھے بعض اوقات
Executive Order
جاری کیا جاتا ہے
اسی لئے امیر کی اطاعت کا حکم ہے

اولوالامر کی اطاعت کا انکار اس پر نہیں ہوتا کہ انہوں نے مشورہ تو کیا ہی نہیں

مثلا جو زکوہ نہیں دیے رہے ان سے قتال ابو بکر رضی اللہ عنہ کا
Executive Order
ہے

اور اسی طرح جمع القرآن بھی

موصوف نے کہا

9- اب مزید وار کیئے جا رہے ہیں تا کہ ثابت کیا جائے کہ سورتیں اور آیتیں خلفاء راشدین نے اپنی پسند کے مطابق ترتیب دیں ،مثلاً ایک روایت میں کہلوایا گیا کہ جب سورہ توبہ کے آخر والی دو آیات ملیں تو عمرؓ نے کہا کہ اگر یہ تین آیتیں ہوتیں تو ہم ان کی نئ سورت بنا دیتے مگر چونکہ یہ دو ہیں لہذا ان کو آخری نازل ہونے والی سورت میں رکھ دو ،، گویا عمر و ابوبکر بیٹھ کر آیتوں کی تعداد و ترتیب طے کر رہے تھے

راقم کہتا ہے ایک صحیح روایت کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایک ضعیف سے استدلال قائم کیوں کیا جا رہے ہے
اس کی روایت کی سند صحیح نہیں
کتاب المصاحف از ابن ابی داود کی روایت ہے
حَدَّثَنا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: أَتَى الْحَارِثُ بْنُ خُزَيْمَةَ بِهَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ السُّورَةِ: {لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ} إِلَى قَوْلِهِ: {رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ} [التوبة: 129] إِلَى عُمَرَ فَقَالَ: مَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا؟ قَالَ: لَا أَدْرِي وَاللَّهِ إِلَّا أَنِّي أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَعَيْتُهَا وَحَفِظْتُهَا، فَقَالَ عُمَرُ: " وَأَنَا أَشْهَدُ لَسَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَتْ ثَلَاثَ آيَاتٍ لَجَعَلْتُهَا سُورَةً عَلَى حِدَةٍ، فَانْظُرُوا سُورَةً مِنَ الْقُرْآنِ فَأَلْحِقُوهُمَا، فَأَلْحَقْتُهَا فِي آخِرِ بَرَاءَةَ "
سند میں محمد بن اسحاق مدلس ہے اور وہ ضعیف ہے

عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ نے کہا الْحَارِثُ بْنُ خُزَيْمَةَ دو آیات لے کر عمر کے پاس گئے وغیرہ
سوال وہی اتا ہے کہ کیا الْحَارِثُ بْنُ خُزَيْمَةَ کی وفات سے پہلے عباد نے ان سے سنا یا نہیں؟

کیا قرآن کی کچھ آیات بکری کھا گئی

محمّد بن اسحاق بن یسار وہ راوی ہے جو عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر الزام لگاتا ہے کہ قرآن کی کچھ آیات بکری کھا گئی اس میں اس کا تفرد ہے. ان کے لئے ثقه سے لے کر دجال تک کے الفاظ ملتے ہیں اور شیعت سے بھی ان کی سوچ پراگندہ ہے

سنن ابن ماجہ کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ نَزَلَتْ آيَةُ الرَّجْمِ وَرَضَاعَةُ الْكَبِيرِ عَشْرًا، وَلَقَدْ كَانَ فِي صَحِيفَةٍ تَحْتَ سَرِيرِي، فَلَمَّا مَاتَ رَسُولُ الله – صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –. وَتَشَاغَلْنَا بِمَوْتِهِ، دَخَلَ دَاجِنٌ فَأَكَلَهَا

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے رجم کی آیت اتری اور بڑے آدمی کو دس بار دودھ پلا دینے کی اور یہ دونوں آیتیں ایک صحیفہ پر لکھی تھیں میرے بستر کے تلے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور ہم آپ کی وفات میں مشغو ل تھے بکری آئی اور وہ صحیفہ کھا گئی

شعيب الأرنؤوط تحقیق میں لکھتے ہیں

لا يصح، تفرد به محمَّد بن إسحاق -وهو المطلبي- وفي متنه نكارة. عبد الله بن أبي بكر: هو ابن محمَّد بن عمرو بن حزم.

وأخرجه أحمد (٢٦٣١٦)، وأبو يعلى (٤٥٨٧)، والطبراني في "الأوسط" (٧٨٠٥)، والدارقطني (٤٣٧٦) من طريق محمَّد بن إسحاق، عن عبد الله بن أبي بكر، بهذا الإسناد.

صحیح نہیں اس میں محمد بن إسحاق (بن يسار بن خيار المديني أبو بكر أبو عبد الله) کا تفرد ہے اور وہ المطلبي ہے اور اس روایت کے متن میں نکارت ہے. عبد الله بن أبي بكر، وہ ابن محمَّد بن عمرو بن حزم ہیں اور اس روایت کی تخریج احمد (٢٦٣١٦)، اور أبو يعلى (٤٥٨٧)، اورالطبراني نے "الأوسط" (٧٨٠٥)، اور الدارقطني (٤٣٧٦) نے محمَّد بن إسحاق، عن عبد الله بن أبي بكر کے طرق سے کی ہے

الزمخشري (المتوفى: 538هـ) کتاب الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل میں لکھتے ہیں

وأمّا ما يحكى: أن تلك الزيادة كانت في صحيفة في بيت عائشة رضى الله عنها فأكلتها الداجن فمن تأليفات الملاحدة والروافض

اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اضافہ ایک صحیفے میں عائشہ رضی الله تعالی عنہا کے گھر میں تھا اور اس کو بکری کھا گئی تو یہ ملاحدہ اور روافض کی تالیف ہے

الذہبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں امام محدثین یحییٰ بن سعید القطان ، محمد بن اسحاق سے روایت نہیں کرتے تھے

وقال ابْن معين: كَانَ يحيى القطَّان لا يَرْضَى ابْن إِسْحَاق، ولا يروي عَنْهُ.

روایت احمقآنہ ہے کیونکہ اگر ایسی آیات ہوتیں وہ تلاوت سے آگے جاتیں ان کا ایک ہی تحریری نسخہ نہیں ہو سکتا تھا

اس کے علاوہ یہی محمد بن اسحاق بیان کرتا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی وفات کے وقت عائشہ رضی الله عنہآ نے اپنا چہرہ پر ہاتھ مارے

مسند احمد اور مسند ابی یعلی کی حدیث ہے

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مِهْرَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَفِي بَيْتِي لَمْ أَظْلِمْ فِيهِ أَحَدًا. فَمِنْ سَفَهِي وَحَدَاثَةِ سِنِّي أَنَّ «رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَهُوَ فِي حِجْرِي، ثُمَّ وَضَعْتُ رَأْسَهُ عَلَى وِسَادَةٍ وَقُمْتُ أَلْتَدِمُ مَعَ النِّسَاءِ وَأَضْرِبُ وَجْهِي

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادٍ، قَالَ [ص:369]: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: «مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَحْرِي، وَنَحْرِي وَفِي دَوْلَتِي، لَمْ أَظْلِمْ فِيهِ أَحَدًا، فَمِنْ سَفَهِي وَحَدَاثَةِ سِنِّي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قُبِضَ وَهُوَ فِي حِجْرِي، ثُمَّ وَضَعْتُ رَأْسَهُ عَلَى وِسَادَةٍ، وَقُمْتُ أَلْتَدِمُ مَعَ النِّسَاءِ، وَأَضْرِبُ وَجْهِي

اروا الغلیل میں البانی اس کو حسن کہتے ہیں

عائشہ رضی الله عنہا کہتی ہیں کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی وفات ہوئی میرے گلے کے پاس اور وہ میری جاگیر میں تھے کسی پر ظلم نہ کیا اور یہ میری سفاہت و نا تجربہ کاری ہے کہ رسول الله کی جان قبض ہوئی اوروہ میرے حجرے میں تھے ، میں نے ان کا سر تکیہ پر رکھا اور میں عورتوں کے ساتھ کھڑی ہوئی اپنے چہرے پر مارا

یہ روایت بھی محمد بن اسحاق بیان کرتا ہے کہ عائشہ رضی الله عنہا کے خلاف

روایت بعد کی پیدا وار ہے کیونکہ عربی میں دَوْلَتِي (جاگیر) کا لفظ عباسی دور خلافت میں سب سے پہلے استعمال ہوا

اس کی سند میں یحیی بن عباد بن عبد الله بن الزبیر ہے جس سے بخاری و مسلم نے روایت نہیں لی ہے

حجرہ عائشہ میں رسول الله کی وفات ہوئی اور وہیں تدفین ہوئی تو ابن اسحاق کا کہنا

وتشاغَلنا بِمَوته، دخلَ داجنٌ فأكلها

ہم انکی موت میں مشغول ہوئے اور بکری آ کر آیات کھا گئی

کیسے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو کسی بھی وقت خالی نہ رہا ہو گا

قرآن کی ترتیب کیا صحابہ کا اجتہاد ہے ؟
سورتوں کی موجودہ ترتیب توقیفی نہیں بلکہ اجتہادِ صحابہ ہے۔ اس کی دلیل سیدنا حذیفہ کی یہ حدیث ہے
صحیح مسلم: كِتَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا (بَابُ اسْتِحْبَابِ تَطْوِيلِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ)
صحیح مسلم: کتاب: مسافرو ں کی نماز قصر کا بیان

(باب: رات کی نماز میں طویل قراءت کا استحباب)

1814

و حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح و حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ كُلُّهُمْ عَنْ الْأَعْمَشِ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ الْأَحْنَفِ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضَى فَقُلْتُ يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ فَمَضَى فَقُلْتُ يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُولُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَامَ طَوِيلًا قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ قَالَ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ مِنْ الزِّيَادَةِ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

حکم : صحيح 1814

عبداللہ بن نمیر،ابو معاویہ اور جریر سب نے اعمش سے،انھوں نے سعد بن عبیدہ سے،انھوں نے مستورد بن احنف سے،انھوں نے صلہ بن زفر سے اور انھوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔انھوں نے کہا:ایک رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی،آپ نے سورہ بقرہ کا آغاز فرمایا،میں نے(دل میں) کہا:آپ سو آیات پڑھ کر رکوع فرمائیں گے مگر آپ آگے بڑھ گئے میں نے کہا:آپ اسے(پوری) رکعت میں پڑھیں گے،آپ آگے پڑھتے گئے،میں نے سوچا،اسے پڑھ کر رکوع کریں گے مگر آپ نے سورہ نساءشروع کردی،آپ نے وہ پوری پڑھی،پھر آپ نے آل عمران شروع کردی،اس کو پورا پڑھا،آپ ٹھر ٹھر کر قرائت فرماتے رہے جب ایسی آیت سے گزرتے جس میں تسبیح ہے توسبحان اللہ کہتے اور جب سوال (کرنے والی آیت) سے گزرتے(پڑھتے) تو سوا ل کرتے اور جب پناہ مانگنے والی آیت سے گزرتے تو۔(اللہ سے) پناہ مانگتے،پھر آپ نے ر کوع فرمایا اور سبحان ربي العظيم کہنے لگے،آپ کا رکوع(تقریباً) آپ کے قیام جتنا تھا۔پھر آپ نے "سمع الله لمن حمده"کہا:پھر آپ لمبی دیر کھڑے رہے،تقریباً اتنی دیر جتنی دیر رکوع کیا تھا ،پھر سجدہ کیا اور "سبحان ربي الاعلي" کہنے لگے اور آپ کا سجدہ (بھی) آپ کے قیام کے قریب تھا۔ جریر کی روایت میں یہ اضافہ ہےکہ آپ نے کہا:(سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد")یعنی ربنا لك الحمدکا (اضافہ ہے۔

http://mohaddis.com/View/Muslim/1814

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موجودہ ترتیب کے خلاف تلاوت کر کے اُمت کے لیے وسعت پیدا کر دی ہے کہ یہ ترتیب توقیفی نہیں ہے۔اگر سورتوں کی ترتیب توقیفی ہوتی تو صحابہ کرام ضرور اس حدیث کے مطابق قرآنِ مجید کی ترتیب دیتے۔نیز سیدنا عبد اللہ بن مسعود کے مصحف کی ترتیب موجودہ ترتیب سے مختلف تھی

اگر قران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسی ترتیب میں مکمل لکھا ہوا موجود تھا تو پھر حضرت ابوبکررضی اللہ نے اسے دوبارہ کیوں جمع کیا، کیوں
زید بن ثابت رضی اللہ کی نگرانی میں ایک کمیٹی بنائ جس نے اس قران کو دوبارہ جمع کیا؟

صحيح البخاري: كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ (بَابُ قَوْلِهِ {وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا})
صحیح بخاری: کتاب: قرآن پاک کی تفسیر کے بیان میں (باب: آیت ((والذین یتوفون منکم (ویذرون ازواجا) کی تفسیر

4536

حدثني عبد الله بن أبي الأسود، حدثنا حميد بن الأسود، ويزيد بن زريع، قالا حدثنا حبيب بن الشهيد، عن ابن أبي مليكة، قال قال ابن الزبير قلت لعثمان هذه الآية التي في البقرة {والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا} إلى قوله {غير إخراج} قد نسختها الأخرى، فلم تكتبها قال تدعها. يا ابن أخي لا أغير شيئا منه من مكانه. قال حميد أو نحو هذا.

حکم : صحیح 4536

مجھ سے عبداللہ بن ابی اسود نے بیان کیا ، کہا ہم سے حمید بن اسود اور یزید بن زریع نے بیان کیا ، کہا کہ ہم سے حبیب بن شہید نے بیان کیا ، ان سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سورۃ بقرہ کی آیت یعنی ” جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں “ اللہ تعالیٰ کے فرمان ” غیر اخراج “ تک کو دوسری آیت نے منسوخ کردیا ہے ۔ اس کو آپ نے مصحف میں کیوں لکھوایا ، چھوڑ کیوں نہیں دیا ؟ انہوں نے کہا ، میرے

بھتیجے ! میں کسی آیت کو اس کے ٹھکانے سے بدلنے والا نہیں ۔ یہ حمید نے کہا یا کچھ ایسا ہی جواب دیا ۔

http://mohaddis.com/View/Sahi-Bukhari/4536

اس حدیث میں جس آیت کوحضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے منسوخ کہا – کیا واقعی وہ منسوخ ہے

جواب

قرآن کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی- اس کا قرات سے کیا تعلق ہے ؟ کیونکہ نماز میں سورتیں ترتیب میں پڑھنے کا کوئی حکم نہیں
اس حدیث سے دلیل ملتی ہے کہ سورتوں کو نماز میں ترتیب میں پڑھنا ضروری نہیں

——-
قرآن کی ترتیب معلوم تھی لیکن اس ترتیب سے تمام مصحف میں لکھا نہیں تھا – ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس ترتیب سے ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا
اصحاب رسول تمام پڑھے لکھے نہیں تھے لہذا انہوں نے قرآن کو زبانی یاد کیا- اس کی ترتیب ان کو معلوم تھی -ان میں بیشتر نے قرآن کو دیکھ کر نہیں پڑھا بلکہ حافظہ پر پڑھتے تھے – ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک جگہ تحریری جمع کیا لیکن یہ ترتیب وہی تھی جو سب کو معلوم تھی
اگر ایسا نہ ہوتا تو اختلاف رہتا جبکہ قرآن کی اس ترتیب کو سب نے قبول کیا ہے

زرکشی نے کتاب البرهان في علوم القرآن میں لکھا ہے
وَهَذَا التَّرْتِيبُ بَيْنَ هَذِهِ السُّوَرِ الأربع المدنيات: البقرة وآل عمران والنساء والمائدة مِنْ أَحْسَنِ التَّرْتِيبِ وَهُوَ تَرْتِيبُ الْمُصْحَفِ الْعُثْمَانِيِّ وَإِنْ كَانَ مُصْحَفُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قُدِّمَتْ فِيهِ سُورَةُ النِّسَاءِ عَلَى آلِ عِمْرَانَ وَتَرْتِيبُ بَعْضِهَا بَعْدَ بَعْضٍ لَيْسَ هُوَ أَمْرًا أَوْجَبَهُ اللَّهُ بَلْ أَمْرٌ رَاجِعٌ إِلَى اجْتِهَادِهِمْ وَاخْتِيَارِهِمْ
چار مدنی سورتوں کی یہ ترتیب تھی بقرہ پھر ال عمران پھر النساء پھر المائدہ اچھی ترتیب میں اور یہ ترتیب مصحف عثمانی میں تھی اور ابن مسعود کا جو مصحف تھا اس میں سورہ النساء سورہ ال عمران سے پہلے تھی اور اسی طرح ترتیب دینا یہ اللہ تعالی کی طرف سے امر واجب نہیں تھا بلکہ یہ اجتہاد و اختیار کی بات تھی

ابن مسعود اور عثمانی مصحف میں یہ فرق صرف دو مدنی سورتوں کی ترتیب میں ہے لہذا اس بنا پر اس کو معمولی اختلاف کہا جائے گا اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ باقی تمام کی تمام ترتیب الگ تھی – زرکشی کا یہ کہنا کہ قرآن کی موجودہ ترتیب یہ صحابہ کا اجتہاد تھا صرف رائے زنی ہے

ابن مسعود سے منسوب اس ترتیب کے قول کی سند بھی معلوم نہیں

صحیح بخاری حدیث ٤٥٣١ میں ہے
حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا شِبْلٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: {وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا} [البقرة: 234] قَالَ: كَانَتْ هَذِهِ العِدَّةُ، تَعْتَدُّ عِنْدَ أَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: {وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ [ص:30] فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ} قَالَ: جَعَلَ اللَّهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ أَشْهُرٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَصِيَّةً، إِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ، وَهْوَ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: {غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ} [البقرة: 240] فَالعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذَلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ، وَقَالَ عَطَاءٌ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: " نَسَخَتْ هَذِهِ الآيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ، وَهْوَ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: {غَيْرَ إِخْرَاجٍ} [البقرة: 240] قَالَ عَطَاءٌ: " إِنْ شَاءَتْ اعْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهِ وَسَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ، لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ} [البقرة: 234] " قَالَ عَطَاءٌ: «ثُمَّ جَاءَ المِيرَاثُ، فَنَسَخَ السُّكْنَى، فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ، وَلاَ سُكْنَى لَهَا» وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ بِهَذَا، وَعَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: " نَسَخَتْ هَذِهِ الآيَةُ عِدَّتَهَا فِي أَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ، لِقَوْلِ اللَّهِ {غَيْرَ إِخْرَاجٍ} [البقرة: 240] " نَحْوَهُ

ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شبل بن عباد نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے اور انہوں نے مجاہد سے آیت «والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا» اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں۔ کے بارے میں (زمانہ جاہلیت کی طرح) کہا کہ عدت (یعنی چار مہینے دس دن کی) تھی جو شوہر کے گھر عورت کو گزارنی ضروری تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی «والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا وصية لأزواجهم متاعا إلى الحول غير إخراج فإن خرجن فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن من معروف» اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں ان کو چاہیے کہ اپنی بیویوں کے حق میں نفع اٹھانے کی وصیت (کر جائیں) کہ وہ ایک سال تک گھر سے نہ نکالی جائیں، لیکن اگر وہ (خود) نکل جائیں تو کوئی گناہ تم پر نہیں۔ اگر وہ دستور کے

موافق اپنے لیے کوئی کام کریں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے لیے سات مہینے اور بیس دن وصیت کے قرار دیئے کہ اگر وہ اس مدت میں چاہے تو اپنے لیے وصیت کے مطابق (شوہر کے گھر میں ہی)ٹھہرے اور اگر چاہے تو کہیں اور چلی جائے کہ اگر ایسی عورت کہیں اور چلی جائے تو تمہارے حق میں کوئی گناہ نہیں۔ پس عدت کے ایام تو وہی ہیں جنہیں گزارنا اس پر ضروری ہے (یعنی چار مہینے دس دن)۔ شبل نے کہا ابن ابی نجیح نے مجاہد سے ایسا ہی نقل کیا ہے اور عطا بن ابی رباح نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، اس آیت نے اس رسم کو منسوخ کر دیا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر والوں کے پاس عدت گزارے۔ اس آیت کی رو سے عورت کو اختیار ملا جہاں چاہے وہاں عدت گزارے اور اللہ پاک کے قول «غير إخراج» کا یہی مطلب ہے۔ عطا نے کہا، عورت اگر چاہے تو اپنے خاوند کے گھر والوں میں عدت گزارے اور خاوند کی وصیت کے موافق اسی کے گھر میں رہے اور اگر چاہے تو وہاں سے نکل جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا «فلا جناح عليكم فيما فعلن» اگر وہ نکل جائیں تو دستور کے موافق اپنے حق میں جو بات کریں اس میں کوئی گناہ تم پر نہ ہو گا۔ عطاء نے کہا کہ پھر میراث کا حکم نازل ہوا جو سورۃ نساء میں ہے اور اس نے (عورت کے لیے) گھر میں رکھنے کے حکم کو منسوخ قرار دیا۔ اب
عورت جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ اسے مکان کا خرچہ دینا ضروری نہیں اور محمد بن یوسف نے روایت کیا، ان سے ورقاء بن عمرو نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے اور ان سے مجاہد نے، یہی قول بیان کیا اور فرزندان ابن ابی نجیح سے نقل کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس آیت نے صرف شوہر کے گھر میں عدت کے حکم کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اب وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد «غير إخراج» وغیرہ سے ثابت ہے۔

بقرہ ٢٣٤ کا مطلب یہ لیا جاتا تھا کہ عورت شوہر کے مرنے کے بعد اسی گھر میں عدت گزارے گی اس کو بقرہ ٢٤٠ نے منسوخ کیا کہ عورت اب کہیں بھی عدت گزار سکتی ہے البتہ اس کی مدت وہی چار ماہ دس دن رہے گی- ابن زبیر نے جو کہا اس کا مطلب بقرہ ٢٣٤ منسوخ ہے بقرہ ٢٤٠ سے

حجاج نے قرآن میں تبدیلیاں کیں ؟

قال أبو بكر كَانَ فِي كِتَابِ أَبِي: حَدَّثَنَا رَجُلٌ، فَسَأَلْتُ أَبِي: مَنْ هُوَ؟ فَقَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ

عَوْفِ بْنِ أَبِى جَمِيلَةَ، أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ، غَيَّرَ فِى مُصْحَفِ عُثْمَانَ أَحَدَ عَشَرَ حَرْفًا قَالَ: كَانَتْ فِى الْبَقَرَةِ (لَمْ يَتَسَنَّ وَانْظُرْ) فَغَيَّرَهَا {لَمْ يَتَسَنَّهْ} [البقرة: 259] بِالْهَاءِ، وَكَانَتْ فِى الْمَائِدَةِ (شَرِيعَةً وَمِنْهَاجًا) فَغَيَّرَهُ {شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا} [المائدة: 48] ، وَكَانَتْ فِى يُونُسَ (هُوَ الَّذِى يَنْشُرُكُمْ) فَغَيَّرَهُ {يُسَيِّرُكُمْ} [يونس: 22] ، وَكَانَتْ فِى يُوسُفَ (أَنَا آتِيكُمْ بِتَأْوِيلِهِ) فَغَيَّرَهَا {أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ} [يوسف: 45] ، وَكَانَتْ فِى الْمُؤْمِنِينَ (سَيَقُولُونَ لِلَّهِ لِلَّهِ لِلَّهِ) ثَلَاثَتُهُنَّ، فَجَعَلَ الْآخَرَيْنِ (اللَّهُ اللَّهُ) ، وَكَانَ فِى الشُّعَرَاءِ فِى قِصَّةِ نُوحٍ (مِنَ الْمُخْرَجِينَ) ، وَفِى قِصَّةِ لُوطٍ (مِنَ الْمَرْجُومِينَ) ، فَغَيَّرَ قِصَّةَ نُوحٍ {مِنَ الْمَرْجُومِينَ} [الشعراء: 116] ، وَقِصَّةَ لُوطٍ {مِنَ الْمُخْرَجِينَ} [الشعراء: 167] ، وَكَانَتْ فِى الزُّخْرُفِ (نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعَائِشَهُمْ) فَغَيَّرَهَا {مَعِيشَتَهُمْ} [الزخرف: 32] ، وَكَانَتْ فِى الَّذِينَ كَفَرُوا (مِنْ مَاءٍ غَيْرِ يَسِنٍ) فَغَيَّرَهَا {مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ} [محمد: 15] ، وَكَانَتْ فِى الْحَدِيدِ (فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَاتَّقَوْا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ) فَغَيَّرَهَا {مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا} [الحديد: 7] ، وَكَانَتْ فِى إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِينٍ) فَغَيَّرَهَا {بِضَنِينٍ} [التكوير: 24]

المصاحف لابن ابی داود

جواب

عوف بن أبي جميلة سن ٦٠ یا ٦١ میں پیدا ہوئے
قال بندار كان قدريا رافضيا شيطانا
بندار نے کہا یہ قدری رافضی شیطان تھے

حجاج بن یوسف ٩٥ ہجری میں ہلاک ہوئے

روایت میں انقطاع ہے کیونکہ عوف بن أبي جميلة نے یہ نہیں بتایا کہ ان کو کس نے خبر کی کہ قرآن میں ایسا لکھا تھا لیکن حجاج نے بدلا
یہ روایت متروک ہے عباد بن صهيب أبو بكر الكليبي بصري متروک الحديث ہے

ابو داود سجستانی کہتے ہیں کہ اپنی کتاب سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود السجستاني في الجرح والتعديل میں کہتے ہیں کہ

"سألت أبا دَاوُد عَن عَبّاد بْن صُهَيب3 فَقَالَ: "كَانَ قدرياً صدوقًا

الحافظ أبو عبد الله شمس الدين الذهبي اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں کہ

عَوْفُ بنُ أَبِي جَمِيْلَةَ أَبُو سَهْلٍ الأَعْرَابِيُّ : الإِمَامُ، الحَافِظُ، أَبُو سَهْلٍ الأَعْرَابِيُّ، البَصْرِيُّ، وَلَمْ يَكُنْ أَعْرَابِياً، بَلْ شُهِرَ بِهِ.

عَوْفُ بنُ أَبِي جَمِيْلَةَ کو کس نے یہ خبر دی یہ سوال ہے ؟
کیونکہ قرآن میں یہ تبدیلی کب کی گئی ؟ اور کیا یہ قرات شام و حجاز و عراق ہر جگہ ہے ؟

عباد بن صہیب اکثر محدثین کے نزدیک متروک ہے – متروک اتنی بڑی جرح ہے کہ ثقاہت کا ادنی درجہ صدوق اب کچھ نہیں

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن کو چار آدمیوں نے جمع کیا- ان میں ابو زید گمنام کیوں؟

جواب
ابو زید پر مختلف اقوال ہیں

الطبراني: قال أبو بكر بن صدقة: أبو زيد سعد بن عبيد القارئ الذي كان على القادسية، وهو أبو عمير بن سعد
صحیح بخاری کے ایک نسخہ میں ہے
قلتُ لأنسٍ: مَن أبو زيدٍ؟ قالَ: أحدُ عُمومَتي، [ماتَ ولم يترك عَقِباً، وكانَ بدريًّا 5
یہ میرے ایک چچا تھے مر گئے کوئی اولاد نہ ہوئی بدری تھے

مُخْتَصَر صَحِيحُ الإِمَامِ البُخَارِي از البانی

سنا ھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود معوذتین کو قرآن کا حصہ نہیں مانتے تھے

جی یہ بات ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے

صحیح بخاری میں ہے
حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، ح وَحَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ زِرٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، قُلْتُ: يَا أَبَا المُنْذِرِ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ أُبَيٌّ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: «قِيلَ لِي فَقُلْتُ» قَالَ: فَنَحْنُ نَقُولُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ کہتے ہیں میں نے ابی بن کعب سے پوچھا کہ اپ کے بھائی ابن مسعود ایسا ایسا کہتے ہیں ابی نے کہا میں نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے اس پر سوال کیا تھا انہوں نے کہا کہو کہ میں نے کہا – پس ہم وہ کہتے ہیں جیسا رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے کہا

اس روایت میں زر بن حبیش کا تفرد ہے اور علماء نے اس کو رد کر دیا ہے ابن حزم کہتے ہیں یہ بات جھوٹ ہے یعنی صحیح بخاری کی یہ روایت کذب ہے

ابن حزم المحلی میں کہتے ہیں
وكل ما روي عن ابن مسعود من أن المعوذتين وأم القرآن لم تكن في مصحفه، فكذب موضوع لا يصح،
ہر وہ بات جس میں روایت کیا گیا ہو کہ ابن مسعود المعوذتين کو مصحف کا حصہ نہیں مانتے تھے کذب ہے موضوع ہے صحیح نہیں ہے

النووي في "شرح المهذب" 396/3 میں کہتے ہیں
أجمع المسلمون على أن المعوذتين والفاتحة وسائر السُّور المكتوبة في المصحف قُرآن، وأن من جحد شيئاً منه كفر، وما نُقِل عن ابن مسعود في الفاتحة والمعوذتين باطل ليس بصحيح عنه.
جو المعوذتين کو قرآن میں نہ مانے کافر ہے اور جو ابن مسعود کے حوالے سے نقل کیا جاتا ہے باطل ہے صحیح نہیں ہے

کتاب الام از شافعی میں ہے

أخبرنا حفص عن الأعمش عن إبراهيم عن عبد الرحمن بن يزيد قال : كان عبد الله يكره أن يقرأ القرآن في أقل من ثلاث ، وهم يستحبون أن يقرأ في أقل من ثلاث أخبرنا وكيع عن سفيان الثوري عن أبي إسحاق عن عبد الرحمن بن يزيد قال : رأيت عبد الله يحك المعوذتين من المصحف ويقول : لا تخلطوا به ما ليس منه وهم يروون { عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قرأ بهما في صلاة الصبح } وهما مكتوبتان في المصحف الذي جمع على عهد أبي بكر

ثم كان عند عمر ثم عند حفصة ثم جمع عثمان عليه الناس ، وهما من كتاب الله عز وجل . وأنا أحب أن أقرأ بهما في صلاتي

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بنُ يَزِيْدَ بنِ قَيْسٍ النَّخَعِيُّ نے کہا ابن مسعود اس سے کراہت کرتے کہ قرآن میں تین سے کم آیات قرات کی جائیں اور وہ اس کو مستحب کرتے کہ کم از کم تین پڑھی جائیں ... عبد الرحمن بن یزید نے خبر دی میں نے ابن مسعود کو دیکھا وہ معوذتین کو مصحف میں سے مٹا دیتے اور کہتے ان میں اس کا خلط ملط مت کرو جو اس میں سے نہ ہو اور وہ دیکھتے کہ یہ لکھی گئی ہیں مصحف ابو بکر میں پھر عمر میں جو حفصہ کے پاس تھا پھر عثمان نے اس پر لوگوں کو جمع کیا اور یہ کتاب الله میں ہیں اور میں پسند کرتاہوں کہ ان کی قرات کروں

سند قابل قبول ہے

مسند حمیدی کی روایت ہے
حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: ثنا سُفْيَانُ قَالَ: ثنا عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ، وَعَاصِمُ ابْنُ بَهْدَلَةَ أَنَّهُمَا سَمِعَا زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ يَقُولُ: سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فَقُلْتُ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَحْكِيهِمَا مِنَ الْمُصْحَفِ قَالَ إِنِّي سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِيلَ لِي «قُلْ» فَقُلْتُ: فَنَحْنُ نَقُولُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ، وَعَاصِمُ ابْنُ بَهْدَلَةَ دونوں زر بن حبیش سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود الْمُعَوِّذَتَيْنِ کو مصحف سے مٹا دیتے

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں الفاظ ہیں
قُلْتُ لِأُبَيٍّ: إِنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ لَا يَكْتُبُ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فِي مُصْحَفِهِ
زر نے ابی سے کہا بے شک ابن مسعود الْمُعَوِّذَتَيْنِ کو مصحف میں نہیں لکھتے تھے

یہ بات ابن سیرین بھی کہتے ہیں مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے
«حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: «كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَا يَكْتُبُ الْمُعَوِّذَتَيْنِ

صحیح ابن حبان میں ہے
إِنّهما ليستا من القرآن، فلا تجعلوا فيه ما ليس منه
ابن مسعود کہتے کہ یہ قرآن میں سے نہیں ہیں پس اس میں شامل نہ کرو جو اس میں نہ ہو

الهيثمي كتاب موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان میں اس روایت پر کہتے ہیں
قلت فِي إِسْنَاده عَاصِم بن أبي النجُود وَقد ضعف.
میں کہتا ہوں اس کی اسناد میں عاصم ہیں جو ضعیف ہیں

بہرحال یہ روایت ایک مشکل ہے کیونکہ حدیث نبوی کے مطابق اگر کسی کو قرآن سیکھنا ہو تو ابن مسعود سے سیکھے اور دوسری مشکل یہ ہے کہ عاصم بن ابی النجود کی قرات پر قرآن پڑھا جاتا ہے جس کی سند علی اور ابی بن کعب تک جاتی ہے عاصم قرات کے امام ہیں لیکن حدیث میں ضعیف ہیں

اغلبا ابن مسعود ان کو دعا سمجھتے تھے نہ کہ قرآن کی سورتیں لیکن جمہور اصحاب رسول اس کو پڑھتے تھے اور قرآن کی سورت ہی سمجھتے تھے

شیعہ عالم الطباطبائي تفسیر المیزان میں لکھتے ہیں

أقول: و في هذا المعنى روايات كثيرة من طرق الفريقين على أن هناك تواترا قطعيا من عامة المنتحلين بالإسلام على كونهما من القرآن، و قد استشكل بعض المنكرين لإعجاز القرآن أنه لو كان معجزا في بلاغته لم يختلف في كون السورتين من القرآن مثل ابن مسعود، و أجيب بأن التواتر القطعي كاف في ذلك على أنه لم ينقل عنه أحد أنه قال بعدم نزولهما على النبي (صلى الله عليه وآله وسلم) أو قال بعدم كونهما معجزتين في بلاغتهما بل قال بعدم كونهما جزء من القرآن و هو محجوج بالتواتر.

میں الطباطبائي کہتا ہوں: ان معنوں کی بہت سی روایات دونوں فریقین (اہل سنت و اہل تشیع) کے پاس ہیں اور وہاں تواتر قطعی سے ہے کہ یہ قرآن میں سے ہیں (بخلاف اس کے) جو اسلام کے حوالے سے فریبی کہتے ہیں اور بعض اعجاز قرآن کے منکرین کا کہنا ہے اگر قرآن کی بلاغت کوئی معجزہ ہوتا تو پھر ابن مسعود کی مثال ہے کہ (وہ ان کو سورتیں نہیں کہتے) اور اس کا جواب ہے کہ تواتر قطعی کافی ہے اس کے لئے

سورتوں کے نام کس نے رکھے ؟
جواب

بعض سورتوں کے نام دور النبی میں ہی مشہور ہوئے مثلا الفاتحہ، البقرہ، ال عمران ، النساء

لیکن قل ھو اللہ احد کا نام اخلاص دور نبوی میں نہیں ملتا اسی طرح تبت یدا ابی لھب کا نام سور لھب نہیں ملتا اور اسی طرح باقی سورتوں کا بھی- اس بنا پر حتما معلوم نہیں کہ نام کب رکھے گئے

اہل بیت کی خفیہ تحریریں

کیا قرن اول میں شیعأن علي کوئی خفیہ سوسائٹی تھی؟ جس کے گرینڈ ماسٹر علی رضی اللہ عنہ تھے ؟ راقم إس قول کو رد کرتا ہے لیکن قابل غور ہے کہ علی کے حوالے سے اس خفیہ علم کا ذکر ہوتا رہتا ہے جو بقول اہل تصوف اور اہل تشیع صرف خواص کے لئے تھا عوام کے لئے نہ تھا- اہل تشیع کے بعض جہلاء کی جانب سے یہ پروپیگنڈا بھی سننے کو ملتا رہتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی خفیہ قرآن تھا جس کو وہ چھپا کر رکھتے تھے اور کہتے تھے اس کو قیامت تک کوئی نہ دیکھ سکے گا – کہا جاتا ہے اس وقت یہ قرآن سر من رأى – سامراء العراق میں کسی غار میں امام المھدی کے پاس ہے جو وقت انے پر ظاہر کیا جائے گا – اس خفیہ قرآن کی خبر اہل سنت کی کتب میں بھی در کر آئی ہیں جس کا ذکر امام الحاکم کرتے ہیں

مستدرک حاکم میں ہے
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ مُصْلِحِ الْفَقِيهُ بِالرِّيِّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَيُّوبَ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُغِيرَةِ السَّعْدِيُّ، ثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ النَّخَعِيِّ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ: كِتَابَ اللهِ، وَأَهْلَ بَيْتِي، وَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ.
هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.
زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروي ہے کہ رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو بوجھ چھوڑ رہا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں

تک کہ یہ میرے حوض پر مجھ سے ملیں گے
امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے بخاري و مسلم کي شرط پر ہے
سند میں الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ النَّخَعِيِّ نامعلوم و مجہول ہے

مستدرک حاکم کي ایک اور روایت ہے
أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَفِيدُ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَصْرٍ، ثنا عَمْرُو بْنُ طَلْحَةَ الْقَنَّادُ، الثِّقَةُ الْمَأْمُونُ، ثنا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمِ بْنِ الْبَرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي ثَابِتٍ، مَوْلَى أَبِي ذَرٍّ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ الْجَمَلِ، فَلَمَّا رَأَيْتُ عَائِشَةَ وَاقِفَةً دَخَلَنِي بَعْضُ مَا يَدْخُلُ النَّاسَ، فَكَشَفَ اللَّهُ عَنِّي ذَلِكَ عِنْدَ صَلَاةِ الظُّهْرِ، فَقَاتَلْتُ مَعَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَمَّا فَرَغَ ذَهَبْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ فَأَتَيْتُ أُمَّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ: إِنِّي وَاللَّهِ مَا جِئْتُ أَسْأَلُ طَعَامًا وَلَا شَرَابًا وَلَكِنِّي مَوْلًى لِأَبِي ذَرٍّ، فَقَالَتْ: مَرْحَبًا فَقَصَصْتُ عَلَيْهَا قِصَّتِي، فَقَالَتْ: أَيْنَ كُنْتَ :حِينَ طَارَتِ الْقُلُوبُ مَطَائِرَهَا؟ قُلْتُ: إِلَى حَيْثُ كَشَفَ اللَّهُ ذَلِكَ عَنِّي عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ، قَالَ أَحْسَنْتَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَأَبُو سَعِيدٍ التَّيْمِيُّ هُوَ عُقَيْصَاءُ “ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

ابو ثابت مولي ابو ذر نے کہا میں جمل میں علي کے ساتھ تھا لیکن جب میں نے عائشہ کو دیکھا اور ان کو پہچان گیا …. پس الله نے میرا دل نماز ظہر پر کھول دیا اور میں نے علي کے ساتھ قتال کیا پس جب فارغ ہوا میں مدینہ ام سلمہ کے پاس پہنچا انہوں نے مرحبا کہا اور میں نے قصہ ذکر کیا … میں نے تذکرہ کیا کہ الله نے مجھ پر زوال کے وقت (حق کو) کشف کیا – پس ام سلمہ نے کہا اچھا کیا میں نے رسول الله سے سنا ہے کہ علي قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علي کے ساتھ ہے یہ الگ نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض پر ملیں گے
امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے
سند میں علي بن هاشم بن البريد ہے جس کو شیعي غال کہا گیا ہے

الكامل از ابن عدي میں ہے
وَعلي بْن هاشم هُوَ من الشيعة المعروفين بالكوفة ويروي فِي فضائل علي أشياء لا يرويها غيره بأسانيد مختلفة وقد حدث عنه جماعة من الأئمة، وَهو إن شاء الله صدوق في روايته
علي بْن هاشم کوفہ کے معروف شیعوں میں سے ہے جو فضائل علي میں وہ چیزیں روایت کرتا ہے جو کوئي اور نہیں کرتا مختلف اسناد سے اور اس سے ائمہ کي جماعت نے روایت کیا ہے اور یہ
صدوق ہے

ابن حبان نے کہا
كان غاليا في التشيع وروى المناكير عن المشاهير
یہ غالي شیعہ ہے

سؤالات الحاكم " للدارقطني: هاشم بن البريد ثقة مأمون وابنه علي كذاب
دارقطني کہتے ہیں علي بن هاشم بن البريد كذاب ہے

یہ روایات غالی شیعوں کی بیان کردہ ہیں لیکن امام حاکم نے اپنی حالت اختلاط میں منکر و موضوع روایات تک کو صحیح قرار دے دیا تھا جس کی وجہ سے مستدرک عجیب و غریب روایات کا
– مجموعہ بن گئی اور اہل سنت میں شیعیت کو فروغ ملا

اب ہم اہل تشیع کے معتبر ذرائع کو دیکھتے ہیں کہ علی کے پاس کیا کیا علوم تھے –
الکافي از کلیني باب النوادر کي حدیث 23 ہے

محمد بن يحيى، عن محمد بن الحسين، عن عبدالرحمن بن أبي هاشم، عن سالم بن سلمة قال: قرأ رجل على أبي عبدالله عليه السلام وأنا أستمع حروفا من القرآن ليس على ما يقرؤها الناس، فقال أبوعبدالله عليه السلام: كف عن هذه القراء ة اقرأ كما يقرأ الناس حتى يقوم القائم فإذا قام القائم عليه السلام قرأ كتاب الله عزو جل على حده وأخرج المصحف الذي كتبه علي عليه السلام وقال: أخرجه علي عليه السلام إلى الناس حين فرغ منه وكتبه فقال لهم: هذا كتاب الله عزوجل كما أنزله [الله] على محمد صلى الله عليه وآله وقد جمعته من اللوحين فقالوا: هو ذا عندنا مصحف جامع فيه القرآن لا حاجة لنا فيه، فقال أما والله .ما ترونه بعد يومكم هذا أبدا، إنما كان علي أن اخبركم حين جمعته لتقرؤوه
سالم بن سلمة نے کہا امام ابو عبد الله کے سامنے کسي شخص نے قرات کي اور میں سن رہا تھا قرآن کے وہ حروف تھے جو لوگ قرات نہیں کرتے پس امام ابو عبد الله نے فرمایا اس قرات سے رک جاو ایسا ہي پڑھو جیسا لوگ پڑھتے ہیں یہاں تک کہ القائم کھڑے ہوں گے تو کتاب الله کي قرات اس کي حد تک کریں گے اور وہ مصحف نکالیں گے جو علي نے لکھا تھا اور کہا جب علي نے مصحف لکھ کر مکمل کیا اس سے فارغ ہوئے اس کو لوگوں کے پاس لائے اور کہا یہ کتاب الله ہے جو اس نے محمد پر نازل کي اور اس کو انہوں نے الواح میں جمع کیا تو لوگوں نے کہا وہ جو مصحف ہمارے پاس ہے وہ جامع ہے ہمیں اس کي ضرورت نہیں پس علي نے کہا الله کي قسم آج کے بعد اس کو کبھي نہ دیکھو گے یہ میرے پاس تھا اب جب تم جمع کر رہے ہو تو میں نے خبر دي کہ اس کو پڑھو

اس روايت کا راوي سالم شيعہ محققين کے نزديک مجہول ہے – الخوئي کتاب معجم رجال الحديث ميں کہتے ہيں

: سالم بن سلمة
روى عن أبي عبدالله عليه السلام ، وروى عنه عبدالرحمان بن أبي
. هاشم . الكافي : الجزء 2 ، كتاب فضل القرآن 3 باب النوادر 13 الحديث 23
ـ 22 ـ
أقول كذا في الوافي والطبعة المعربة من الكافي ايضا ولكن في الطبعة
القديمة والمرآة : سليم بن سلمة ، ولا يبعد وقوع التحريف في الكل والصحيح
. سالم أبوسلمة بقرينة الراوي والمروي عنه

سالم بن سلمة يہ ابو عبد الله سے روايت کرتا ہے اور اس سے عبدالرحمان بن أبي هاشم . الكافي : الجزء 2 ، كتاب فضل القرآن 3 باب النوادر 13 الحديث 22 اور 23 ميں

ميں الخوئی کہتا ہوں ايسا ہي الوافي ميں اور الکافي کي الطبعة المعربة ميں ہے ليکن جو قديم طباعت ہے اس ميں ہے سليم بن سلمة اور يہ بعيد نہيں کہ يہ تحريف ہو الکل ميں اور صحيح ہے کہ سالم ابو سلمہ ہے راوي اور مروي عنہ کے قرينہ سے

الخوئي نے اس راوي کو سالم بن سلمة، أبو خديجة الرواجنی سے الگ کيا ہے جو طوسي کے نزديک ثقہ ہے ليکن الخوئي کے نزديک مجہول ہے

معلوم ہوا کہ تحريف قرآن سے متعلق يہ روايت ہي ضعيف ہے

سالم بن سلمة نام کے شخص کي يہ الکافي ميں واحد روايت ہے جس کا ترجمہ ہي کتب رجال شيعہ ميں نہيں ہے

الکافي کي روايت ہے

محمد بن يحيى، عن أحمد بن محمد، عن علي بن الحكم، عن عبدالله بن فرقد والمعلى بن خنيس قالا: كنا عند أبي عبدالله عليه السلام ومعنا ربيعة الرأي فذكرنا فضل القرآن فقال أبوعبدالله عليه السلام: إن كان ابن مسعود لا يقرأ على قراء تنا فهو ضال، فقال ربيعة:

ضال؟ فقال: نعم ضال، ثم قال أبوعبدالله عليه السلام: أما نحن فنقرأ على قراء ة أبي
ابو عبد الله نے کہا ان کے ساتھ (امام مالک کے استاد اہل سنت کے امام) ربيعة الرأي تھے پس قرآن کي فضيلت کا ذکر ہوا تو ابو عبد الله نے کہا اگر ابن مسعود نے بھي وہ قرات نہيں کي جو ہم نے کي تو وہ گمراہ ہيں – ربيعة الرأي نے کہا گمراہ ؟ امام نے کہا جہاں تک ہم ہيں تو ہم ابي بن کعب کي قرات کرتے ہيں
حاشيہ ميں محقق کہتے ہيں
يدل على أن قراء ة ابى بن كعب أصح القراء ات عندهم عليهم السلام
يہ دليل ہوئي کہ ابي بن کعب کي قرات امام ابو عبد الله کے نزديک سب سے صحيح قرات تھي

اس کي سند ميں معلى بن خنيس ہے نجاشي نے اس کا ذکر کيا ہے
قال النجاشي : " معلى بن خنيس ، أبوعبدالله : مولى (الصادق) جعفر بن محمد عليه السلام ، ومن قبله كان مولى بني أسد ، كوفي ، بزاز ، ضعيف جدا ، لا يعول عليه ، له كتاب يرويه جماعة

دوسرا شخص عبدالله بن فرقد ہے اس پر بھي شيعہ کتب رجال ميں کوئي معلومات نہيں ہيں

کتاب الکافی ميں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمايا ہے

عدة من أصحابنا، عن أحمد بن محمد، عن عبدالله بن الحجال، عن أحمد بن عمر الحلبي، عن أبي بصير قال: دخلت على أبي عبدالله عليه السلام فقلت له: جعلت فداك إني أسألك عن مسألة، ههنا أحد يسمع كلامي(1)؟ قال: فرفع أبوعبد عليه السلام سترا بينه وبين بيت آخر فأطلع فيه ثم قال: يا أبا محمد سل عما بدا لك، قال: قلت: جعلت فداك إن شيعتك يتحدثون أن رسول الله صلى الله عليه وآله علم عليا عليه السلام بابا يفتح له منه ألف باب؟ قال: فقال: يا أبا محمد علم رسول الله صلى الله عليه وآله عليا عليه السلام ألف باب يفتح من كل باب ألف باب قال: قلت: هذا والله العلم قال: فنكت ساعة في الارض ثم قال: إنه لعلم وما هو بذاك.قال: ثم قال: يا أبا محمد وإن عندنا الجامعة وما يدريهم ما الجامعة؟ قال: قلت: جعلت فداك وما الجامعة؟ قال: صحيفة طولها سبعون ذراعا بذراع رسول الله صلى الله عليه وآله وإملائه(2) من فلق فيه وخط علي
بيمينه، فيها كل حلال وحرام وكل شئ يحتاج الناس إليه حتى الارش في الخدش وضرب بيده إلي فقال: تأذن لي(3) يا أبا محمد؟ قال: قلت: جعلت فداك إنما أنا لك فاصنع ما شئت، قال: فغمزني بيده وقال: حتى

.أرش هذا – كأنه مغضب – قال: قلت: هذا والله العلم(4) قال إنه لعلم وليس بذاك
ثم سكت ساعة، ثم قال: وإن عندنا الجفر وما يدريهم ما الجفر؟ قال قلت: وما الجفر؟ قال: وعاء من أدم فيه علم النبيين والوصيين، وعلم العلماء الذين مضوا من بني إسرائيل، قال قلت: إن هذا هو العلم، قال: إنه
لعلم وليس بذاك.ثم سكت ساعة ثم قال: وإن عندنا لمصحف فاطمة عليها السلام وما يدريهم ما مصحف فاطمة عليها السلام؟ قال: قلت: وما مصحف فاطمة عليها السلام؟ قال: مصحف فيه مثل قرآنكم هذا ثلاث مرات، والله ما فيه
.من قرآنكم حرف واحد، قال: قلت: هذا والله العلم قال: إنه لعلم وما هو بذاك

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہو ا اور عر ض کی : میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کیا یہا ں کوئی اور شخص تو موجود نہیں ہے جو میری بات سن رہا ہو ؟ امام جعفر صادق نے اپنے کمرے اور دوسرے کمرے میں پڑے ہو ئے پر دہ کو اٹھا کر دیکھا اور پھر فرمایا ابو محمد تمہیں جو کچھ پو چھنا ہو پو چھو ؛میں نے عر ض کی میں آپ پر قربان جاوٗں شیعہ ایک حد یث بیان کر تے ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) نے حضر ت علی کو ایک علم کے باب کی تعلیم دی جس سے علم کے ہزار باب کھل گئے تھے پھر میں نے کہا خدا کی قسم کیا یہ کامل اور
حقیقی علم ہے ،امام صادق کچھ دیر سو چتے رہے اور پھر فرمایا ! وہ علم ہے لیکن پھر بھی وہ کامل علم نہیں ہے
پھر آپ نے فرمایا . ابو محمد ہما رے پاس جامعہ ہے لیکن لوگوں کو کیا پتہ کہ جامعہ کیا ہے ؟جواب میں آپ نے کہا : وہ ایک ایسی کتا ب ہے جس کا طو ل(ہاتھ کی لمبائی) پیغمبر(ص) کے مطابق ستر ہاتھ لمبا ہے رسول خدا نے اسے املا کیا ا ور حضر ت علی نے اسے لکھا، اس میں تمام حلال و حرام اور لوگوں کی جملہ دینی ضروریات حتیٰ کہ خراش لگانے کے جرمانہ تک کا ذکر ہے ، پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے بدن پر مار کر فرمایا : ابو محمد کیا تم مجھے اس کی اجازت دیتے ہو ؟
میں نے کہا ؛ میں آپ ہی کا جزو ہوں آپ جو چاہیں انجام دیں آپ کو اس کا اختیار حاصل ہے ، پھر آپ نے میرے جسم پر چٹکی کاٹی اور فرمایا کہ اس چٹکی کاٹنے کی دیت اور جرمانہ بھی جامعہ میں موجود ہے . آپ نے یہ الفاظ کہے اور آپ اس وقت غصے میں دکھائی دے رہے تھے ، میں نے کہا خدا کی قسم ! یہ کامل علم ہے۔ آپ نے فرمایا ! یہ علم ہے لیکن پھر بھی یہ کا مل علم نہیں ہے ،پھرآپ کچھ دیر تک خاموش رہے اور فرمایا : ہمارے پاس جفر ہے لوگ کیا جانیں کہ جفر کیا ہے ؟میں نے کہا کہ جفر کیا ہے ؟
آپ نے فرمایا : وہ چمڑے کا ایک مخزن ہے جس میں سابقہ انبیاء و اوصیاء اور علمائے بنی اسرائیل کا علم ہے میں نے عرض کیا:یہ علم کامل ہے۔ آپ نے فرمایا ! یہ علم ہے

لیکن یہ بھی کا مل علم نہیں ہے ،پھرآپ کچھ دیر تک خاموش رہے اور فرمایا : و ان عندنا لمصحف فاطمہ علیہا السلام ؛
ہما رے پاس مصحف فاطمہ ہے لیکن لوگوں کو کیا پتہ کہ مصحفِ فاطمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک ایسا مصحف ہے جو تمہارے ہاتھوں میں مو جود قرآن مجید سے تین گنا بڑ ا ہے خدا کی قسم اس میں تمہا رے قرآن مجید کا ایک بھی حرف نہیں ہے ؛
میں نے عرض کیا ؛ کیا یہ کامل علم ہے ؟آپ نے فر مایا ؛ یہ بھی علم ہے لیکن کامل علم نہیں ہے ،پھرآپ کچھ دیر تک خاموش رہے اور فرمایا ہما رے پاس گزشتہ اور قیا مت کے دن تک آنے والے حالات کا علم موجود ہے میں نے عرض کیا:یہ کامل علم ہے ؟ آ پ نے فرمایا ؛ یہ بھی علم ہے لیکن کا مل علم نہیں ہے میں نے پو چھا کہ کامل علم کیا ہے؟
آپ نے فر مایا: علم کامل وہ علم ہے جو روزانہ دن رات میں ایک عنوان کے بعد دوسر ے عنوان اور ایک چیز کے بعد دوسری چیز کے بارے میں سامنے آتا رہتا ہے اور جو قیا مت تک ظاہر ہوتا رہے گا
راقم کہتا ہے
اس کی سند میں عبدالله بن الحجال ہے جو مجہول ہے

الکافی کی روایت ہے
عدة من أصحابنا، عن أحمد بن محمد، عن علي بن الحكم، عن الحسين ابن أبي العلاء قال: سمعت أبا عبدالله عليه السلام يقول: إن عندي الجفر الابيض، قال: قلت: فأي شئ فيه؟ قال: زبور داود، وتوراة موسى،
وإنجيل عيسى، وصحف ابراهيم عليهم السلام والحلال والحرام، ومصحف فاطمة، ما أزعم أن فيه قرآنا، وفيه ما يحتاج الناس إلينا ولا نحتاج إلى أحد حتى فيه الجلدة، ونصف الجلدة، وربع الجلدة وأرش الخدش.
وعندي الجفر الاحمر، قال: قلت: وأي شئ في الجفر الاحمر؟ قال: السلاح وذلك إنما يفتح للدم يفتحه صاحب السيف للقتل، فقال له عبدالله ابن أبي يعفور: أصلحك الله أيعرف هذا بنو الحسن؟ فقال: إي والله كما
يعرفون الليل أنه ليل والنهار أنه نهار ولكنهم يحملهم الحسد وطلب الدنيا على الجحود والانكار، ولو طلبوا الحق بالحق لكان خيرا لهم.
الحسين ابن أبي العلاء نے کہا میں نے امام جعفر سے سنا وہ کہہ رہے تھے میرے پاس سفید جفر ہے - میں نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ فرمایا داود کی زبور اور موسی کی توریت اور عیسیٰ کی انجیل اور ابراہیم کا مصحف ہے اور حلال و حرام ہے اور مصحف فاطمہ ہے میں یہ دعوی نہیں کرتا کہ اس میں قرآن ہے لیکن اس میں ہے وہ ہے جس کو لوگوں کو حاجت ہے اور ہمیں اس کی بنا پر کسی کی حاجت نہیں ... اور میرے پاس جفر سرخ ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ فرمایا : اسلحہ ہے جس سے خون کھولا جاتا ہے اور تلوار والا قتل کرتا ہے اس پر عبدالله ابن أبي يعفور نے امام

جعفر سے کہا الله اصلاح کرے اپ کو بنو الحسن کی حرکت کا علم ہے ؟ فرمایا ہاں الله
کی قسم جیسے تم رات کو جانتے ہو کہ رات ہے اور دن کو کہ دن ہے لیکن انہوں نے
حسد کو اور طلب دنیا
کو لیا ہے اگر حق کو حق سے طلب کرتے تو اچھا ہوتا

راقم کہتا ہے اس کی سند میں الحسين ابن أبي العلاء الخفاف أبو علی الاعور یا الخصاف
أبو علی الاعور ہے – اس کا ایک نام أبو العلاء الحسين ابن أبي العلاء خالد بن طهمان
العامري بھی بیان کیا جاتا ہے اس کا ایک
نام الزندجي أبو علي بھی بیان کیا گیا ہے
راقم کہتا ہے یہ شخص مجہول ہے – التحرير الطاووسی کے مولف حسن صاحب المعالم
شیعہ عالم کا کہنا ہے
فيه نظر عندي لتهافت الاقوال فيه
اس راوی پر نظر ہے اس کے بارے میں بے شمار (متخالف) اقوال کی وجہ سے
یعنی اہل تشیع اس راوی کا تعین نہیں کر سکے ہیں اور تین نام کے مختلف قبائل کے
لوگوں کو ملا کر ان کے علماء کا دعوی ہے کہ ایک شخص ہے – حقیقت یہ ہے کہ اس
کے بارے میں کوئی یقینی
قول نہیں کہ کون ہے

الکافی کی ایک اور روایت ہے

علي بن إبراهيم، عن محمد بن عيسى، عن يونس، عمن ذكره، عن سليمان بن خالد قال:
قال أبوعبدالله عليه السلام: إن في الجفر الذي يذكرونه(1) لما يسوؤهم، لانهم لا يقولون
الحق(2) والحق فيه، فليخرجوا
قضايا علي وفرائضه إن كانوا صادقين، وسلوهم عن الخالات والعمات(3)، وليخرجوا مصحف
فاطمة عليها السلام، فإن فيه وصية فاطمة عليها السلام، ومعه(4) سلاح رسول الله صلى الله
عليه وآله: إن الله
عزوجل يقول: ” فأتوا بكتاب من قبل هذا أو أثارة من علم إن كنت صادقين

سلیمان بن خالد نے کہا امام جعفر نے مصحف فاطمہ نکالا جس میں فاطمہ کی وصیت
تھی اور ان کے پاس رسول الله صلی الله علیہ و الہ کا اسلحہ تھا

راقم کہتا ہے اس کی سند میں عمن ذكره، لوگ مجہول ہیں
الکافی کی ایک اور روایت ہے

عدة من أصحابنا، عن أحمد بن محمد، عن عمر بن عبدالعزيز، عن حماد بن عثمان قال: سمعت أبا عبدالله عليه السلام يقول: تظهر الزنادقة في سنة ثمان وعشرين ومائة وذلك أني نظرت في مصحف فاطمة
عليها السلام، قال: قلت: وما مصحف فاطمة؟ قال: إن الله تعالى لما قبض نبيه صلى الله عليه وآله دخل على فاطمة عليها السلام من وفاته من الحزن ما لا يعلمه إلا الله عزوجل فأرسل الله إليها ملكا يسلي غمها
ويحدثها، فشكت ذلك(1) إلى أمير المؤمنين عليه السلام فقال: إذا أحسست بذلك وسمعت الصوت قولي لي فأعلمته بذلك فجعل أمير المؤمنين عليه السلام يكتب كلما سمع حتى أثبت من ذلك مصحفا قال: ثم قال: أما
.إنه ليس فيه شئ من الحلال والحرام ولكن فيه علم ما يكون

حماد بن عثمان نے کہا میں نے امام جعفر المتوفی ١٤٥ ھ کو کہتے سنا الزنادقة سن ١٢٨ میں ظاہر ہوئے اور اس وقت میں مصحف فاطمہ دیکھ رہا تھا – میں نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ فرمایا جب اللہ تعالی نے اپنے نبی کی روح قبض کی وہ فاطمہ کے گھر میں داخل ہوئے اور وہاں رہے جس کو علم صرف اللہ کو ہے اس وقت اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا جو ان کے غم کو دور کرے (علی کو اس پر خبر دیر سے ہوئی) اس پر علی نے شکوہ کیا اور کہا اگر مجھے احساس ہوتا اور (فرشتے کی) آواز سن لی ہوتی تو میں اس علم کو جان جاتا- پس علی نے وہ لکھا جو سنا (یعنی جو فرشتہ نے علم دیا
س کا آدھا پونا لکھا) اس کو مصحف میں ثبت کیا – امام جعفر نے کہا اس میں نہ صرف حلال و حرام ہے بلکہ اس کا علم بھی ہے جو ہو گا
راقم کہتا ہےکہا جاتا ہے کہ سند میں حماد بن عثمان بن عمرو بن خالد الفزاري ہے – اس کا سماع امام جعفر سے نہیں ہے کیونکہ بصائر الدرجات کے مطابق یہ حماد بن عثمان اصل میں عمر بن یزید کی سند سے
امام جعفر سے روایت کرتا ہے دوم سند میں عمر بن عبدالعزيز أبوحفص بن أبي بشار المعروف بزحل ہے قال النجاشي انه مختلط
الفضل بن شاذان کا کہنا ہے أبو حفص یروی المناكير
معلوم ہوا سند ضعیف ہے انقطاع بھی ہے
الغرض علی رضی اللہ عنہ کےپاس کوئی الگ علم خواص نہ تھا جو اور اصحاب رسول کو معلوم نہ ہو اور نہ ہی کوئی الگ قرآن تھا بلکہ اس کی تمام خبریں غالیوں کی بیان کردہ ہیں جو مجہول و غیر معروف یا مختلط یا ضعیف راوی ہیں

اختلاف قرات

اللہ تعالی کتاب اللہ میں کہتے ہیں

﴿ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ (221) تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ (222) يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ

کیا ہم تم کو خبر دیں کہ شیاطین کس پر نازل ہوتے ہیں ؟ نازل ہوتے ہیں ہر گناہ گار جھوٹے پر جو سنتے ہیں اس میں بات ملاتے اور اکثر جھوٹے ہیں

کچھ افاک اثیم اس امت میں ایسے گزرے جو شوم نصیبی کے چکر میں ایسے الجھے کہ کتاب اللہ کو پڑھتے تھے لیکن دل میں سے سلاخ کی طرح گزرتی تھی - ان کا دل مانتا نہ تھا کہ عرب کے بدوؤں پر رحمت الہی متوجہ ہوئی اور کوئی چیز عرش سے یہاں لق و دق صحرا میں اتری بھی - لهذا ان خالی خولوں میں ایک شاطر شیخ (ابلیس) کا کنڑول ہوا اور نوک قلم سے ان بیمار اذہان کا غبار صفحہ قرطاس پر منتقل ہوا- مدعآ یہ تھا کہ قرآن اصلی حالت میں نہیں لہذا بس روایات دیکھیں اور فرما دیا کہ قرآن بدل گیا لیکن اس میں جو تبدیلی بتائی اس سے نہ معنوں میں کوئی فرق پڑا نہ اس کی حکت بالغہ میں کوئی کمی آئی

قارئین کے لئے ان کے اس قسم کے التباس ذہنی کے کچھ نمونے پیش خدمت ہیں

اب یہاں ہم اختلاف قرات کی روایات پر تبصرہ کریں گے

البراء بن عآزب رضی اللہ عنہ کی قرات کا اختلاف

فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ غَيْرُ أُوْلِي ٱلضَّرَرِ
بخاری کی روایت ہے

بخاری ٤٩٩٠ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ *إِسْرَائِيلَ*، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ البَرَاءِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: {لاَ يَسْتَوِي} [النساء: 95] القَاعِدُونَ مِنَ المُؤْمِنِينَ {وَالمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ} [النساء: 95]، قَالَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْعُ لِي زَيْدًا وَلْيَجِئْ بِاللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ وَالكَتِفِ – أَوِ الكَتِفِ وَالدَّوَاةِ -» ثُمَّ قَالَ: " اكْتُبْ {لاَ يَسْتَوِي القَاعِدُونَ} [النساء: 95] " وَخَلْفَ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الأَعْمَى، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا تَأْمُرُنِي، فَإِنِّي رَجُلٌ ضَرِيرُ البَصَرِ؟ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا: {لاَ يَسْتَوِي القَاعِدُونَ مِنَ المُؤْمِنِينَ} [النساء: 95] {وَالمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ} [النساء: 95] {غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ} [[النساء: 95

اسرائیل ، ابی اسحاق سے وہ البراء سے روایت کرتے ہیں کہ جب نازل ہوئی
{لاَ يَسْتَوِي} [النساء: 95] القَاعِدُونَ مِنَ المُؤْمِنِينَ {وَالمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ} [النساء: 95]
اس میں اصل آیت سورہ النساء کی ہے

لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّـهِ

لیکن اوپر روایت بعض نسخوں میں یہ آیت آگے پیچھے ہے- اس سے بعض کو بہانہ ہاتھ آ گیا کہ قرآن میں آیات صحیح طور رقم نہیں ہوئیں

اس کا جواب ہے کہ بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے

بخاری ٢٨٣١ حَدَّثَنَا أَبُو الوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ البَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: لَمَّا نَزَلَتْ: {لاَ يَسْتَوِي القَاعِدُونَ} [النساء: 95] مِنَ المُؤْمِنِينَ " دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا، فَجَاءَ بِكَتِفٍ فَكَتَبَهَا، وَشَكَا ابْنُ أُمِّ [ص:25] مَكْتُومٍ ضَرَارَتَهُ، فَنَزَلَتْ: {لاَ يَسْتَوِي القَاعِدُونَ مِنَ المُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ} [النساء: 95] "
شعبہ ، ابی اسحاق سے وہ البراء سے روایت کرتے ہیں کہ جب نازل ہوئی لاَ يَسْتَوِي القَاعِدُونَ مِنَ المُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ

یہاں روایت میں آیت اسی طرح ہے جیسی ہم تلاوت کرتے ہیں –اس کا مطلب ہے کہ آیت میں تقدم و تاخیر اصل میں راوی إسرائيل بن يونس بن أبي إسحاق السبيعي سے ہوئی ہے شعبہ کی سند میں نہیں ہے

ابو سعید الخدری، ابو ہریرہ کی قرات میں اللہ الواحد الصمد؟
راویان حدیث جب روایت لکھتے تو اس میں بعض اوقات الفاظ اپنی پسند کے بھی لکھ دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ حدیث کے الفاظ میں اضطراب بھی بعض اوقات ہو جاتا ہے اس بات سے لا علم بعض شیعوں اور انکے ہم نوا ملحدین نے مسئلہ اختلاف قرات سے جوڑنے کی کوشش کی

ابو سعید الخدری کی قرات

بخاری کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، وَالضَّحَّاكُ المَشْرِقِيُّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ ثُلُثَ القُرْآنِ فِي لَيْلَةٍ؟» فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوا: أَيُّنَا يُطِيقُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: «اللَّهُ الوَاحِدُ الصَّمَدُ ثُلُثُ القُرْآنِ»

الأَعْمَشُ کہتے ہیں ہم سے روایت کیا إِبْرَاهِيمُ اور الضَّحَّاكُ المَشْرِقِيُّ نے وہ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے کہا کیا تم میں سے کسی کو ہمت ہے کہ ہر رات ایک تہائی قرآن کی قرات کر لے؟ پس یہ صحابہ پر سخت گذرا اور انہوں نے کہا اے رسول اللہ ہم میں کون ایسا کر سکتا ہے آپ نے فرمایا *اللہ الواحد الصمد* ایک تہائی قرآن ہے

مسند ابو یعلی کی روایت ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي سَمِينَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الضَّحَّاكِ الْمَشْرِقِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: « *قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ*، تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ»

الأَعْمَشُ کہتے ہیں ہم سے روایت کیا الضَّحَّاكُ المَشْرِقِيُّ نے وہ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ابو سعید الخدری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو قل ہو اللہ احد یہ ایک تہائی قرآن ہے

یعنی ایک ہی سند ہے لیکن الأَعْمَشُ سے اوپر راوی نے اس کو الگ الگ طرح روایت کیا جس کی وجہ سے بعض کو ابہام ہوا کہ آیات کسی اور طرح نازل ہوئی تھیں

واضح رہے کہ الأَعْمَشُ خود بھی کوفہ کے شیعہ ہیں

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی قرات میں قل ہو اللہ احد ہی تھا اس کی مثال موطا امام مالک کی روایت ہے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ , عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، " أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلا مِنَ اللَّيْلِ يَقْرَأُ *قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ* يُرَدِّدُهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الرَّجُلَ يُقَلِّلُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ "

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انہوں نے ایک شخص کو سنا جو رات کو قرات کرتا قل ہو اللہ احد .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک تہائی قرآن ہے

ان دلائل کی روشنی میں واضح ہے کہ ابو سعید الخدری کی قرات وہی تھی جو آج ہم کرتے ہیں

ابو ہریرہ کی قرات

مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا يَزَالُونَ يَسْأَلُونَ حَتَّى يُقَالُ: هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا، فَمَنْ خَلَقَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ؟ " قَالَ: فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: " فَوَاللَّهِ، إِنِّي لَجَالِسٌ يَوْمًا إِذْ قَالَ لِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ: هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا، فَمَنْ خَلَقَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَجَعَلْتُ أُصْبُعَيَّ فِي أُذُنَيَّ، ثُمَّ صِحْتُ، فَقُلْتُ: صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، *اللَّهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ*، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ .... اہل عراق میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا یہ اللہ ہے جس نے ہم کو خلق کیا ہے تو اسکو کس نے خلق کیا ؟ ابو ہریرہ نے کہا ....میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچ کہا *اللہ الواحد الصمد* لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

اس کی سند میں عمر بن أبي سلمة بن عبد الرحمن الزهري ہے جس کو ليس بالقوي قوی نہیں النسائي نے کہا اور ابن معين نے تضعیف کی ہے

اس کے مقابلے پر موطا کی روایت ہے

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ، مَوْلَى آلِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: أَقْبَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. «فَسَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ *قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ*» فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَجَبَتْ»، فَسَأَلْتُهُ: مَاذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: «الْجَنَّةُ»

ابو ہریرہ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک شخص کو سنا جو قل ھو اللہ احد قرات کر رہا تھا رسول اللہ نے کہا واجب ہو گئی میں نے کہا کیا؟ فرمایا جنت

مسند ابی یعلی صحیح السند روایت جو ابو ہریرہ سے مروی ہے اس میں بھی قل ھو اللہ احد ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ صَالِحٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «احْشِدُوا فَإِنِّي سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ»، فَحَشَدُوا فَقَرَأَ عَلَيْنَا {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} [الإخلاص: 1]، حَتَّى خَتَمَهَا، ثُمَّ دَخَلَ فَقَالَ بَعْضُنَا: قَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ» وَلَمْ يَقْرَأْ مَا هَذَا إِلَّا لِخَبَرٍ جَاءَهُ مِنَ السَّمَاءِ، قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ: «إِنَّهَا ثُلُثُ الْقُرْآنِ»

الغرض قل ھو اللہ احد کو عام بول چال میں اللہ الواحد الصمد کہا جا رہا تھا جیسے آج ہم کہتے ہیں قل پڑھنا یا فاتحہ پڑھنا محدثین کے دور میں چونکہ سورتوں کے نام نہیں تھے لہذا سورت کو چھوٹا کر کے بیان کر دیا جاتا تھا

ابی بن کعب اور عمر کا قرآن پر اختلاف تھا؟

بعض لوگوں نے عمر اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اختلاف قرات کے حوالے سے تذکرہ کیا اور اس میں اپنی طرف سے الفاظ بڑھا کر بات کو اپنے مدعا میں پیش کیا

حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الفَضْلِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: أُبَيٌّ أَقْرَؤُنَا، وَإِنَّا لَنَدَعُ مِنْ لَحَنِ أُبَيٍّ، وَأُبَيٌّ يَقُولُ: «أَخَذْتُهُ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلاَ أَتْرُكُهُ لِشَيْءٍ»، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا} [البقرة: 106]

ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم کو یحییٰ بن سعید قطان نے خبر دی، انہیں سفیان ثوری نے، انہیں حبیب بن ابی ثابت نے، انہیں سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ابی بن کعب ہمارے قاری ہیں اور بے شک ہم لحن ابی (تلفظ) پر جاتے ہیں اور ابی کہتے ہیں کہ میں نے تو اس قرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے، میں اس میں سے کوئی چیز چھوڑنے والا نہیں اور (جبکہ) اللہ نے خود فرمایا ہے کہ ماننسخ من آیۃ اوننسھا الآیۃ یعنی ہم جب کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں پھر یا تو اسے بھلا دیتے ہیں یا اس سے بہتر لاتے ہیں۔

اس روایت کا غلط ترجمہ آپ اس لنک پر دیکھ سکتے ہیں

http://www.urdumajlis.net/threads/26533.صحیح-بخاری/page-90

جس میں ہے کہ

لیکن ابی جہاں غلطی کرتے ہیں اس کو ہم چھوڑ دیتے ہیں (وہ بعض منسوخ التلاوۃ آیتوں کو بھی پڑھتے ہیں) اور کہتے ہیں

– حالانکہ روایت میں یہ الفاظ ابی جہاں غلطی کرتے ہیں سرے سے ہیں ہی نہیں
عربی لغت مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار از جمال الدين، محمد طاهر بن علي الصديقي الهندي الفَتَّنِي الكجراتي (المتوفى: 986هـ) کے مطابق الفاظ

لندع من "لحن" أبي، هو الطريق واللغة، وأراد روايته وقراءته
لندع من "لحن" أبي (بن کعب) یہ طریقه ہے اور لغت ہے اور مقصد ہے انکی روایت اور قرات کے مطابق
دوسری روایت ہے

بخاری حدیث ٤٤٨١ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: " أَقْرَؤُنَا أُبَيٌّ، وَأَقْضَانَا عَلِيٌّ، وَإِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ أُبَيٍّ، وَذَاكَ أَنَّ أُبَيًّا يَقُولُ: لاَ أَدَعُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ". وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا}
ابن عباس رضی الله عنہ کہتے ہیں عمر رضی الله عنہ نے کہا ابی بن کعب ہمارے لئے قرات کرتے ہیں اور علی ہمارے قاضی کے فیصلے کرتے ہیں اور ہم بلا شبہ ان ابی بن کعب کے قول (لحن) پر جاتے ہیں اور یہ ابی بن کعب کہتے ہیں میں کسی چیز کو نہیں چھوڑ سکتا جو رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے سنی ہو ، جبکہ الله نے کہا ہم نے جو آیت بھی منسوخ کی یا اسے بھلایا تو پھر اس سے اچھی آیت لائے۔
یعنی باوجود اس کے کہ ابی بن کعب منسوخ قرات بھی کرتے ہیں ہم انہی کی قرات لیتے ہیں اور اسکی دلیل ہے کہ

عمر رضی الله عنہ نے رمضان میں نماز التراویح کے لئے مسلمانوں کو مسجد النبی میں ابی بن کعب رضی الله عنہ کی قرات پر جمع کیا بخاری ہی کی حدیث ہے فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ان سب پر ابی بن کعب کو (امام) کیا
اس پر مزید یہ کہ عثمان رضی الله عنہ کے دور میں بھی جمع القرآن کی کمیٹی میں ابی بن کعب شامل تھے اس کا مطلب ہے کہ وہ منسوخ آیات بھی ہم قرات کرتے ہیں جن کے لئے عمر رضی الله عنہ کی رائے تھی کہ انکو چھوڑ سکتے ہیں

عبد الله ابن مسعود کا اختلاف

مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ خُمَيْرِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُمِرَ بِالْمَصَاحِفِ أَنْ تُغَيَّرَ قَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَغُلَّ مُصْحَفَهُ فَلْيَغُلَّهُ فَإِنَّ مَنْ غَلَّ شَيْئًا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ ثُمَّ قَالَ قَرَأْتُ مِنْ فَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِينَ سُورَةً أَفَأَتْرُكُ مَا أَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خمير بن مالک کہتے ہیں کہ حکم ہوا کہ مصاحف قرآني کو بدل دیا جائے – ابن مسعود رضي الله عنہ نے کہا تم میں سے جو شخص اپنا نسخہ چھپا سکتا ہو، چھپالے، کیونکہ جو شخص جو چیز چھپائے گا، قیامت کے دن اس کے ساتھ ہي آئے گا، پھر فرمایا کہ میں نے نبي (صلي الله عليه وسلم) کے دہن مبارک سے ستر سورتیں پڑھي ہیں ، کیا میں ان چیزوں کو چھوڑ دوں، جو میں نے رسول الله (صلي الله عليه وسلم) سے حاصل کي ہیں

مسند ابو داود طیالسی میں ہے عبد الله ابن مسعود نے یہ بھی کہا

وَإِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَصَبِيٌّ مِنَ الصِّبْيَانِ

اور زيد بن ثابت تو بچوں میں ایک بچہ تھا

گویا کہ جمع القران زید بن ثابت نے کیا حالانکہ اس میں ابی بن کعب بھی موجود ہیں

مسند احمد میں ہے ابن مسعود نے کہا

وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ لَهُ ذُؤَابَةٌ فِي الْكُتَّابِ

اور زید بن ثابت اس کے لئے الكتاب گچھا ہے

یعنی زید کے پس کا روگ نہیں ہے

ان تمام کی سند میں خمیر بن مالك کا تفرد ہے ابن أبي حاتم کی كتاب الجرح والتعديل 391/3، کے مطابق یہ کوفی ہے حمصی نہیں ہے –

اس خمیر بن مالك نام کے دو راوی ہیں ایک کوفی ہے اور ایک شامی ہے- کوفی سے صرف ابی اسحاق روایت کرتا ہے اور ابن مسعود بھی کوفہ میں تھے دوسرا شامی ہے جس سے صرف عَبد

اللهِ بْن عِيسَى روایت کرتا ہے بعض لوگوں کو اس میں اشتباہ ہوا اور انہوں نے اس کو شامی سمجھ کر روایت کو صحیح سمجھا- اصلا یہ خمير بن مالك کوفی ہے

اس کی وضاحت کتاب تجريد الأسماء والكنى المذكورة في كتاب المتفق والمفترق للخطيب البغدادي از القاضي أَبِي يَعْلَى البغدادي، الحنبلي (المتوفى: 580هـ) میں موجود ہے

خمير بن مالك کوفی *مجھول* ہے جس کا اتا پتا نہیں کون ہے لہذا روایت ضعیف ہے
مسند احمد میں ہے

حدثنا عفان حدثنا عبد الواحد حدثنا سليمان الأعمش عن شَقِيق بن سَلَمة قال: خطَبَنَا عبدُ الله بن مسعود فقال: لقد أخذتُ من في رسول الله - صلى الله عليه وسلم - بضعاً وسبعين سورة، وزيد بن ثابت غلام له ذؤابتان، يلعبُ مع الغِلْمان
شَقِيق بن سَلَمة کہتے ہیں عبد الله ابن مسعود نے خطبہ دیا بلاشبہ میں نے رسول الله سے ستر کے قریب سوره لیں اور زید بن ثابت تو لڑکا تھا جس کے (سر پر) دو (بالوں کے) لچھے تھے لڑکوں کے ساتھ کھیلتا رہتا تھا
یعنی زید بن ثابت کے سر کے بال تک صحیح طرح نہیں نکلے تھے جب ابن مسعود مدینہ میں انکو دیکھتے تھے

اسکی سند میں عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ ہے جو مظبوط راوی نہیں ہے تہذیب التہذیب ج 6/ 434-435 کے مطابق اس پر يحيى القطان نے کلام کیا ہے

وقال صالح بن احمد عن علي بن المديني: سمعت يحي بن سعيد يقول: ما رأيت عبد الواحد بن زياد يطلب حديثاً قط بالبصرة ولا بالكوفة، وكنا نجلس على بابه يوم الجمعة بعد الصلاة أذاكره حديث الأعمش فلا نعرف منه حرفاً
صالح بن احمد عن علي بن المديني کہتے ہیں میں نے یحیی کو سنا انہوں نے کہا میں نے کبھی بھی عبد الواحد کو بصرہ یا کوفہ میں حدیث طلب کرتے نہ دیکھا اور ہم جمعہ کے بعد دروازے پر بیٹھے تھے کہ اس نے الاعمش کی حدیث ذکر کی جس کا ایک حرف بھی ہمیں پتہ نہ تھا
زید بن ثابت انصاری رضی الله عنہ ہجرت سے ۱۲ سال قبل پیدا ہوئے - ابن مسعود رضی الله عنہ حبشہ ہجرت کر گئے اور وہاں سے جنگ بدر سے پہلے مدینہ پہنچے تو اس وقت تک زید بن ثابت ۱۳ یا ١٤ سال کے تھے جو اسلام میں لڑکوں کی بلوغت کی عمر   ہے ظاہر ۱۳ یا ١٤ سال کے لڑکے کے سر پر بالوں کے دو لچھے نہیں ہوتے نہ وہ بچہ سمجھا جاتا ہے

ترمذی ح ٣١٠٤ میں ہے

قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ، كَرِهَ لِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ نَسْخَ المَصَاحِفِ ... وَاللَّهِ لَقَدْ أَسْلَمْتُ وَإِنَّهُ لَفِي صُلْبِ رَجُلٍ كَافِرٍ يُرِيدُ زيد بن ثَابت
امام زہری نے کہا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ نے کہا کہ عبد الله ابن مسعود زید بن ثابت سے کراہت کرتے کہ مصاحف مٹا دیے گئے ... اور الله کی قسم میں ایمان لایا جب یہ زید تو ایک کافر کے صلب میں تھا
لیکن مصاحف تلف کرنا عثمان رضی الله عنہ خلیفہ وقت کا حکم تھا نہ کہ زید رضی الله عنہ کا- سندا یہ بات منقطع ہے

عبید الله بن عبد الله بن عتبة کا سماع عبد الله ابن مسعود رضی الله عنہ سے نہیں ہے

بخاری حدیث ٥٠٠٠ میں ہے

حدثنا عمر بن حفص، حدثنا أبي، حدثنا الأعمش، حدثنا شقيق بن سلمة، قال خطبنا عبد الله فقال والله لقد أخذت من في رسول الله صلى الله عليه وسلم بضعا وسبعين سورة، والله لقد علم أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أني من أعلمهم بكتاب الله وما أنا بخيرهم. قال شقيق فجلست في الحلق أسمع ما يقولون فما سمعت رادا يقول غير ذلك.
ہم سے عمرو بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے شقیق بن سلمہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے ہمیں خطبہ دیا اور کہا کہ اللہ کی قسم میں نے کچھ اوپر ستر سورتیں خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر حاصل کی ہیں۔ اللہ کی قسم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ قرآن مجید کا جاننے والا ہوں حالانکہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔ شقیق نے بیان کیا کہ پھر میں مجلس میں بیٹھا تاکہ صحابہ کی رائے سن سکوں کہ وہ کیا کہتے ہیں لیکن میں نے کسی سے اس بات کی تردید نہیں سنی۔

یہ روایت صحیح کی ہے اس میں وہ طنزیہ جملے نہیں جو زید بن ثابت رضی الله عنہ کے لئے راویوں نے نقل کیے ہیں نہ اس میں قرآن کے مصاحف چھپانے کا ذکر ہے

سورہ اللیل کی قرات

سورہ اللیل میں وَ الذَّكَرِ وَالْأُنثَىٰ ہے یا وَ ما خلق الذَّكَرِ وَالْأُنثَىٰ ہے؟

بعض احادیث میں بیان ہوا ہے کہ علقمہ شام گئے وہاں ابو الدرداء رضی الله عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ ابن مسعود کی قرات سناو پھر کہا سورہ و اللیل سناو

كَيْفَ كَانَ يَقْرَأُ: {وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى} [الليل: 1] ؟» ، قُلْتُ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى

انہوں نے اس طرح پڑھا تو ابو الدرداء نے کہا واللہ میں نے بھی ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا

مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ کی سند سے مسند احمد ،صحیح بخاری ، میں ہے

الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ کی سند سے مسند احمد ، ترمذی، صحیح بخاری میں ہے

إس میں إبراهيم بن يزيد النخعي کآ تفرد ہے – إبراهيم بن يزيد النخعي کا سماع محدثین کے نزدیک اصحاب عبد اللہ سے ہے لیکن بعض اوقات یہ تدلیس بھی کرتے ہیں جن میں وہ روایات بھی بیان کرتے ہیں جو اصحاب عبد اللہ سے نہیں سنی ہوتیں

کتاب موسوعة المعلمي اليماني وأثره في علم الحديث المسماة از عبد الرحمن بن يحي المعلمي اليماني کے مطابق

وإبراهيم أيضًا يُدخل بينه وبين أصحاب عبد الله مثل: هُني بن نُويرة، وسهم بن منجاب، وخزامة الطائي، وربما دلّس عنهم

إبراهيم بن يزيد النخعي اپنے اور اصحاب عبد اللہ کے درمیان راوی مثلا هُني بن نُويرة، وسهم بن منجاب، وخزامة الطائي ڈالتے ہیں اور یہ تدلیس بھی کرتے تھے

کتاب خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال از أحمد بن عبد الله بن أبي الخير بن عبد العليم الخزرجي الأنصاري الساعدي اليمني، صفي الدين (المتوفى: بعد 923هـ) کے مطابق

إِبْرَاهِيم بن يزِيد بن قيس بن الْأسود النَّخعِيّ أَبُو عمرَان الْكُوفِي الْفَقِيه يُرْسل كثيرا عَن عَلْقَمَة
راقم کے خیال میں شیخین سے یہاں تسامح ہوا اور یہ روایت صحیحین میں لکھ دی جبکہ یہ منقطع تھی

یہ بات داود بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ کی سند سے مسند احمد، صحیح مسلم میں ہے

أبو بكر ابن الأنباري (تفسیر قرطبی) أبو بكر ابن العربي (أحكام القرآن)، أبو حيان (البحر) میں اس قرات کو شاذ کہا گیا ہے

اس روایت پر سوال اٹھتا ہے کہ

ہشام بن عمار اور ابن ذکوان کی سند سے جو قرات ملی ہے جس کی سند ابو الدرداء تک جاتی ہے نہ اس میں یہ قرات ہے نہ ابن مسعود کی کسی قرات میں یہ ہے تو یہ بات کیسے ثابت کہی جا سکتی ہے

https://audio.islamweb.net/audio/index.php?page=souraview&qid=776&rid=26

https://audio.islamweb.net/audio/index.php?page=audioinfo&audioid=91047

اہل تشیع کی رائے

تفسير نور الثقلين - الشيخ الحويزي - ج 5 - ص 589کے مطابق

في جوامع الجامع وفي قراءة النبي صلى الله عليه وآله وعلي عليه السلام وابن عباس " والذكر والأنثى " . 7 - في مجمع البيان في الشواذ قراءة النبي صلى الله عليه وآله وقراءة علي بن أبي طالب عليه السلام " والنهار إذا تجلى وخلق الذكر والأنثى " بغير " ما " روى ذلك عن أبي عبد الله عليه السلام . 8 - في كتاب المناقب لابن شهرآشوب الباقر عليه السلام في قوله : " وما خلق الذكر والأنثى " فالذكر أمير المؤمنين والأنثى فاطمة عليهما السلام ان سعيكم لشتى لمختلف فأما من اعطى واتقى وصدق بالحسنى بقوته وصام حتى وفى بنذره وتصدق بخاتمه وهو راكع ، وآثر المقداد بالدينار على نفسه ، قال : " وصدق بالحسنى " وهي الجنة والثواب من الله بنفسه فسنيسره لذلك بأن جعله إماما في القبر وقدوة بالأئمة يسره الله لليسرى .
اور جوامع الجامع میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ و الہ اور علی علیہ السلام اور ابن عباس کی قرات میں ہے والذكر والأنثى - اور مجمع البيان في الشواذ قراءة النبي صلى الله عليه وآله وقراءة

علي بن أبي طالب عليه السلام میں ہے والنهار إذا تجلى وخلق الذكر والأنثى ، لفظ ما کے بغیر یہ امام ابی عبد الله سے روایت کیا گیا ہے اور کتاب المناقب لابن شهرآشوب میں امام باقر کا قول ہے وما خلق الذكر والأنثى پس اس میں الذكر (مرد) امیر المومنین ہیں اور والأنثى فاطمہ علیهما السلام ہیں

یعنی اہل تشیع کی روایات کے مطابق قرات میں وخلق الذكر والأنثى تھا دوسری روایت کے مطابق والذكر والأنثى تھا اور تیسری کے مطابق وما خلق الذكر والأنثى تھا

صحابہ کی تشریحات

دور صحابہ میں تفسیر کی کتب اور مصاحف الگ الگ نہیں تھے بلکہ تشریحی و تفسیری آراء کو مصحف میں ہی لکھا جا رہا تھا اور اس میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے – اسی طرح کی کچھ روایات ہیں جن سے بعض کو اشتباہ ہوا کہ گویا یہ اضافی تشریحی الفاظ قرات کا حصہ ہیں مثلا

في مواسم الحج

صحيح بخاري میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: " كَانَتْ عُكَاظٌ، وَمَجَنَّةُ، وَذُو المَجَازِ، أَسْوَاقًا فِي الجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الإِسْلاَمُ، فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوا فِيهِ، فَنَزَلَتْ: {لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ} [البقرة: 198] فِي مَوَاسِمِ الحَجِّ " قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قرآن کی آیت لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ پڑھی تو اس کے بعد *فی مواسم الحج* بھی پڑھا

سنن ابو داود میں راوی عُبيد بن عُمَيرٍ کہتا ہے یہ قرات تھی

قال: فحدَّثني عُبيد بن عُمَيرٍ أنه كان يقرؤها في المصحف
عُبيد بن عُمَيرٍ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن عباس اس کو مصحف میں قرات کرتے تھے

شعَيب الأرنؤوط سنن ابو داود کی روایت کے الفاظ پر تعلیق میں لکھتے ہیں

وهذا إسناد ضعيف. عبيد بن عمير: هو مولى ابن عباس فيما قاله أحمد بن صالح المصري الحافظ، وأيده المزي في ترجمة عبيد بن عمير مولى ابن عباس من "تهذيب الكمال" 19/ 226 - 227، لأن ابن أبي ذئب - وهو محمد بن عبد الرحمن بن المغيرة العامري - يقول في آخر الحديث: "فحدثني عبيد بن عمير"، ولم يدرك ابن أبي ذئب عبيدَ بن عمير الليثي الثقة. وعبيد بن عمير مولى ابن عباس مجهول

اس کی اسناد ضعیف ہیں عبید بن عمیر ... مجھول ہے

الذھبی میزان میں لکھتے ہیں

عبيد بن عمير [د] . عن ابن عباس. لا يعرف. تفرد عنه ابن أبي ذئب

عبید بن عمیر ، ابن عباس سے روایت کرتا ہے میں نہیں جانتا اس سے روایت کرنے میں ابن أبي ذئب کا تفرد ہے

کتاب تجريد الأسماء والكنى المذكورة في كتاب المتفق والمفترق للخطيب البغدادي از القاضي أَبِي يَعْلَى البغدادي (المتوفى: 580هـ) کہتے ہیں

قال عبد الله بن سليمان: ليس هذا عبيد بن عمير الليثي، هذا عبيد بن عمير مولى أم الفضل، ويقال: مولى ابن عباس

عبد الله بن سليمان نے کہا یہ عبيد بن عمير الليثي نہیں ہے یہ عبيد بن عمير أم الفضل اور کہا جاتا ہے مولى ابن عباس ہے

وَرَاءَهُمْ یا أَمَامَهُمْ

اسی طرح کے تشریحی الفاظ سورہ الکھف کے لئے بھی ہیں

{وَكَانَ وَرَاءَهُمْ} [الكهف: 79] وَكَانَ أَمَامَهُمْ - قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَامَهُمْ مَلِكٌ
اور ان کے پیچھے - اور انکے آگے اس کو قرات کیا ابن عباس نے

وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا
اور ان کے پیچھے بادشاہ تھا جو ہر سفینہ کو غصب کر لیتا
راوی کو اشتباہ ہوا یہ قرات ہے جبکہ یہ شرح ہے - موسی و خضر کشتی میں تھے کشتی آگے جا رہی تھی لیکن الفاظ ہیں وَرَاءَهُمْ یعنی ان کے پیچھے- وَرَاءَهُمْ قریش کی عربی ہے جس میں قرآن نازل ہوا

مثلا قرآن میں ہے

مِّن وَرَآئِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَى مِن مَّآءٍ صَدِيدٍ
الأخفش كتاب معانى القرآن ل میں لکھتے ہیں

.وقال {مِّن وَرَآئِهِ} اي: من أمامه
اور ان کے پیچھے جہنم ہے ... اور کہا مِّن وَرَآئِهِ یعنی ان کے آگے
یعنی قریش کی زبان میں وَرَاءَهُمْ کا مفہوم أَمَامَهُمْ تھا

الصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ

یہی معاملہ

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ .238
سب نمازوں کی حفاظت کیا کرو اور (خاص کر) درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے ادب سے کھڑے رہا کرو

میں بھی ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس میں تشریحی اضافہ کیا کیونکہ تفسیر الگ نہیں تھیں اور مصحف لوگوں کا ذاتی نسخہ ہوتا تھا عام پڑھنے کے لئے نہیں تھا

عربی کی غلطیاں؟

769- حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: نا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: نا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ لَحْنِ الْقُرْآنِ: {إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ} (1) ، {وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزكاة} (2) ، وَ (4) (إِنَّ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ) (3) ، فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي، هَذَا عَمَلُ الْكُتَّاب، أخطأوا في الكِتَاب

عروہ کہتے ہیں کہ ہم نے عائشہ رضی الله عنہا سے ان آیات کے بارے میں پوچھا

{إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ} (1) ، {وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزكاة} (2) ، اور (إِنَّ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ) (3)

تو انہوں نے جواب دیا اے میری بہن کے بیٹے! یہی تو کاتبین کرتے ہیں کہ لکھتے ہوئے خطا کر دیتے ہیں

راقم کہتا ہے یہ روایت صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ عربی صحیح ہے تو اس پر کوئی اعتراض کیسا ؟ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ آخری عمر میں عراق گئے اور وہاں ان پر بعض محدثین کے مطابق اختلاط کا اثر تھا

شیعہ عالم کتاب مراجعات قرآنية أسئلة شبهات.. وردود تأليف السيد رياض الحكيم کہتے ہیں

س 504 ـ لماذا لم ينصب اسم (إنْ) فيقول: إنّ هذين لساحران، وليس: ((إِنْ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ))؟
ج ـ أولاً: ان هذا ليس غلطاً، بل قد يكون جرياً على لغة (كنانة) الذين يثبتون ألف المثنى في كل الأحوال فيقولون إنّ الرجلان نائمان قال بعض شعرائهم:

السيد رياض الحکیم نے اس بات کو رد کیا کہ اس آیت میں عربی کی کوئی غلطی ہے اور کہا یہ کنانہ (قریش کا حلیف قبیلہ) کی لغت میں ایسا ہوتا ہے -

شیعہ عالم علي الكوراني کتاب تدوين القرآن میں اسی روایت کا ذکر کر کے کہتے ہیں
ما وردت روايات اخرى تدعي ان الكتاب عندما جمعوا القرآن اشتبهوا في الكتابة ودخلت اغلاطهم في نسخة القرآن عروة , عن ابيه قال : سالت عائشة رضي اللّه عنها عن لحن القرآن ان هذان لساحران وقوله ان الذين آمنوا والذين هادوا والصابئون والنصارى والمقيمين الصلاة والمؤتون الزكاة واشباه ذلك

؟ فقالت : اي بني ان الكتاب يخطئون) وهي روايات مرفوضة
یہ روایات مسترد شدہ ہیں

یعنی یہ روایت اہل تشیع کے علماء خود قبول نہیں کرتے-الحمد للہ اہل تشیع خود کہتے ہیں کہ وہ قرآن کو کامل مانتے ہیں لیکن ان کےبعض جہلاء ابھی تک ۵۰۰ ہجری میں زندہ ہیں

اللہ ہم سب کو کتاب اللہ پر ایمان پر قائم رکھے

قدیم نسخے اور اعراب

قرآن کے حوالے سے ایک مسلم کو علم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ على سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فاقرؤوا منه ما تَيَسَّرَ
قرآن سات حروف پر نازل ہوا جیسا آسان ہو پڑھو صحیح البخاری

اس کی تعبیر و تشریح کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے لیکن احادیث میں ہے کہ اس کی بنا پر قرآن کی بعض قرات دوسری سے الگ محسوس ہوتی تھیں یہاں تک کہ ایک موقع پر عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے صحابی کو برا بھلا کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی پیش کیا اپ نے دونوں کی الگ الگ قرات سنی اور دونوں کو صحیح قرار دیا

قرآن کو دور صدیقی میں مصحف کی صورت میں جمع کیا گیا کیونکہ یہ ایک کتاب کی صورت میں نہ تھا

تلفظ اور لحن کے مسئلہ پر عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو واپس ایک کیا اور نہ صرف مصحف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لیا بلکہ بعد میں کوئی اعتراض نہ کرے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی کہ مسجد النبی میں بیٹھ کر ہر آیت پر دو گواہیاں طلب کرو کہ وہ گواہی دیں کہ قرآن کا حصہ ہیں - لہذا نہایت احتیاط سے جمع ہوا

اس خط کو خط حجازی کہا جاتا ہے جو زیر زبر کے بغیر تھا جو اپ نیچے دیکھ سکتے ہیں کہ اصل میں نقطۂ اور اعراب نہیں تھے

قرآن کے قدیم ترین نسخے ۱۹۷۲ میں صنعا یمن سے ملے ہیں

قرآن مصحف کی صورت نہیں پھیلا تھا وہ قرات سے مسلم علاقوں تک پہنچا تھا لہذا تلاوت کرنا سب کو اتا تھا اور اس کو حفظ کیا جاتا تھا لیکن جب مصحف میں لکھا گیا تو نقطے لگائے گئے جو ایک روایت کے مطابق علی رضی الله عنہ کا خیال تھا اور دوسری کے مطابق عبد الملک کا خیال تھا

قرطبی لکھتے ہیں

عبدالملک مروان نے مصحف کے حروف کو متشکل کرنے اور ان پر نقطے لگانے کا حکم دیا ، اس نے اس کام کے لیے حجاج بن یوسف کو شہر واسط سے فارغ کیا (تاکہ اعراب کا کام صحیح طور پر ہو) ۔اس نے بہت محنت و لگن سے اس کام کو انجام دیا اور اس میں احزاب کا اضافہ کیا اس وقت حجاج عراق کا گورنر تھا ۔ اس نے حسن اور یحیی ابن یعمر کے ذمہ یہ کام لگایا ، اس کے بعد واسط میں ایک کتاب لکھی ، جس میں قراءت کے متعلق مختلف روایات کو جمع کیا ، بڑے عرصہ تک لوگ اس کتاب پر عمل کرتے رہے ، حتی کہ ابن مجاہدنے قراءت میں ایک کتاب لکھی
تفسیر القرطبی

ابن خلکان لکھتے ہیں

ابوالاسود الدولی وہ پہلے شخص ہیں ، جنہوں نے سب سے پہلے علم نحو کو وضع کیا ، علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ کلام کی کل تین قسمیں ہیں : اسم ، فعل اور حرف، اور فرمایا : اس پر تم قواعد تحریر کرو ،
وفیات الاعیان از ابن خلکان

اعراب اور بعض اوقات نقطے *لال* رنگ سے لگائے گئے تھے اور متن *کالی* سیاہی سے لکھا جاتا تھا
تاکہ واضح کیا جائے کہ نئی چیز کیا ہے
اب یہ خط، خط کوفی کہلایا

https://ar.wikipedia.org/wiki/مخطوطات_صنعاء#/media/File:Sanaa_-_manuscript_Surat_al_Maida.jpg

قرآن پر اعراب کا لگنا سامی زبانوں میں ایک ترقی تھی کیونکہ آج تک عبرانی بغیر نقطوں اور اعراب کے لکھی جاتی ہے اس کے برعکس عرب مسلمانوں نے نقطے اور اعراب کو داخل کیا اور قرآن میں جو تلفظ کے مسائل تھے ان کو دور کیا یہاں تک کہ اختلاف معنی نہ ہوا

ابن تیمیہ فتوی ج 3 ص ٤٠٢ میں لکھتے ہیں

كَتَبَ الْمُسْلِمُونَ مُصْحَفًا فَإِنْ أَحَبُّوا أَنْ لَا يُنَقِّطُوهُ وَلَا يُشَكِّلُوهُ جَازَ ذَلِكَ؛ كَمَا كَانَ الصَّحَابَةُ يَكْتُبُونَ الْمَصَاحِفَ مِنْ غَيْرِ تَنْقِيطٍ وَلَا تَشْكِيلٍ؛ لِأَنَّ الْقَوْمَ كَانُوا عَرَبًا لَا يَلْحَنُونَ. وَهَكَذَا هِيَ الْمَصَاحِفُ الَّتِي بَعَثَ بِهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إلَى الْأَمْصَارِ فِي زَمَنِ التَّابِعِينَ. ثُمَّ فَشَا اللَّحْنُ فَنُقِّطَتْ الْمَصَاحِفُ وَشُكِّلَتْ بِالنُّقَطِ الْحُمْرِ ثُمَّ شُكِّلَتْ بِمِثْلِ خَطِّ الْحُرُوفِ؛ فَتَنَازَعَ الْعُلَمَاءُ فِي كَرَاهَةِ ذَلِكَ. وَفِيهِ خِلَافٌ عَنْ الْإِمَامِ أَحْمَدَ ـ رَحِمَهُ اللَّهُ ـ وَغَيْرِهِ مِنْ الْعُلَمَاءِ قِيلَ: يُكْرَهُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ بِدْعَةٌ: وَقِيلَ: لَا يُكْرَهُ لِلْحَاجَةِ إلَيْهِ. وَقِيلَ يُكْرَهُ النُّقَطُ دُونَ الشَّكْلِ لِبَيَانِ الْإِعْرَابِ.

مسلمانوں نے (قرآن) مصحف (کی صورت) لکھا اور نقطے نہ لگآنا اور اور(تشکیل) اعراب نہ لگانا جائز تھا کیونکہ صحابہ نے اپنے مصحف نقطوں اور اعراب کے بغیر لکھے تھے کیونکہ وہ عرب تھے اور لحن (لہجوں میں اختلاف) نہ کرتے تھے- اور ایسے تھے یہ مصاحف جو عثمان نے بھیجے اور تابعین کے دور تک تھے- پھر کھڑا ہوا لحن (لہجوں میں اختلاف) کا مسئلہ لہذا مصاحف پر نقطے لگائے گئے اور نقطوں کو لال لکھا، پھر ان کو حروف کی طرح ہی لکھا جانے لگا (یعنی جس سیاہی میں خط ہوتا اسی میں نقطے) پس علماء کا تنازع ہوا اس پر کراہت کے حوالے سے جو امام احمد کا اس کے خلاف آیا ہے اللہ رحم کرے، اور دیگر علماء کی جانب سے کہا جاتا ہے وہ کراہت کرتے تھے کیونکہ یہ بدعت ہے، اور کہا جاتا ہے کہ وہ کراہت نہ کرتے تھے کیونکہ اس کی ضرورت تھی، اور کہا جاتا ہے وہ کراہت کرتے تھے نقطوں سے بغیر اعراب کے

مخطوطات صنعاء کی دو باتیں بہت اہم اور قابل توجہ ہیں اول یہ اس وقت قرآن کے سب سے قدیم نسخوں میں سے ہے دوم اس میں عبد اللہ ابن مسعود کی قرات ہے جس پر یمن میں قرآن پڑھا جاتا تھا اور سوم اس پر دو تحریریں ہیں ایک کو مٹا کر دوسری کو لکھا گیا ہے

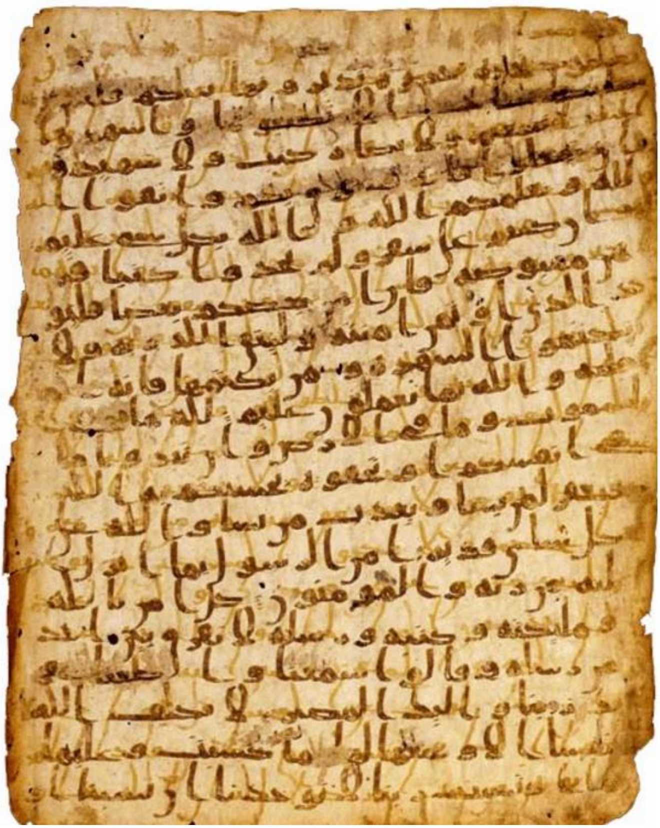

https://ar.wikipedia.org/wiki/مخطوطات_صنعاء#/media/File:Qur%27anic_Manuscript_-_3_-_Hijazi_script.jpg

چونکہ ایک مخصوص فرقہ کی جانب سے قرآن کے حوالے سے متضاد بیان اتے رہتے ہیں کہ اس کو دور اول میں تبدیل کیا گیا تھا لہذا اس میں تمام دنیا کی دلچسپی پیدا ہوئی اور ہارورڈ اور ستانفورڈ یونیورسٹی نے ان مخطوطات کو حاصل کیا اور ان پر سائنسی انداز میں تحقیق کی نہ صرف نچلی تحریر پڑھی بلکہ کاربن ڈیٹنگ بھی ہوئی

سوچا یہ جا رہا تھا کہ نچلی تحریر میں کوئی دوسرآ قرآن ہو گا جس کو مٹا کر حکم عثمان پر نیا قرآن لکھا گیا

الغرض جو نتائج نکلے وہ اچھے تھے

اول نسخے دور صحابہ کے ہیں
دوم نسخوں کی نچلی تحریر آج کے قرآن سے الگ نہیں اور ان میں نقطے اور اعراب نہیں ہیں
مخطوطات صنعاء پر محقیقین لکھتے ہیں
In any case, textual criticism suggests that the standard version is the most faithful representation, among the known codices, of the Quran as recited by the Prophet.

کسی بھی صورت میں تحریری تنقید بتاتی ہے کہ جو سٹندرد قرآن ہے وہ بہت ایمان و احتیاط کے ساتھ لکھا گیا ہے جیسا کہ رسول نے اس کی تلاوت کی

Behnam Sadeghi and Uwe Bergmann, *The Codex of a Companion of the Prophet and the Qur'a n of the Prophet*, Arabica 57 (2010) 343-436, Brill Publisher.

قابل غور ہے کہ یہ تحقیق امریکا کی یونیورسٹیز میں ہوئی ہے جس کے لئے اہل اسلام کو ان کی تعریف کرنی چاہیے کیونکہ تحقیق کا اصول ہے کہ اس کو کسی بھی تعصب سے الگ ہو کر کیا جائے- مذہبی اورمسلکی تعصب بعض اوقات انسان کے اندر سمجھنے کی صلاحیت کم کر دیتا ہے

دس متواتر قراتیں

قرآن کی قرات بہت سے صحابہ تابعین اور تبع تابعین سے ہم تک آئی ہے جس کو دس متواتر قرات کہا جاتا ہے

سورہ الفاتحہ کی دس قرات یو ٹیوب پر اس طرح موجود ہیں

اہل مدینہ کی قرات

نافع بن عبد الرحمن بن أبي نعيم المدني المتوفی ١٦٩ ھ ان کی قرات کی سند ابی بن کعب اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما تک جاتی ہے

ان کی قرات کی سند قالون سے ہے

https://www.youtube.com/watch?v=jjbu_5eKZKE
اور

ورش سے ہے

https://www.youtube.com/watch?v=vaXUaw_rXbo
https://archive.org/details/mos7af_warch_maghribi_by_Morocco-Islamic.com

افریقہ کے ممالک میں ان کی قرات پر قرآن پڑھا جاتا ہے

نافع حدیث میں ضعیف ہیں اور امام احمد کہتے ہیں
قال أبو طالب: سألت أحمد، يعني ابن حنبل، عن نافع بن عبد الرحمن، قال: كان يؤخذ عنه القراءة، وليس في الحديث بشيء. «الجرح والتعديل» 8/ (2089)
ان سے قرات لی جائے اور حدیث میں کوئی چیز نہیں

أبو جعفر يزيد بن القعقاع المدني المتوفى ١٣٠ ھ کی قرات ابن عبّاس، ابو ہريره اور عياش بن ابی ربيعہ رضی الله عنہما سے ہے
ان کی قرات کی سند عيسى بن وردان المدني، أبو الحارث الحذاء سے ہم تک آئی ہے

https://www.youtube.com/watch?v=lM-Apn5gmco
اور

ابن جمّاز سے ہے

https://www.youtube.com/watch?v=1rNqqFmsVwM

أهل مكة کی قرات

عبد الله بن كثير الداري المكي المتوفي ١٢٠ هجرة کی قرات مجاهد و درباس مولى ابن عباس سے ہے
ان کی قرات البزي کی سند سے ملی ہے

https://www.youtube.com/watch?v=jmaN5GM3M6U
ان کی قرات قنبل کی سند سے ملی ہے

https://www.youtube.com/watch?v=ubZXRYrfdw0
العلل میں امام احمد ان کے لئے کہتے ہیں

ذكرا أنهما عرضا على درباس مولى ابن عباس، وقرأ درباس على عبد الله بن عباس، وقرأ عبد الله بن عباس على أصحاب النبي – صلى الله عليه وسلم -. «العلل» (408) .
ان سب نے قرات کو درباس مولى ابن عباس پر پیش کیا اور درباس نے ابن عباس پر اور ابن عباس نے اصحاب رسول پر پیش کیا

اہل شام کی قرات

عبد الله بن عامر اليحصبي الشامي المتوفی ١١٨ ھ کی قرات کی سند ابو الدرداء رضی الله عنہ تک جاتی ہے
یہ قاضي دمشق في أيام الوليد بن عبد الملك، وإمام مسجد دمشق، ورئيس أهل المسجد تھے

ان کی قرات کی سند هشام بن عمار اور

https://www.youtube.com/watch?v=oDHGFedU9ws
ابن ذکوان سے ہے

https://www.youtube.com/watch?v=5YA7qBOYewo

اہل بصرہ کی قرات

أبو عمرو بن العلاء البصري المتوفی ١٦٨ ھ کی قرات کی سند سعید بن جبیر اور مجاہد تک جاتی ہے
ان کی سند حفص بن عمر بن عبد العزيز الدوري سے ہے

https://www.youtube.com/watch?v=g4rhOizucAU
اور

السوسي   سے ہے

https://www.youtube.com/watch?v=q_IGe7x_Wqo
مندرجہ ذیل لنک سے اس قرات پر مصحف دیکھا جا سکتا ہے

https://upload.wikimedia.org/wikisource/ar/8/8b/المصحف_برواية_السوسي_عن_أبي_عمرو.pdf

يعقوب بن اسحاق الحضرمي البصری المتوفی ٢٠٥ ھ کی قرات عاصم بن ابی النجود سے ہے
ان کی قرات کی سند رويس سے ہے

https://www.youtube.com/watch?v=W2XubMdqPT4
اور

أبو الحسن الهذلي سے ہے

https://www.youtube.com/watch?v=7AUyY7Eor4A

اہل کوفہ کی قرات

عاصم بن أبي النَّجود الأسدي الكوفي المتوفی ١٢٥ ھ کی سند علی بن ابی طالب اور زر بن حبيش کی سند سے ابن مسعود رضی اللہ عنہما تک جاتی ہے
ان کی قرات کی سند حفص بن سليمان الاسدی سے ہے

https://www.youtube.com/watch?v=ve4K3TV-kU4
اور

شعبة سے ہے

https://www.youtube.com/watch?v=zB4Jr4FcLH8
ان کی قرات سب سے مشہور ہے

عاصم حدیث میں ضعیف ہیں لیکن قرات کے امام ہیں
حمزة بن حبيب الزيات المتوفي ١٥٦ هجره کی قرات الاعمش سے ہے
ان کی قرات خلف بن هشام المتوفي ٢٢٩ هجرة کی سند سے ملی ہے

أحمد العلل میں کہتے ہیں

قال المروذي: قال أبو عبد الله: حمزة الزيات، ثقة في الحديث، ولكني أكره قراءته. «سؤالاته» (191

مروزی کہتے ہیں امام احمد نے کہا حمزہ حدیث میں ثقہ ہیں لیکن ان کی قرات سے کراہت کرتا ہوں
تہذیب التہذیب کے مطابق سلمة بن شبيب کہتے ہیں امام احمد ایسے قاری کے پیچھے نماز پڑھنے ہی میں کراہت کرتے
أبو الحسن علي بن حمزة الكسائي النحوي الكوفي المتوفی ١٨٩ ھ کی سند صحابی رسول أبي حيوة شريح بن يزيد رضی اللہ عنہ تک جاتی ہے
ان کی قرات أبو الحارث الليث بن خالد البغدادي سے ملی ہے

https://www.youtube.com/watch?v=2nWEPXNxoFM

اور

حفص بن عمر الدوري،

https://www.youtube.com/watch?v=g2tRx7Prom0

اہل بغداد کی قرات

خلف بن ہشام اصل میں المفضل الضبی الکوفي المتوفي ۱۷۸ هجري کی قرات ہے
ان کی قرات اسحاق بن ابراہیم اور ادریس بن عبد الکریم کی سند سے آئی ہے

خلف ، حمزة بن حبيب الزيات المتوفي کي قرات کي راوي بھی ہیں

الغرض ان قراتوں میں جو اختلاف ہے صوتی ہے معنوی نہیں ہے لیکن یہ تبدیلی سات حروف میں تنزیل کی طرف اشارہ دیتی ہے

————————————————————————————-

مختلف قرات پر قرآن یہاں سے پڑھ سکتے ہیں

http://www.nquran.com/index.php?group=othm_view&rewaya=24&sora_no=1

قرآن کی قسم کھانا- بدعت یا سنت؟

صحيح بخاري ميں ہے

مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ

جو شخص قسم کھانا چاہے، اسے چاہیے کہ وہ اللہ کي قسم کھائے یا خاموش رہے

اللہ کے نبي صلي اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

خبردار اللہ کے سوا کسي کي قسم نہ کھاؤ – (بخاري : کتاب مناقب الانصار ، باب:ایام الجاہلیہ

جس نے اللہ کے سوا کسي اور کي قسم کھائي اس نے شرک کیا

(ابو داؤد : کتاب ایمان و النذور ، باب:في کراہیتہ الحلف بالاباء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب غیر ثابت اقوال

مصنف عبد الرزاق ح 15948 اور مصنف ابن ابی شیبہ ح 12228 میں اس کو مجاہد تابعی نے حدیث نبوی کہا ہے لیکن یہ ارسال قابل قبول نہیں ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، - عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ حَلَفَ بِسُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ فَعَلَيْهِ بِكُلِّ آيَةٍ يَمِينُ صَبْرٍ، فَمَنْ شَاءَ بَرَّهُ، وَمَنْ شَاءَ فَجَرَهُ»

مجاہد نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کی سورت کی قسم کھائی اس پر اس کی ہر آیت کے بدلے قسم ہوئی

مجاہد صحابی نہیں ہیں لہذا یہاں سند میں انقطاع ہے

سنن الکبری البیہقی میں اس کو حسن بصری نے حدیث نبوی قرار دیا ہے

وَأَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْأَرْدَسْتَانِيُّ، أنبأ أَبُو نَصْرٍ الْعِرَاقِيُّ، ثنا سُفْيَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثنا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ، ثنا سُفْيَانُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ حَلَفَ بِسُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ، فَعَلَيْهِ بِكُلِّ آيَةٍ يَمِينُ صَبْرٍ، مَنْ شَاءَ بَرَّ، وَمَنْ شَاءَ فَجَرَ "

الإبانة الكبرى لابن بطة میں بھی حسن بصری کا قول ہے کہ یہ حدیث نبوی ہے

حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ، وَعَوْنٌ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ حَلَفَ بِسُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ، فَبِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا يَمِينٌ»

حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کی سورت کی قسم کھائی تو اس کی ہر آیت پر قسم کھا لی

یہ روایت منقطع ہے – حسن بصری صحابی نہیں ہیں

یعنی مجاہد اور حسن بصری نے اس کو مرسل روایت کیا ہے جو قابل قبول نہیں ہے

مجاہد اور حسن بصری مدلسین بھی ہیں ان کی روایت میں اس کا خطرہ بھی ہوتا ہے یہاں تو صحابی کا نام ہی سرے سے نہیں لیا گیا

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب اقوال

مصنف عبد الرازق 15946 میں ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: «مَنْ كَفَرَ بِحَرْفٍ مِنَ الْقُرْآنِ فَقَدْ كَفَرَ بِهِ أَجْمَعَ، وَمَنْ حَلَفَ بِالْقُرْآنِ فَعَلَيْهِ بِكُلِّ آيَةٍ مِنْهُ يَمِينٌ»

ابن مسعود رضی الله عنہ نے کہا جس نے قرآن کے ایک حرف کا بھی کفر کیا اس نے تمام قرآن کا کفر کیا اور جس نے قرآن کی قسم کھائی اس پر اس کی ہر آیت کے بدلے قسم ہوئی

كتاب جامع التحصيل في أحكام المراسيل از صلاح الدين أبو سعيد خليل بن كيكلدي بن عبد الله الدمشقي العلائي (المتوفى: 761هـ) کے مطابق

سند میں إبراهيم النخعي ہیں جن کا کسي صحابي سے سماع نہیں ہے

وقال علي بن المديني إبراهيم النخعي لم يلق أحدا من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم

امام علی نے کہا إبراهيم النخعي کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہے

المحلی میں ہے

وَرُوِّينَا مِنْ طَرِيقِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْهُذَيْلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ: أَتَيْت مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ السُّوقَ فَسَمِعَ رَجُلًا يَحْلِفُ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ؟ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: أَمَا إنَّ عَلَيْهِ بِكُلِّ آيَةٍ يَمِينًا.

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ نے کہا میں ابن مسعود رضی الله عنہ کے ساتھ بازار میں نکلا پس ایک شخص کو سنا جس نے سوره بقره کی قسم کھائی- پس ابن مسعود نے کہا اس پر اس کی ہر آیت کی قسم ہو گئی

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

ابْنُ فُضَيْلٍ، وَوَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي سِنَانٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْهُذَيْلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «مَنْ حَلَفَ بِسُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ لَقِيَ اللَّهَ بِعَدَدِ آيَاتِهَا خَطَايَا»

دونوں کی سند میں سعيد بن سنان البرجمي، أبو سنان الشيباني ہے

وقال أبو طالب: قال أحمد بن حنبل: أبو سنان، سعيد بن سنان، كان رجلاً صالحاً، ولم يكن يقيم الحديث. «الجرح والتعديل»

وقال ابن إبراهيم بن هانىء: سَمِعتُهُ يقول (يعني أحمد بن حنبل) : سعيد بن سنان، ليس حديثه بشيء. «بحر الدم»

امام احمد کے نزدیک حدیث میں کوئی چیز نہیں ہے

كتاب التفسير من سنن سعيد بن منصور میں یہی ابن مسعود کا قول کہا گیا ہے

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ (عَبْدِ اللَّهِ) بْنِ مُرَّةَ ، عَنْ أَبِي كَنِف ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ فِي سُوقِ الرَّقِيق، إِذْ سَمِعَ رَجُلًا يَحْلِفُ بِسُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِنَّ عَلَيْهِ لِكُلِّ آية منها يمِينًا

اس کی سند میں أبو كَنِف العَبْدِي، مجهول الحال ہے اس سے الشعبي اور عبد الله بن مرة نے روایت کیا ہے

یعنی ابن مسعود رضی الله عنہ سے یہ قول ثابت نہیں ہے البتہ جو اس کو ثابت سمجھتے ہیں ان کو یہ جان لینا چاہیے کہ اس کا مطلب ہے کہ ہر آیت کے بدلے کفارہ دینا ہو گا – یہ قول ابن قدامة المقدسي (المتوفى: 620هـ) کا کتاب حكاية المناظرة في القرآن مع بعض أهل البدعة میں ہے

وَقَالَ عبد الله بن مَسْعُود رَضِي الله عَنهُ من حلف بِالْقُرْآنِ فَعَلَيهِ بِكُل حرف كَفَّارَة

اور عبد الله ابن مسعود رضی الله عنہ نے کہا جس نے قرآن کی قسم کھائی اس پر اس کے ہر حرف کے بدلے کفارہ ہے

ابن المنذر کی رائے

كتاب الإشراف على مذاهب العلماء از أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوري (المتوفى: 319هـ) میں ہے

وقال أحمد: ما أعلم شيئاً يدفعه.

وقال أبو عبيد: يكون يميناً واحدة.

وقال النعمان: لا كفارة عليه.

احمد نے کہا میں نہیں جانتا کہ یہ قسم کیسے رد ہو گی

ابی عبید نے کہا یہ قسم ہو گی

ابو حنیفہ نے کہا اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے

احناف کی آراء

– احناف متقدمین قرآن پر قسم کھانے کو غیر شرعی کہتے تھے

كتاب المبسوط از محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفى: 483هـ) میں ہے

وَكَانَ بِشْرٌ الْمَرِيسِيُّ يَقُولُ فِي قَوْلِهِ وَالرَّحْمَنِ: إنْ أَرَادَ بِهِ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى فَهُوَ يَمِينٌ، وَإِنْ أَرَادَ بِهِ سُورَةَ الرَّحْمَنِ لَا يَكُونُ يَمِينًا؛ لِأَنَّهُ حَلِفٌ بِالْقُرْآنِ.

بِشْرٌ الْمَرِيسِيُّ نے کہا اپنے ایک قول میں الرحمان کی قسم کھائی – پس اگر اس سے اس کا ارادہ اللہ کے نام پر قسم کھانا تھا تو قسم واقع ہو گئی لیکن اگر ارادہ سورہ الرحمان پر قسم کھانا تھا تو نہیں ہوئی کیونکہ یہ قرآن کی قسم ہوئی

یہی بات علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ) نے كتاب بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع میں بیان کی ہے

وَحُكِيَ عَنْ بِشْرٍ الْمَرِيسِيِّ فِيمَنْ قَالَ وَالرَّحْمَنِ أَنَّهُ إنْ قَصَدَ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى فَهُوَ حَالِفٌ وَإِنْ أَرَادَ بِهِ سُورَةَ الرَّحْمَنِ فَلَيْسَ بِحَالِفٍ فَكَأَنَّهُ حَلَفَ بِالْقُرْآنِ

احناف کی فقہ کی کتاب الهداية في شرح بداية المبتدي از المرغيناني (المتوفى: 593هـ) کے مطابق

ومن حلف بغير الله لم يكن حالفا كالنبي والكعبة " لقوله عليه الصلاة والسلام: " من كان منكم حالفا فليحلف بالله أو ليذر " وكذا إذا حلف بالقرآن لأنه غير متعارف قال رضي الله عنه معناه أن يقول والنبي والقرآن أما لو قال أنا بريء منهما يكون يمينا لأن التبري منهما كفر.

جس نے غیر اللہ کی قسم لی جیسے نبی کی یا کعبہ کی تو یہ قسم نہ ہو گی جیسا کہ قول نبوی ہے کہ جو قسم لے وہ اللہ کی قسم لے .. اور اسی طرح قرآن کی قسم (شریعت میں) متعارف نہیں ہے کہنے کا مقصد ہے کہ اگر کہے نبی کی قسم یا قرآن کی

قسم (تو قسم نہ ہو گی لیکن) اگر کہے میں تم دونوں سے بریء ہوں تو قسم واقعہ ہو گی کیونکہ ان دونوں (قرآن اور نبی) سے برات کرنا کفر ہے

شرح صحیح البخاری میں ابن بطال نے لکھا

وقال أبو حنيفة: من حلف بالقرآن فلا كفارة عليه. وهو قول عطاء، وروى عن على ابن زياد عن مالك نحوه

ابو حنیفہ نے کہا جس نے قرآن کی قسم کھا لی اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے اوریہی قول عطا بن ابی رباح کا ہے اور ایسا ہی قول امام مالک سے علی ابن زیاد نے روایت کیا ہے

عمدة القاري شرح صحيح البخاري میں عینی نے لکھا

وَقَالَ أَبُو يُوسُف: من حلف بالرحمن فَحنث إِن أَرَادَ بالرحمن الله فَعَلَيهِ كَفَّارَة يَمِين، وَإِن أَرَادَ سُورَة الرَّحْمَن فَلَا كَفَّارَة

امام ابو یوسف نے کہا جس نے رحمان کی قسم لی اور پھر قسم ٹوٹی اور اس کا ارادہ رحمان سے الله تعالی تھا تو کفارہ ہے اور اگر مراد سورہ الرحمان تھی تو کفارہ نہیں ہے

احناف متاخرین میں اس قول کو چھوڑ دیا گیا – صدر الدين عليّ بن عليّ ابن أبي العز الحنفي (المتوفى 792 هـ) نے كتاب التنبيه على مشكلات الهداية میں لکھا

قوله: (وكذا إذا حلف بالقرآن لأنه غير متعارف). ينبغي أن يكون الحلف بالقرآن يمينًا لأنه قد صار متعارفًا في هذا الزمان، كما هو مذهب الأئمة الثلاثة وغيرهم، ولا يلتفت إلى من علل كونه ليس يمينًا بأنه غير الله على طريقة المعتزلة وقولهم بخلقه

المرغيناني کا قول کہ کہ قرآن کی قسم غیر متعارف ہے- اب ہونا چاہیے کہ قرآن پر بھی قسم کھا لی جائے کہ یہ اب واقع ہو گی اس دور میں کیونکہ یہ اس زمانے میں متعارف ہو چکی ہے جیسا کہ تین ائمہ اور دیگر کا مذہب ہے اور اس کی علت کے قول کی طرف

التفات مت کرو کہ یہ قسم نہ ہو گی کہ یہ طريقة المعتزلة ہے ان کے خلق قرآن کے قول پر

کتاب رد المحتار على الدر المختار میں ابن عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252ھـ) لکھتے ہیں

وَكَذَا يُفِيدُ أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ قَسَمٍ الْحَلِفُ بِغَيْرِ اللَّهِ تَعَالَى بَلْ هُوَ مِنْ قَسَمِ الصِّفَاتِ وَلِذَا عَلَّلَهُ بِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ

یہ فائدہ دیتا ہے کہ قرآن کی قسم ان میں سے نہیں جو غیر اللہ کی قسم کھانا ہے بلکہ یہ قسم صفات پر ہے اور اس وجہ سے اس پر علت ہے کہ یہ غیر متعارف ہے

محمد ثناء اللہ کی تفسیر المظہری میں ہے

لو حلف بالقران يكون يمينا عند الائمة الثلاثة وعند ابى حنيفة لا يكون يمينا لعدم العرف

اگر قرآن کی قسم کھا لی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہو گئی اور ابو حنیفہ کے نزدیک نہیں ہوئی کہ یہ جانی نہیں جاتی

ملا قاری کتاب مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح میں لکھتے ہیں

قَالَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ: وَكَذَا إِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ يَعْنِي: وَمِنَ الْمُقَرَّرِ أَنَّ صِفَةَ اللَّهِ لَا تَكُونُ يَمِينًا إِذَا كَانَ الْحَلِفُ بِهَا مُتَعَارَفًا

صَاحِبُ الْهِدَايَةِ نے کہا کہ اگر قرآن کی قسم لی تو یہ غیر متعارف ہے یعنی مقرر یہ ہے کہ صفات اللہ کی

قسم نہیں لی جا تی کیونکہ قسم لینا (سب جانتے ہیں) مُتَعَارَفً ہے

ابو حنیفہ کے الفاظ کا مطلب ہے کہ قسم عربوں میں اللہ کی ذات کی ہی لی جاتی ہے وہی شریعت نے بتائی ہے – لہذا کلامی بحث سے اس میں غیر متعارف قسم شامل نہیں کی جا سکتی -خیال رہے کہ خلق قرآن کی بات کا آغاز معتزلہ نے کیا تھا

مالکی فقہاء کی رائے

مالکی فقہ میں امام مالک سے دو متخالف قول منسوب ہیں

کتاب التبصره از علي بن محمد الربعي، أبو الحسن، المعروف باللخمي (المتوفى: 478 هـ) کے مطابق

وقيل لابن القاسم فيمن حلف بالقرآن أو بالكتاب، أو بما أنزل الله تعالى: أترى ذلك كله (5) يمينًا؟ قال: أحسنُ ذلك والذي تكلمنا فيه: أن كل ما سمى من ذلك يمين؛ يريد: أنه اختلف فيه، وروى علي بن زياد، عن مالك إذا قال: لا والقرآن، لا والمصحف؛ ليس بيمين، ولا كفارة على من حلف به فحنث

اور ابن قاسم سے کہا گیا کہ کسی نے قرآن پر قسم کھائی یا جو اللہ نے نازل کیا اس پر – اپ اس کو کیسا دیکھتے ہیں ؟ انہوں نے کہا ٹھیک ہے اور ایسا ہم کہتے ہیں اس میں جو بھی ہے وہ قسم واقع ہوئی- اور علی بن زیاد کی روایت ہے کہ امام مالک نے کہا نہ قرآن کی قسم ہے نہ مصحف کی اس کی قسم نہیں ہے اور نہ اس پر کفارہ ہے اگر ٹوٹ جائے

كتاب التوضيح في شرح المختصر الفرعي لابن الحاجب از خليل بن إسحاق بن موسى، ضياء الدين الجندي المالكي المصري (المتوفى: 776هـ) کے مطابق

ولا فرق بني أني حلف بالقرآن، أو بسورة منه أو آية، رواه ابن حبيب، وفي العتبية عن ابن حبيب لزوم الكفارة في الحالف بالتوراة والإنجيل

اس میں کوئی فرق نہیں کہ قرآن کی قسم کھائی جائے یا کسی سورت کی یا آیت کی – ابن حبیب نے اس کو روایت کیا – اور العتبية میں ہے ابن حبیب سے ہے کہ اس پر کفارہ لازم ہے اگر کوئی توریت و انجیل کی قسم کھائے

متاخرین مالکیہ میں یہ قول مشہور ہے کہ کتاب اللہ کی قسم ہو جاتی ہے

المسالِك في شرح مُوَطَّأ مالك از القاضي محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربي المعافري) الاشبيلي المالكي (المتوفى: 543هـ

میں ہے

ورَوَى ابنُ زيادٍ عن مالك في "العُتْبِيَّة" فيمن حَلَفَ بالمُصْحَفِ أنّه لا كفَّارةَ عليه. قال ابنُ أبي زَيدٍ "هي روايةٌ مُنْكَرَةٌ، والمعروفُ عن مالك غير هذا" وإن صحَّتْ فإنّها محمولةٌ على أنّه أرادَ الحالِفَ بذلك جِسْم المصحف دون المكتوب فيه

اور ابن زیاد نے امام مالک سے میں روایت کیا ہے کہ جس نے مصحف کی قسم لی اس پر کفارہ نہیں ہے- ابن ابی زید نے کہا یہ روایت منکر ہے اور معروف امام مالک سے ہے اس سے الگ ہے اور اگر اس کی صحت ہو تو اس کو محمول کیا جائے گا کہ جب حلف لینے والی کی اس سے مراد مصحف کا جسم ہو نہ کہ وہ جو اس میں لکھا ہے

شوافع کی رائے

كتاب البيان في مذهب الإمام الشافعي از أبو الحسين يحيى بن أبي الخير بن سالم العمراني اليمني الشافعي (المتوفى: 558هـ) کے مطابق

وقال أبو حنيفة وأصحابه: (إذا حلف بالعلم.. لم يكن يمينا، وإذا حلف بكلام الله أو بالقرآن.. لم يكن يمينا) . فمنهم من قال: لأن أبا حنيفة كان يقول: (القرآن مخلوق) .ومنهم من قال: لم يكن يقول: القرآن مخلوق، وإنما لم تجر العادة بالحلف به.

دليلنا: ما روى ابن عمر - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا -: أن النبي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قال: «القرآن كلام الله، وليس بمخلوق» . وإذا كان غير مخلوق.. كان صفة من صفات الذات، كعظمة الله، وجلاله.

ولو حلف بالقرآن.. كان يمينا، سواء نوى اليمين، أو لم ينو أو أطلق، فكذلك هذا مثله. والأول أصح. هذا مذهبنا. وقال أبو حنيفة: (لا يكون يمينا؛ لأن حقوق الله تعالى طاعته، وذلك محدث) .

ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا کہنا ہے کہ اگر اللہ کے علم کی قسم لی تو قسم نہیں ہو گی اور اگر کلام اللہ اور قرآن کی قسم لی تو بھی قسم نہیں ہو گی- پھر ان احناف میں سے کچھ نے کہا ابو حنیفہ کا کہنا تھا قرآن مخلوق ہے اور ان میں سے کچھ نے کہا : ابو حنیفہ نے نہیں کہا کہ قرآن مخلوق ہے بلکہ یہ قسم عموما نہیں لی جاتی- ہم شوافع کی دلیل ہے جو ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے اور جب کہا مخلوق نہیں ہے یہ اللہ کی صفت میں سے ایک ہوا جیسے اس کی عظمت اور جلال - اگر قرآن کی قسم کھا لی .. تو قسم ہو گئی ... اور ابو حنیفہ کا کہنا ہے قسم نہیں ہوئی کیونکہ اللہ کے حقوق اس کی اطاعت ہے جو محدث ہے

راقم کہتا ہے یعنی امام ابو حنیفہ کا کہنا تھا کہ قسم کھانا مخلوق کا عمل ہے جو اللہ نے تخلیق کیا ہے ایسا عمل محدث ہے - مزید کہتا ہے الْقُرْآنُ كَلَامُ اللَّهِ وَلَيْسَ بِمَخْلُوقٍ کے الفاظ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے

وہابیوں کی رائے

سعودي دائمي کميٹي اللجنة الدائمة کا فتوی رقم (4950) ہے

يجوز الحلف بآيات الله إذا كان قصد الحالف الحلف بالقرآن ؛ لأنه من كلام الله وكلامه سبحانه صفة من صفاته ، وأما إن أراد بآيات الله غير القرآن ، فإنه لا يجوز .

یہ جائز ہے کہ اللہ کي آيات کي قسم کھائي جائے اگر مقصد قرآن سے قسم لينا ہو کيونکہ یہ کلام اللہ ہے اور کلام اللہ کي صفات ميں سے ہے اور اگر مراد وہ نشانياں ہيں جو آيات اللہ نہيں ہيں تو جائز نہيں ہے

يعني قرآن کي آيات کي قسم کھانا وہابييوں کے نزديک صحيح ہے کيونکہ یہ مسئلہ صفات سے ان کے نزديک جائز ہے

وہابي محمد بن صالح العثيمين فتوي ميں کہتے ہيں

وأما الحلف بالقرآن الكريم فإنه لا بأس به، لأن القرآن الكريم كلام الله – سبحانه وتعالى – تكلم الله به حقيقة بلفظه مريدًا لمعناه وهو – سبحانه وتعالى – موصوف بالكلام ، فعليه يكون الحلف بالقرآن الكريم حلفًا بصفة من صفات الله – سبحانه وتعالى – وذلك جائز.

قرآن کي قسم کھانا جائز ہے

امام بخاری کا موقف

امام بخاري نے صحيح ميں باب قائم کيا ہے بَابُ الحَلِفِ بِعِزَّةِ اللَّهِ وَصِفَاتِهِ وَكَلِمَاتِهِ باب قسم کھانا الله کي عزت کي اس کی صفات کی اس کے کلام کی – اس باب ميں بخاري نے حديث ذکر کي کہ جہنم ميں جب الله قدم رکھے گا تو وہ بولے گي قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ بس بس تيري عزت کي قسم – ليکن اس باب ميں کلام اللہ پر قسم کھانے کي کوئي حديث بخاري کو نہيں ملي ہے

عزت کی قسم کھانا عربوں میں معروف ہے- یہ فعلی صفت نہیں جیسا کہ کلام یا سماع یا بصر ہے – عزت شخصیت سے متعلق ہی ہے جیسے جلال و اکرام- بحث اس میں ہے کہ کلام اللہ کی قسم لی جا سکتی ہے یا نہیں

قرآن میں سورة الشعراء مین ہے ساحروں نے فرعون کی عزت کی قسم لی

قالوا بعزة فرعون إنا لنحن الغالبون

ایسا اکثر ہوتا ہے کہ صحیح میں باب ہے لیکن اس سے متعلق حدیث نہیں ملی اور اس کے تحت کچھ بیان نہیں ہوا- لہذا یہاں اس باب سے مطلقا یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ امام بخاری کی بھی یہی رائے تھی

ابن حزم کی رائے

کتاب المحلی میں ہے

فَهِيَ يَمِينٌ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةٌ إنْ حَنِثَ؛ لِأَنَّ كَلَامَ اللَّهِ تَعَالَى هُوَ عِلْمُهُ

قرآن کی قسم ہے اس پر کفارہ ہے اگر ٹوٹ جائے کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے جو اس کا علم ہے

===

شیعہ امامیہ کی رائے

كتاب الشيعة في الميزان از محمد جواد مغنية کے مطابق

قال الشيعة الإمامية : لا يتحقق معنى اليمين إلا إذا كان القسم باللّه وأسمائه الحسنى وصفاته الدالة عليه صراحة، فمن حلف بالقرآن والنبي والكعبة، وما إلى ذلك لا يكون القسم شرعياً، ولا يترتب على مخالفته إثم ولا كفارة، ولا تُفصل به الدعاوى في المحاكمات، ووافقهم على ذلك أبو حنيفة. قال الشافعي ومالك وابن حنبل تنعقد اليمين إذا كان الحلف بالمصحف، وتفرد ابن حنبل عن الجميع بأنها تنعقد بالحلف بالنبي

شیعہ امامیہ کہتے ہیں : قسم حق نہیں ہو گی الا یہ کہ اگر قسم اللہ کی یا اسماء الحسنی کی یا صفات جن پر صریح دلائل ہوں ان کی لی جائے- پس جس نے قرآن کی یا نبی کی یا کعبہ کی یا اسی طرح کی قسم لی تو یہ شرعی قسم نہیں ہے اور نہ اس قسم کی مخالفت پر گناہ ہے یا کفارہ ہے ... اور اس میں ان کی موافقت کی ہے ابو حنیفہ نے – شافعی ، مالک اور احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ قسم ہو جائے گی اگر مصحف کی قسم لی اور احمد بن حنبل کا تفرد ہے ان سب پر جن کا کہنا ہے کہ اگر نبی کی قسم لی تو ہو جائے گی

===

راقم کہتا ہے ایسی قسم کھانا جس کا حدیث میں حکم نہ ہو بدعت ہے – یہ ایسا ہی ہے کہ ہم کو اللہ کا ذکر کرنا معلوم ہے لیکن اس طرح جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کسی اور طرح نہیں – اسی طرح ابو حنیفہ کا قول صواب ہے کہ قرآن کی قسم کا حکم نہیں دیا گیا ہے یہ شریعت میں معلوم نہیں ہے

تفسیر میں اسرائیلایات

عبد الله بن عمرو بن العآص إسرائیلیات بیان کرتے تھے؟

جواب

ابن کثیر کی کتاب البداية والنهاية دیکھی اس میں وہ عبد اللہ بن عمرو کی روایت پر کہتے ہیں

وَرَفْعُهُ فِيهِ نَكَارَةٌ، لَعَلَّهُ مِنَ الزَّامِلَتَيْنِ اللَّتَيْنِ أَصَابَهُمَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَ الْيَرْمُوكِ مِنْ كُتُبِ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَكَانَ يُحَدِّثُ مِنْهُمَا أَشْيَاءَ غَرَائِبَ.

اور اس میں نکارت کو بلند کیا ہے لگتا ہے ان اونٹنیوں والی کتب جو اہل کتاب میں سے تھیں جو ان کے ہاتھ لگیں یوم یرموک میں پس اس سے غریب چیزیں روایت کرتے

اس بات کو سات دفعہ کتاب میں ابن کثیر نے لکھا ہے جس سے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بغض کا اندازہ ہوتا ہے

اس کتاب البداية والنهاية میں ابن کثیر ج ۲ ص ۲۹۹ کہتے ہیں کہ انکی روایات

وكان فيهما إسرائيليات يحدث منها وَفِيهِمَا مُنْكَرَاتٌ وَغَرَائِبُ.

ان إسرائیلیات میں سے تھیں جن کو عبد اللہ روایت کرتے اور ان میں منکرات اور غریب روایات تھیں

جن روایات پر ابن کثیر نے عبد اللہ بن عمرو پر إسرائیلیات بیان کرنے کا الزام لگآیا ہے وہ سات روایات ہیں ان سات روایات کو

رَبِيعَةَ بْنِ سَيْفٍ (منکرات روایت کرنے کے لئے مشھور ہے قال البخاری : عندہ مناکیر) نے

مُجَاهِدٍ (سماع میں اختلاف ہے اختلف في روايته عن عبد الله بن عمرو فقيل لم يسمع منه جامع التحصيل في أحكام المراسيل از العلائي (المتوفى: 761هـ)) نے

وھب بن جابر الخیوانی (مجهول ہے دیکھئے میزان الآعتدال از الذھبی) نے

حيي بن عبد الله بن شريح المعافري (ضعیف) نے روایت کیا ہے جو یا تو ضیف ہیں یا مجھول ہیں یا منکر روایت بیان کرنے کے لئے مشھور ہیں تو عبد الله بن عمرو رضی الله عنہ کا کیا قصور ہے

تفسیر ابن کثیر میں سوره العمران ، الانعام میں بھی اس کو دہرایا

إنه من مفردات ابن لهيعة ، وهو ضعيف ، والأشبه – والله أعلم – أن يكون موقوفاً على عبد الله بن عمرو بن العاص ، ويكون من الزاملتين اللتين أصابها يوم اليرموك

بے شک اس میں ابن لهيعة کا تفرد ہے جو ضعیف ہے اور مجھ کو شبہ ہے الله کو پتا ہے کہ یہ روایت عبد الله بن عمرو بن موقوف ہے ہو سکتا ہے یہ ان میں سے جو دو اونٹنیوں پر لدی ہوئی تھیں

راقم کہتا ہے ابن کثیر کا قول باطل ہے

ابن عباس الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ سے تفسیر کرتے تھے ؟

امام حاکم نے اپنی مستدرک ، 535/2 پر ایک روایت درج کی ہے

3822 – أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ، ثنا عُبَيْدُ بْنُ غَنَّامٍ النَّخَعِيُّ، أَنْبَأَ عَلِيُّ بْنُ حَكِيمٍ، ثنا شَرِيكٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ قَالَ: {اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ} [الطلاق: 12] قَالَ: سَبْعَ أَرَضِينَ فِي كُلِّ أَرْضٍ نَبِيٌّ كَنَبِيِّكُمْ وَآدَمُ كَآدَمَ، وَنُوحٌ كَنُوحٍ، وَإِبْرَاهِيمُ كَإِبْرَاهِيمَ، وَعِيسَى كَعِيسَى «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ»

[التعليق – من تلخيص الذهبي] 3822 – صحيح

ابن عباس نے سورہ طلاق کی 12ویں آیت کے تفسیر میں فرمایا کہ 7 زمین ہیں، اور ہر زمین میں تمہارے نبی کی مانند نبی ہے، آدم کی مانند آدم ہے، نوح کی مانند نوح ہے، ابراہیم کی مانند ابراہیم ہے، عیسی کی مانند عیسی ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اگرچہ لکھی نہیں گئی

علامہ الذہبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے

یہ روایت بیہقی نے اپنی کتاب الاسماء و الصفات، 267/2 پر بھی درج کی ہے۔ نیز اس سے ملتی جلتی روایت اگلے صفحے پر درج کی ہے

832 – وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، أنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِي، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحُسَيْنِ، ثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسَ، ثنا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: {اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ} [الطلاق: 12] قَالَ: فِي كُلِّ أَرْضٍ نَحْوَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. إِسْنَادُ هَذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا صَحِيحٌ، وَهُوَ شَاذٌّ بِمُرَّةَ، لَا أَعْلَمُ لِأَبِي الضُّحَى عَلَيْهِ مُتَابِعًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ

یعنی ابن عباس نے اس آیت کی ضمن میں فرمایا کہ ہر زمین پر ابراہیم علیہ السلام کی مانند نبی ہے۔

بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ سند ابن عباس تک صحیح ہے تاہم انہوں نے اسے شاذ قرار دیا کہ مرة کے علاوہ کسی نے ابی ضحی سے اس کی متابعت میں روایت بیان نہیں کی

یاد رہے کہ یہ روایت تفسیر طبری، 469/23 پر بھی درج ہے۔ اور وہاں ایک اور روایت بھی ملتی ہے

حدثنا عمرو بن عليّ، قال: ثنا وكيع، قال: ثنا الأعمش، عن إبراهيم بن مهاجر، عن مجاهد، عن ابن عباس، في قوله: (اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الأرْضِ مِثْلَهُنَّ) قال: لو حدثتكم بتفسيرها لكفرتم وكفركم تكذيبكم بها.

ابن عباس نے فرمایا کہ اگر میں اس کی تفسیر تمہیں بیان کروں تو تم کفر کرو گے، اور کفر یہ ہے کہ تم اس کی تکذیب کرو گے

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ابن کثیر نے البدایہ و النهایہ، طبع دارالفکر، 21/1 پر اس کے بارے میں کیا درج کیا ہے

فرماتے ہیں کہ

وَهَكَذَا مَا يَذْكُرُهُ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَتَلَقَّاهُ عَنْهُمْ طَائِفَةٌ مِنْ عُلَمَائِنَا مِنْ أَنَّ هَذِهِ الْأَرْضَ مِنْ تُرَابٍ وَالَّتِي تَحْتَهَا مِنْ حَدِيدٍ وَالْأُخْرَى مِنْ حِجَارَةٍ مِنْ كِبْرِيتٍ وَالْأُخْرَى مِنْ كَذَا فَكُلُّ هَذَا إِذَا لَمْ يُخْبَرْ بِهِ وَيَصِحَّ سَنَدُهُ إِلَى مَعْصُومٍ فَهُوَ مَرْدُودٌ عَلَى قَائِلِهِ. وَهَكَذَا الْأَثَرُ الْمَرْوِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ فِي كُلِّ أَرْضٍ مِنَ الْخَلْقِ مِثْلُ مَا فِي هذه حَتَّى آدَمَ كَآدَمِكُمْ وَإِبْرَاهِيمَ كَإِبْرَاهِيمِكُمْ فَهَذَا ذَكَرَهُ ابْنُ جَرِيرٍ مُخْتَصَرًا وَاسْتَقْصَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَهُوَ مَحْمُولٌ إِنْ صَحَّ نَقْلُهُ عَنْهُ على أنه أخذه ابن عباس رضى الله عنه عَنِ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ اہل کتاب میں کثیر لوگوں نے بیان کیا اور ہمارے علمائ میں ایک گروہ ان سے ملا کہ زمین کی ایک تہہ مٹی کی ہے، اس کے نیچے لوہے کی ہے، اس کے نیچے پتھروں کی وغیرہ ۔ اب اگر اس کی خبر ہمیں معصوم نے نہیں دی اور ان تک سند صحیح نہیں ہے، تو یہ مردود قول ہے۔ اسی طرح کی ایک روایت ابن عباس سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہر وہ زمین جو اس طرح سے بنائی گئی ہے، اسی کی مانند

ہے حتی کہ آدم آدم کی مانند، ابراہیم ابراہیم کی مانند۔ یہ ابن جریر نے مختصر صورت میں درج کی اور بیہقی نے الاسماء و الصفات میں- اور اگر یہ روایت ابن عباس سے صحیح ہے تو ہم اسے اس پر محمول کریں گے کہ یہ ابن عباس نے اسرائیلیات سے اخذ کی ہے-

جواب

راقم نے اپنی زندگی میں اہل کتاب کی کسی کتاب میں یہ قول نہیں دیکھا لہذا ابھی اس کو اسرائیلیات نہیں کہا جا سکتا

یہ قول متشابہات جیسا ہے اس کو مان لینے سے ہمارے دین میں کوئی فرق نہیں اتا نہ انکار کرنے سے اتا ہے

اللہ تعالی نے بہت سی باتیں محشر کے لئے چھوڑ دی ہیں کیونکہ ہم سب نہیں سمجھ اور جان سکتے

ہم آیات کو مانتے ہیں اس سے زیادہ ہماری سمجھ سے بالا ہے

ہماری کہکشاں

milky way

ہے

اس کے علاوہ عالم میں کہاں کہاں زندگی ہے ہم کو معلوم نہیں ہے اگر ایسا ہے تو کمال ہے

الله کر سکتا ہے

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر کے ج 10، ص 3241-3242 پر ایک واقعہ نقل کرتے ہیں پورا واقعہ تو نقل نہیں کریں گے، جتنا ہمارے موضوع سے متعلق ہے، وہی ترجمہ کریں گے

فرماتے ہیں کہ

قَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ

18355 – وَبِسَنَدٍ قَوِيٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَرَادَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلامُ أَنْ يَدْخُلَ الْخَلاءَ فَأَعْطَى الْجَرَادَةَ خَاتَمَهُ وَكَانَتِ امْرَأَتُهُ، وَكَانَتْ أَحَبَّ نِسَائِهِ إِلَيْهِ فَجَاءَ الشَّيْطَانُ فِي صُورَةِ سُلَيْمَانَ فَقَالَ لَهَا: هَاتِي خَاتَمِي فَأَعْطَتْهُ فَلَمَّا لَبِسَهُ دَانَتْ لَهُ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ وَالشَّيَاطِينُ، فَلَمَّا خَرَجَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْخَلَاءِ قال لها: هَاتِي خَاتَمِي فَقَالَتْ: قَدْ أَعْطَيْتُهُ سُلَيْمَانَ قَالَ: أَنَا سُلَيْمَانُ قَالَتْ: كَذَبْتَ لَسْتَ سُلَيْمَانَ فَجَعَلَ لَا يَأْتِي أَحَدًا يَقُولُ: أَنَا سُلَيْمَانُ إِلا كَذَّبَهُ حَتَّى جَعَلَ الصِّبْيَانُ يَرْمُونَهُ بِالْحِجَارَةِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَامَ الشَّيْطَانُ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ.

فَلَمَّا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يَرُدَّ عَلَى سليمان عليه السلام سلطانه أَلْقَى فِي قُلُوبِ النَّاسِ إِنْكَارَ ذَلِكَ الشَّيْطَانِ فَأَرْسَلُوا إِلَى نِسَاءِ «1» سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلامُ فَقَالُوا لهن أيكون من سليمان شيء؟ قلنا: نَعَمْ إِنَّهُ يَأْتِينَا وَنَحْنُ حُيَّضٌ، وَمَا كَانَ يَأْتِينَا قَبْلَ ذَلِكَ

قوی سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا گیا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام بیت الخلاء میں جاتے، اپنی انگوٹھی جرادہ کو دیتے، جو کہ ان کی بیوی تھی، اور سب سے عزیز تھی۔ شیطان حضرت سلیمان کی صورت میں اس کے پاس آیا، اور کہا کہ مجھے میری انگوٹھی دو۔ تو اس نے دے دی۔ جب اس نے پہن لی، تو سب جن و انس و شیطان اس کے قابو میں آ گئے۔ جب سلیمان علیہ السلام نکلے، تو اس سے کہا کہ مجھے انگوٹھی دو۔ اس نے کہا کہ وہ تو میں سلیمان کو دے چکی ہوں۔ آپ نے کہا کہ میں سلیمان ہوں۔ اس نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تم سلیمان نہیں۔ پس اس کے بعد ایسا کوئی

نہیں تھا کہ جس سے انہوں نے کہا ہو کہ میں سلیمان ہوں، اور ان کی تکذیب نہ کی گئی ہو۔ یہاں تک کہ بچوں نے انہیں پتھروں سے مارا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا امر ہے۔ شیطان لوگوں میں حکومت کرنے لگا- جب اللہ نے اس بات کا ارادہ کیا کہ حضرت سلیمان کو ان کی سلطنت واپس کی جائے تو انہوں نے لوگوں کے دلوں میں القا کیا کہ اس شیطان کا انکار کریں۔ پس وہ ان کی بیویوں کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ آپ کو سلیمان میں کوئی چیز نظر آئی؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! اب وہ ہمارے پاس حیض کے دونوں میں بھی آتے ہیں، جب کہ پہلے ایسا نہیں تھا۔

یہی واقعہ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر، ج 7، ص 59-60 میں درج کیا ہے۔ سند کے بارے میں انہوں نے بھی یہی کہا ہے کہ

إسناده إلى ابن عباس رضي الله عنهما قَوِيٌّ، وَلَكِنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ إِنَّمَا تَلَقَّاهُ ابْنُ عباس رضي الله عنهما إِنْ صَحَّ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَفِيهِمْ طائفة لا يعتقدون نبوة سليمان عليه الصلاة والسلام فَالظَّاهِرُ أَنَّهُمْ يَكْذِبُونَ عَلَيْهِ، وَلِهَذَا كَانَ فِي هذا السِّيَاقِ مُنْكَرَاتٌ مِنْ أَشَدِّهَا ذِكْرُ النِّسَاءِ فَإِنَّ المشهور عن مجاهد وغير واحد من أئمة السلف أَنَّ ذَلِكَ الْجِنِّيَّ لَمْ يُسَلَّطْ عَلَى نِسَاءِ سليمان بل عصمهن الله عز وجل منه تشريفا وتكريما لنبيه عليه السلام. وَقَدْ رُوِيَتْ هَذِهِ الْقِصَّةُ مُطَوَّلَةً عَنْ جَمَاعَةٍ من السلف رضي الله عنهم كَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَجَمَاعَةٍ آخَرِينَ وَكُلُّهَا مُتَلَقَّاةٌ مِنْ قَصَصِ أَهْلِ الْكِتَابِ، والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب.

اس کی سند ابن عباس تک قوی ہے۔ لیکن بظاہر یہ ان کو اہل کتاب سے ملی جسے انہوں نے صحیح مانا۔ جب کہ ان میں ایک گروہ تھا جو کہ حضرت سلیمان کی نبوت کا منکر تھا۔ اور بظاہر ان کی تکذیب کرتا تھا۔ اور اس میں شدید منکر باتیں ہیں خاص کر بیویوں والی۔ اور مجاھد اور دیگر ائمہ سے مشہور ہے کہ جن ان کی بیویوں پر مسلط نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اللہ نے ان کی عصمت رکھی اور شرف و تکریم بخشا۔ اور یہ واقعہ سلف میں ایک جماعت نے نقل کیا جیسا کہ سعید بن مسیت، زید بن اسلم، اور بعد کی ایک جماعت نے بھی جن کو یہ اہل کتاب کے قصوں سے ملا

جواب

تفسیر ابن حاتم ۹۰۰ صفحات کی کتاب ہے اس میں کسی بھی روایت پر سند قوی یا ضعیف یا صحیح نہیں ملتا

یہ واحد روایت 18355 ہے جس پر وَبِسَنَدٍ قَوِيٍّ سند قوی ملتا ہے لیکن حیرت ہے کہ اس کی سند ابن ابی حاتم نے نہیں دی

لگتا ہے اس میں تصرف و تحریف ہوئی ہے جب سند ہے ہی نہیں تو قوی کیسے ہوئی؟

كتاب الدخيل في التفسير

كود المادة: GUQR5333

المرحلة: ماجستير   المؤلف: مناهج جامعة المدينة العالمية   الناشر: جامعة المدينة العالمية

کے مطابق اس کی سند ہے

ومن أنكرها أيضًا ما قال ابن أبي حاتم: حدثنا علي بن حسين، قال: حدثنا محمد بن العلاء وعثمان بن أبي شيبة وعلي بن محمد، قال: حدثنا أبو معاوية، قال: أخبرنا الأعمش، عن المنهال بن عمرو، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس -رضي الله عنهما- في قوله – تعال ى-: {وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ}، قال: أراد سليمان -عليه الصلاة والسلام- أن يدخل الخلاء وكذا وكذا؛ ذكر الرواية التي سبق ذكرها

اس کی سند میں المنهال بن عمرو ہے جو ضعیف ہے

العموم والخصوص

عقائد کا قرآن و حدیث سے استخراج کرتے وقت خبر عام ہے یا خاص کا خیال رکھا جاتا ہے یہ اصول نہایت منطقی ہے جس سے قرآن کی بعض باہم مخالف آیات کی تشریح و تطبیق کی جاتی ہے

گمراہ عقائد کو کشید کرنے کے لئے قرآن کے نصوص کو رد کر کے ان میں باہم اختلاف کا ذکر کیا جاتا ہے مثلا قرآن کے مطابق روح کے جسم سے خروج کے بعد اس کا امساک کیا جاتا ہے یعنی روک لیا جاتا ہے (سورہ الزمر اور سورہ الانعام) اس کے برعکس حیات فی القبر کا عقیدہ اس امت کے گمراہ فرقوں نے اختیار کیا ہوا ہے جس میں مردہ
میں عود روح کروایا جاتا ہے اس کو استثنیٰ قرار دے کر ایک خاص بات کہا جاتا ہے پھر اس کو تمام مردوں پر عام کر دیا جاتا ہے

اسی طرح سماع الموتی کے مسئلہ میں بھی زبردستی ابن عمر اور عائشہ رضی الله عنہا کی آراء کو ایسے پیش کیا جاتا ہے کہ گویا بعض کو صحیح عقیدہ پتا نہیں تھا اس طرح اصحاب رسول اور امہات المومنین کو مختلف العقائد بتایا جاتا ہے جبکہ اصول جو قرآن میں دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ و ما یستوی الاحیاء و الاموات ان الله یسمع من یشاء کہ مردہ زندہ برابر نہیں الله جس کو چاہے سنوائے- اس کے بعد تمام مردوں میں زبردستی ایک عجیب حیات کا بزعم خود دعوی کیا جاتا ہے جس میں وہ دفنانے والوں کے قدموں کی چاپ سنتے ہیں اور ان سے مانوس بھی ہوتے ہیں

قرآن کے عموم و خصوص میں التباس پیدا کر کے، قبر پرستی پر سند جواز دینے کے بعد، معصوم بن کر ان لا علم لوگوں پر کفر کا فتوی لگایا جاتا ہے جو بعض محدثین کے منہج پر قبروں سے فیض جاصل کر رہے ہیں مثلا

محدث ابن حبان طوس جاتے ہیں اور قبر سے فیض لیتے ہیں – ابن حبان مردوں کے سننے کے قائل تھے
اور نیک و صالحین کی قبور پر جا کر دعا کرتے اور وہ ان کے مطابق قبول بھی ہوتیں

وما حلت بي شدة في وقت مقامي بطوس, فزرت قبر علي بن موسى الرضا صلوات الله على جده وعليه ودعوت الله إزالتها عني إلا أستجيب لي, وزالت عني تلك الشدة, وهذا شيء جربته مرارا, فوجدته كذلك
طوس میں قیام کے وقت جب بھی مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی ،میں نے (امام) علی بن موسی الرضا صلوات الله علی جده وعلیه کی قبرکی زیارت کی، اور اللہ سے اس پریشانی کے ازالہ کے لئے دعاء کی ۔تو میری دعاقبول کی گئی،اورمجھ سے وہ پریشانی دورہوگئی۔اوریہ ایسی چیز ہے جس کامیں نے بارہا تجربہ کیا تو اسی طرح پایا
[الثقات لابن حبان، ط دار الفكر: 8/ 456]

ابن کثیر سورہ التوبہ کی تفسیر میں فوت شدہ رشتہ داروں پر زندوں کا عمل پیش ہونا لکھتے ہیں جبکہ قرآن میں کہیں یہ عقیدہ نہیں ابن کثیر تفسیر میں کہتے ہیں

قَدْ وَرَدَ: أَنَّ أَعْمَالَ الْأَحْيَاءِ تُعرَض عَلَى الْأَمْوَاتِ مِنَ الْأَقْرِبَاءِ وَالْعَشَائِرِ فِي الْبَرْزَخِ
بے شک یہ آیا ہے کہ زندوں کے اعمال مردہ رشتہ داروں پر البرزخ میں پیش ہوتے ہیں
ابن قیم کہتے ہیں **سلف اس پر جمع ہیں کہ میت زائر سے خوش ہوتی ہے اور روح جہاں** کتاب الروح **جانا چاہتی ہے جاتی ہے**
ابن تیمیہ عقیدہ رکھتے ہیں

قبر سے اذان سنی جا سکتی ہے اور میت قرات سنتی ہے

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے

افسوس علماء ہی نے ان عقائد کو پھیلایا جو تھے ہی غلط اور غیر ثابت – ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان پر توبہ کرتے لیکن اسلاف پرستی میں ان سند یافتہ علماء نے اپنی خو الگ ہی ڈالی اور لگے ان شخصیات اور ناموں کا دفاع کرنے اور اپنے تعلی و علمیت کا رعب بٹھانے

عقائد میں اضطراب کو دور کرنے کے لئے اصول و خاص کی بحث بہت اہم ہے جو اصول و فقہ کی کتب میں ہے – کتاب منهج علماء الحديث والسنة في أصول الدين از مصطفى محمد حلمي الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى – 1426 هـ قرآن کے عموم و خصوص پر لکھتے ہیں

. (1) فأنزل الله عز وجل القرآن على أربعة أخبار خاصة وعامة

فمنها: 1 – خبر مخرجه مخرج الخصوص ومعناه معنى الخصوص وهو قوله تعالى: (إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ) [ص، الآية: 71] وقوله: (إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ) [آل عمران، الآية: 59] ثم قال: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى) [الحجرات، الآية: 13] والناس اسم يجمع آدم وعيسى وما بينهما وما بعدهما فعقل المؤمنون عن الله عز وجل أنه لم يعن آدم وعيسى لأنه قدم خبر خلقهما.

پس اللہ عز و جل نے چار قسم کی خاص و عام خبریں قرآن میں دیں جن میں ہیں
خبر جو خصوص سے نکلے اور اس کا معنی بھی مخصوص ہو اور یہ ہے اللہ تعالی کا قول (إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ) [ص، الآية: 71] میں گیلی مٹی سے ایک بشر خلق کر رہا ہوں اور اللہ تعالی کا قول (إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ) [آل عمران، الآية: 59] بے شک عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے جیسی آدم کی – پھر کہا (يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى) [الحجرات، الآية: 13] اے لوگوں ہم نے تم کو مرد و عورت سے پیدا کیا اور الناس میں آدم و عیسی جمع ہو گئے اور ان کے درمیان اور بعد والے انسان پس مومن تعقل کرتے ہیں کہ آدم و عیسی کو (مرد و عورت سے تخلیق میں) شمار نہیں کیا گیا کیونکہ انکی تخلیق کی خبر دی گئی

2 خبر مخرجه مخرج العموم ومعناه معنى الخصوص وهو قوله تعالى: (وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ) [الأعراف، الآية: 156] فعقل عن الله أنه لم يعن إبليس فيمن تسعه الرحمة لما تقدم فيه من الخبر الخاص قبل ذلك وهو قوله: (لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ) [ص، الآية: 85] فصار معنى ذلك الخبر العام خاصًا لخروج إبليس ومن تبعه من سعة رحمة الله التي وسعت كل شيء.

خبر جو عموم سے نکلے اور اس کا معنی مخصوص ہو اور یہ اللہ تعالی کا قول ہے (وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ) [الأعراف، الآية: 156] میری رحمت ہر شی پر پھیلی ہے پس یہ اللہ کا مقصد ہے کہ اس میں ابلیس کو شمار نہیں کیا گیا جس کو رحمت سے الگ کیا ہے جیسا کہ اسکی خبر خاص دی پہلے (لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ) [ص، الآية: 85] بلاشبہ میں جہنم کو بھر دوں گا تجھ سے اور جو تیری اتباع کریں گے سب کو! پس یہ خبر معنا عام ہے خاص ابلیس کا خروج ہے اور جو اس کی اتباع کریں انکو اس رحمت سے الگ کیا جو چیز پر چھائی ہے

3 – خبر مخرجه مخرج الخصوص ومعناه معنى العموم وهو قوله: (وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَى) [النجم، الآية: 49] ، فكان مخرجه خاصًا ومعناه عامًا.

خبر جو نکلی ہے خصوص سے اور اسکا معنی عموم ہے اور اللہ تعالی کا قول ہے (وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَى) [النجم، الآية: 49] اور بے شک وہ الشِّعْرَى کا رب ہے پس یہ خاص خبر ہے لیکن اس کا معنی عام ہے
4- خبر مخرجه العموم ومعناه العموم.

فهذه الأربعة الأخبار خص الله العرب بفهمها ومعرفة معانيها وألفاظها وخصوصها وعمومها والخطاب بها، ثم لم يدعها اشتباهاً على خلقه وفيها بيان ظاهر لا يخفى على من تدبره من غير العرب ممن يعرف الخاص والعام،

خبر جو عموم سے ملی اور معنی بھی عام ہے
پس ان چار خبروں سے اللہ تعالی نے عربوں کا فہم ، معنوں کی معرفت، الفاظ اور اس کا خصوص و عموم اور خطاب خاص کیا پھر اس میں اشتباہ مخلوق کے لئے نہیں رہا اور اس کا بیان غیر عرب پر ظاہر ہے جو اس میں تدبر کرنے والوں پر مخفی نہیں جو خاص و عام کو جانتے ہیں
الغرض تمام مردے نہیں سنتے اللہ جس کو چاہتا سنواتا ہے جیسا قلیب بدر میں ہوا اسی طرح عود روح صرف ان لوگوں کا ہوا جو موسی علیہ السلام کے ساتھ تھے اور عذاب کا شکار ہوئے یا جن کو عیسی علیہ السلام نے واپس زندہ کیا اس کے علاوہ کوئی اور خبر قرآن و احادیث صحیحہ میں نہیں ہے

تفسیر پر سوالات

سورہ کہف میں ذی القرنین اور یاجوج ماجوج کے واقعہ پر سوال ہے
اور موسی و خضر کے واقعات ترتیب میں کیوں بیان ہوئے ہیں، اس میں کیا حکمت ہے؟ کیا کسی نے سد یاجوج ماجوج کو دیکھا ہے؟

جواب سورہ کہف اللہ تعالی نے اہل کتاب کے کچھ سوالات کے جوابات کے سلسے میں نازل کی ہے

اہل کتاب کے سوالات تو ہم تک نہیں پہنچے لیکن تاریخ کی کتب میں اس پر کچھ وضاحت ملتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہود کا ان شخصیات و قوموں پر اختلاف تھا یہود کے نزدیک

اول موسی و خضر والے واقعہ میں موسی بن عمران علیہ السلام نہیں کوئی اور ہے

دوم خضر، ذی القرنین کے ساتھی تھے اور انہوں نے آب حیات پیا ہوا تھا

سوم ذی القرنین پر بھی اختلاف ہے کہ کون ہے؟ بائبل میں ان کا تذکرہ نہیں ہے -

چہارم یاجوج ماجوج کون ہیں ؟ حزقی ایل کی کتاب کے مطابق یاجوج ایک شخص ہے اور ماجوج قوم ہے

کتاب البدء والتاريخ از المطهر بن طاهر المقدسي (المتوفى: نحو 355هـ) کے مطابق

زعم وهب أن اسم الخضر بليا بن ملكان بن بالغ بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح وكان أبوه ملكا وقال قوم الخضر بن عاميل من ولد إبراهيم وفي كتاب أبي حذيفة أن ارميا هو الخضر صاحب موسى وكان الله أخّر نبوّته إلى أن بعثه نبيا زمن ناشية الملك قبل أن يغزو نصر بيت المقدس وكثير من الناس يزعمون أنه كان مع ذي القرنين وزيراً له وابن خالته وروى عن ابن عباس رضي الله عنه أن الخضر هو اليسع وإنما سمي خضرا لأنه لما شرب من عين الجنة لم يدع قدمه بالأرض إلا اخضر ما

حوله فهذا الاختلاف في الخضر قالوا وهو لم يمت لأنه أعطى الخلد إلى النفخة الأولى موكل بالبحار ويغيث المضطرين واختلفوا في موسى الذي طلبه فقيل هو موسى بن عمران وقال أهل التوراة أنّه موسى بن منشا ابن يوسف بن يعقوب وكان نبيا قبل موسى بن عمران [2] كان قد قصّ الله خبرهما في القرآن المجيد عز من قائل وَإِذْ قال مُوسى لِفَتاهُ لا أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُباً 18: 60 إلى آخر القصة وقد ذكرتهما بمعانيها ودعاويها في المعاني،،،

وهب بن منبہ نے دعوی کیا کہ خضر کا نام بلیا بن ملکان بن بالغ بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح ہے اور ان کا باپ ایک بادشاہ تھا اور ایک قوم نے کہا خضر بن عامیل (نام تھا) ابراہیم کی اولاد میں اور ابی حذیفه کی کتاب میں ہے کہ ارمیا ہی خضر ہے جو موسی کے صاحب تھے اور الله نے ان کی نبوت کو موخر کیا ....یہاں تک کہ انہوں نے بیت المقدس کی نصرت کی اور بہت سے لوگوں نے دعوی کیا کہ وہ ذی القرنین کے ساتھ تھے اور اس کے وزیر تھے اور ان کے خالہ زاد بھائی تھے اور ابن عبّاس رضی الله عنہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ الخضر ہی الیسع ہیں اور ان کو خضر اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جنت کی نہر میں سے پیا تھا اور ان کے قدم زمین پر پڑنے سے اس کے ارد گرد سبزہ ہوتا ہے تو یہ اختلاف ہے خضر سے متعلق اور کہا جاتا ہے ان کی موت نہیں ہوئی کیونکہ ان کو صور میں پھونکنے تک زندگی حاصل ہے موکل سمندر پر ہیں اور مضطر کی دعا سنتے ہیں اور ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ موسی نے جن کو طلب کیا تھا پس کہا جاتا ہے کہ وہ موسی بن عمران ہیں اور اہل توریت کہتے ہیں وہ موسی بن منشا ابن یوسف بن یعقوب جو موسی بن عمران سے قبل نبی تھے جن کے قصے کی خبر الله نے قرآن میں دی ہے کہا وَإِذْ قالمُوسى لِفَتاهُ لا أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُباً 18: 60 سے آخر تک

کتاب المنتظم فی تاریخ الأمم والملوك از ابن الجوزی (المتوفى: 597هـ) کے مطابق

الخضر قَدْ كَانَ قبل موسى، قَالَ الطبري : كَانَ فِي أَيَّام أفريدُونَ الْمَلِك بْن أثفيان. قَالَ: وقيل: إنه كَانَ عَلَى مقدمة ذي الْقَرْنَيْنِ الأكبر، الَّذِي كَانَ أَيَّام إِبْرَاهِيم.

وذي الْقَرْنَيْنِ عِنْدَ قوم هُوَ أفريدُونَ، وزعم بَعْضهم أَنَّهُ من ولد من كَانَ آمن بالخليل عَلَيْهِ السَّلام، وهاجر مَعَهُ من أرض بابل.

وَقَالَ عَبْد الله بْن شوذب: الخضر من ولد فارس.

وَقَالَ ابْن إِسْحَاق: هُوَ من سبط هَارُون بْن عمران.

وقول من قَالَ: إنه كَانَ فِي زمان أفريدُونَ أَكْثَرَ من ألف سَنَة، والخضر قديم إلا أَنَّهُ لما كَانَ ذكره لَمْ ينبغ إلا فِي زمان موسى ذكرناه هاهنا.

خضر موسی سے قبل تھے طبری کہتے ہیں یہ شاہ (ایران) افریدوں بن أثفیان کے دور میں تھے اور کہا : کہا جاتا ہے کہ ذی القرنین کے سالار تھے جو ابراہیم کے دور میں تھے

اور ذی القرنین ایک قوم کے نزدیک افریدوں ہے اور ان میں بعض کا دعوی ہے کہ وہ ابراہیم پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہجرت کی بابل میں اور عَبْد اللَّهِ بْن شوذب کہتے ہیں خضر فارس میں پیدا ہوئے اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں وہ ہارون بن عمران کی نسل میں سے ہیں اور جو کہتے ہیں کہ ذی القرنین افریدوں کے دور میں تھے تو وہ ہزار سال سے زیادہ ہے اور خضر تو پرانے ہیں پس جب ان کا اس میں دور ذکر ہوتا ہے تو ان کو موسی کے دور تک نہیں پہنچاتا

کتاب الکامل از ابن الأثیر (المتوفى: 630هـ) کے مطابق

قَالَ أَهْلُ الْكِتَابِ: إِنَّ مُوسَى صَاحِبَ الْخَضِرِ هُوَ مُوسَى بْنُ مَنْشَى بْنِ يُوسُفَ بْنِ يَعْقُوبَ، وَالْحَدِيثُ الصَّحِيحُ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّ مُوسَى صَاحِبَ الْخَضِرِ هُوَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ. وَكَانَ الْخَضِرُ مِمَّنْ كَانَ أَيَّامَ أَفْرِيدُونَ الْمَلِكِ بْنِ أَثْغِيَانَ فِي قَوْلِ عُلَمَاءِ أَهْلِ الْكُتُبِ الْأُوَلِ قَبْلَ مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ.

وَقِيلَ: إِنَّهُ بَلَغَ مَعَ ذِي الْقَرْنَيْنِ الْأَكْبَرِ الَّذِي كَانَ فِي أَيَّامِ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ، وَإِنَّهُ بَلَغَ مَعَ ذِي الْقَرْنَيْنِ نَهْرَ الْحَيَاةِ فَشَرِبَ مِنْ مَائِهِ وَلَا يَعْلَمُ ذُو الْقَرْنَيْنِ وَمَنْ مَعَهُ، فَخُلِّدَ وَهُوَ حَيٌّ عِنْدَهُمْ إِلَى الْآنِ.

وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ: أَنَّهُ كَانَ مِنْ وَلَدِ مَنْ آمَنَ مَعَ إِبْرَاهِيمَ، وَهَاجَرَ مَعَهُ، وَاسْمُهُ بَلْيَا بْنُ مَلْكَانَ بْنِ فَالَغَ بْنِ عَابِرِ بْنِ شَالَخَ بْنِ أَرْفَخْشَذَ بْنِ سَامِ بْنِ نُوحٍ، وَكَانَ أَبُوهُ مَلِكًا عَظِيمًا. وَقَالَ آخَرُونَ: ذُو الْقَرْنَيْنِ الَّذِي كَانَ عَلَى عَهْدِ إِبْرَاهِيمَ أَفْرِيدُونُ بْنُ أَثْغِيَانَ، وَعَلَى

مَقْدَمَتِهِ كَانَ الْخَضِرُ.

اہل کتاب کہتے ہیں موسی جو خضر کے صاحب تھے وہ مُوسَى بْنُ مَنْشَى بْنِ يُوسُفَ بْنِ يَعْقُوبَ تھے اور صحیح حدیث میں ہے کہ موسی جو خضر کےصاحب تھے وہ موسی بن عمران ہیں

… اورخضر جوشاہ افریدوں کے دور میں تھے جیسا اہل کتاب کے علماء کا قول ہے تو وہ تو موسی بن عمران سے پہلے کے ہیں

اور کہا جاتا ہے خضر ذی القرنین الاکبر کے ساتھ تھے جو ابراہیم کے دور میں تھے اور وہ ذی القرنین کے ساتھ آب حیات تک پہنچے اور انہوں نے اس میں سے پیا ، ذی القرنین اور ان کے ساتھ والوں کو پتا نہیں تھا، پس خضر کو حیات جاویداں ملی اور وہ زندہ ہیں اب بھی

اور بعض نے دعوی کیا کہ وہ ان ایمان والوں کی اولاد میں سے ہیں جو ابراہیم پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہجرت کی اور ان کا نام بَلْيَا بْنُ مَلْكَانَ بْنِ فَالَغَ بْنِ عَابِرِ بْنِ شَالَخَ بْنِ أَرْفَخْشَذَ بْنِ سَامِ بْنِ نُوحٍ ہے اور ان کے باپ ایک عظیم بادشاہ تھے اور دوسرے کہتے ہیں ذی القرنین جو ابراہیم کے دور میں تھے أَفْرِيدُونُ بْنُ أَثْغِيَانَ تھے اور ان کے سالار خضر تھے

کتاب البداية والنهاية از ابن کثیر (المتوفى: 774هـ) کے مطابق

قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْكِتَابِ إِنَّ مُوسَى هَذَا الَّذِي رَحَلَ إِلَى الْخَضِرِ هُوَ مُوسَى بْنُ مِيشَا بْنِ يُوسُفَ بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ وَتَابَعَهُمْ عَلَى ذَلِكَ بَعْضُ مَنْ يَأْخُذُ مِنْ صُحُفِهِمْ وَيَنْقُلُ عَنْ كُتُبِهِمْ مِنْهُمْ نَوْفُ بْنُ فَضَالَةَ الْحِمْيَرِيُّ الشَّامِيُّ الْبِكَالِيُّ. وَيُقَالُ إِنَّهُ دِمَشْقِيٌّ وَكَانَتْ أُمُّهُ زَوْجَةَ كَعْبِ الْأَحْبَارِ وَالصَّحِيحُ الَّذِي دَلَّ عَلَيْهِ ظَاهِرُ سِيَاقِ الْقُرْآنِ وَنَصُّ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ الصَّرِيحِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ أَنَّهُ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ صَاحِبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. قَالَ الْبُخَارِيُّ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عمر بْنُ دِينَارٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوسَى صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ.

بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ موسی جنہوں نے خضر کے ساتھ سفر کیا وہ مُوسَى بْنُ مِيشَا بْنِ يُوسُفَ بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ ہیں اور اس قول کی اتباع جو کرتے ہیں جو ان کے کچھ صحف لیتے ہیں اور ان کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں جن میں نَوْفُ بْنُ فَضَالَةَ الْحِمْيَرِيُّ الشَّامِيُّ الْبِكَالِيُّ ہیں اور ان کو دمشقی بھی کہا جاتا ہے اور ان کی ماں کعب الاحبار کی بیوی تھیں …. سعید بن جبیر نے ابن عبّاس سے کہا نوف البکالی کہتا ہے کہ موسی جو صاحب الخضر تھے وہ بنی اسرئیل والے موسی نہیں ہیں ابن عبّاس نے کہا جھوٹ بولتا ہے الله کا دشمن

الکامل از ابن اثیر میں ذکر ملك أفريدون میں اثیر لکھتے ہیں

وهو أفريدون بن أثغيان ، وهو من ولد جم شيد . وقد زعم بعض
نسابة الفرس أن نوحا هو أفريدون الذي قهر الضحاك ، وسلبه ملكه ، وزعم بعضهم
أن أفريدون هو ذو القرنين صاحب إبراهيم الذي ذكره الله في كلامه العزيز ، وإنما ذكرته في هذا
الموضع لأن قصته في أولاده الثلاثة شبيهة بقصةنوح على ما سيأتي ولحسن سيرته ،
وهلاك الضحاك على يديه ، ولأنه قيل إن هلاك الضحاك كان على يد نوح . اور فارس کے بعض نسب
والوں نے دعوی کیا کہ نوح ہی افریدوں ہے جن کی جنگ الضحاك سے ہوئی تھی اور
وہ أفريدون بن أثغيان ہیں جو جمشید کی اولاد میں سے ہیں اور ان سے ملک چھنا اور بعض
… نے دعوی کیا کہ افریدوں ذی القرنین ہیں جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے

وأما باقي نسابة الفرس فإنهم ينسبون أفريدون إلى جم شيد الملك. اور بقیہ نسب فارس والوں نے
افریدوں کی نسبت جمشید سے کی ہے

اس بحث کا لب لباب ہے

اس اختلاف میں جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ موسی و خضر ہم عصر ہیں- خضر انسان تھے-
قرآن کے مطابق موسی علیہ السلام صاحب تورات ہیں کوئی اور نہیں – ذی القرنین اور خضر ہم
عصر نہیں، بلکہ ذی القرنین ایک بہت قدیم بادشاہ ہیں جب تاریخ لکھنے کا بھی آغاز نہیں ہوا
تھا- قدیم ایرانی و فارسی نساب نے ذی القرنین کو شاہ افریدوں کہا گیا ہے جن کا ذکر قدیم
فارس کی داستانوں میں ملتا ہے- یہودی شاید بابل کی غلامی کے دور میں ان سے واقف ہوئے

سکندر ، ذی القرنین نہیں جیسا کہ بعض مفسرین کا دعوی ہے -سکندر تو موسی علیہ
السلام کے بھی بعد کا ہے جبکہ ذی القرنین کا دور شاید ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے کا
ہے- بعض لوگوں نے ذی القرنین کی دیوار کو دیوار چین سے بھی نسبت دی ہے جو سن ۲۲۰
سے ۲۰۶ قبل مسیح میں بنی ہے- لھذا ذی القرنین اور سکندر ایک نہیں ہیں- ابو الکلام آزاد کی
تحقیق کے مطابق ذی القرنین سے مراد قدیم ایرانی بادشاہ کوروش ہے جن کا دور ۵۳۹ سے ۵۳۰
قبل مسیح تھا لیکن یہ بھی بعد کے ہیں اور ذی القرنین نہیں ہیں یہ مغالطہ اس لئے ہوا کہ
کوروش اور سنکندر دونوں کو سینگ والے تاج پہنے قدیم سکوں میں دکھایا گیا ہے سکندر نے
بھی فارس میں سکونت اختیار کی اور وہ خالص بت پرست تھا اور کوروش   قدیم اہرمن و یزدان
والا دھرم رکھتا تھا – قرآن کے مطابق ذی القرنین مسلمان اور موحد تھا

کوروش اور سکندر دونوں کو قدیم سکوں افریدوں سے نسبت دینے کے لئے سینگوں والا تاج
پہنے دکھایا گیا کیونکہ افریدوں کو ایک عادل شاہ کہا جاتا ہے

عرب جغرافیہ دان اور یاجوج ماجوج

عرب جغرافیہ دانوں نے زمین کو سات نصف دائروں یا اقلیم میں تقسیم کیا شمال کی جانب علاقہ جہاں کے بارے میں معلومات نہیں تھیں وہ یاجوج ماجوج کا مسکن تھا اس سے نیچے کا علاقہ جافث کی نسل یعنی نوح کی نسل سمجھا جاتا تھا جن میں چین کے لوگ ترک ، بلغار، الخزر، الن ، مغار، سلاوو، فرانک لوگ شامل تھے- بحيرة خوارزم، سیحون اور جیحوں کے دریا بھی اسی اقلیم میں ہیں- الخزر ایک یہودی ریاست تھی جو عباسیوں کے دور میں بھی موجود تھی اور اس کے پاس کے مسلمان علاقے اس کو خراج بھی دیتے تھے

یاجوج ماجوج بھی بائبل کے مطابق جافث کی نسل سے ہیں – ان کے اور باقی انسانوں کے درمیان بلند پہاڑ حائل ہیں اور ایک دیوار جو ذی القرنین نے بنائی موجودہ بنی آدم اور ان کے درمیان حائل ہے

أبو عبد الله أحمد بن محمد بن إسحاق الهمداني المعروف بابن الفقيه (ت 365) نے اس دیوار کا تذکرہ کتاب البلدان میں کیا ہے کتاب المسالك والممالك جو أبي القاسم عبيد الله بن عبد الله المعروف بابن خرداذبه المتوفى 300 ھ کی تالیف ہے اس میں ذکر ہے کہ ایک شخص سلام الترجمان ، الخليفة الواثق (227- 232 ھ) کے حکم پر سد يأجوج ومأجوج تک گیا

ہارون رشید کے پوتے خلیفہ واثق ۸٤۲ سے ۸٤۷ ع نے ایک روز سن ۸٤۲ ع میں خواب دیکھا کہ سد ذی القرنین ٹوٹ گئی ہے انہوں نے اس کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ایک ہوشیارشخص سلام کو جو تیس زبانوں میں طاق تھے صورت حال جاننے کے لئے بھیجا – سلام ۸٤٤ع میں واپس آئے اور تمام واقعات کتاب کی صورت میں لکھے جن کو ابن الفقيه نے ان سے سن کر اپنی کتاب میں لکھا –

بحر الحال ہمارے نزدیک یہ قصہ گوئی صرف خلیفہ کی خواہش پر ہوئی کیونکہ ایک طویل سفر کے بعد سلام ترجمان کو کچھ تو عجیب و غریب بیان کرنا ہی تھا

قرآن کے مطابق یاجوج ماجوج قومیں ہیں

سد ذی القرنین قیامت کی نشانی ہے اسی وقت ظاہر ہو گی

هذا رحمة من ربي فإذا جاء وعد ربي جعله دكاء وكان وعد ربي حقا

واولی الامر منکم۔۔۔۔سے مراد حاکم ہے یا علماء؟

جواب

اس میں کافی اختلاف ہے
اول: اصحاب رسول کہتے ہیں حکمران یا امراء ہیں

دوم بعض تابعین کے اقوال ہیں کہ اس سے مراد حاکم ہیں اور بعض کہتے ہیں اہل علم و فقہ ہیں- یہ اختلاف کی وجہ سے ہوا یہاں تک کہ ابن زبیر تک سے ابن عباس کا اختلاف ہوا اور ابن عباس کو مکہ چھوڑنا پڑا -گویا اولو الامر کی اطاعت ابن عباس نے نہیں کی ان کا ابن زبیر سے اختلاف ہوا – ابن زبیر نے ابن عباس کو اندھا کہا
صحیح مسلم
لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پھر بھی آیات کا مفہوم نہ بدلا
تفسیر طبری میں ہے
حدثنا الحسن بن الصباح البزار قال، حدثنا حجاج بن محمد، عن ابن جريج قال، أخبرني يعلى بن مسلم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس أنه قال:"يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم"، نزلت في رجل بعثه النبي صلى الله عليه وسلم على سرية
ابن عباس نے کہا یہ آیت ایک شخص کے سلسلے میں اتری جس کو سریہ پر بھیجا گیا تھا
احمد شاکر کے مطابق سند میں ثقات ہیں
معلوم ہوا کہ ابن عباس کا موقف صحیح سند سے یہی ہے کہ اس آیت میں حکمران مراد ہیں

سوم امام بخاری کا صحیح میں موقف ہے کہ اس سے مراد اہل علم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک عباسی خلفاء کا عقیدہ صحیح نہیں
=====================================

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے
حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ، ثنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَوَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ: أُمَرَاءُ السَّرَايَا.
ابو ہریرہ نے کہا اس سے مراد سریہ کے امیر ہیں

سریہ یعنی جنگی جھڑپ جس میں نبی نے شرکت نہیں کی
———

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے
حَدَّثَنَا أَبِي ثنا أَبُو غَسَّانَ مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فِي هَذِهِ الآيَةِ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ: أُولِي الْخَيْرِ.
جابر بن عبداللہ نے کہا یہ نیک لوگ ہیں
سند میں عبد اللہ بن محمد بن عقیل ضعیف ہے
قال أبو حاتم و عدة : لين الحديث ، و قال ابن خزيمة : لا أحتج به
اس سے دلیل نہیں لی جا سکتی
حدیث میں کمزور ہے
————

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے
حَدَّثَنَا أَبِي، ثنا أَبُو صَالِحٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ: وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ يَعْنِي: أَهْلَ الْفِقْهِ وَالدِّينِ، وَأَهْلَ طَاعَةِ اللَّهِ الَّذِينَ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ مَعَانِيَ دِينِهِمْ ويأمرونهم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهُوهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَأَوْجَبَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ طَاعَتَهُمْ عَلَى الْعِبَادِ.
ابن عباس نے کہا یہ اہل فقہ اور دین ہیں اور اہل اطاعت ہیں
سند میں عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ کا ابن عباس سے سماع نہیں ہے

تفسیر طبری میں ہے
حدثنا الحسن بن الصباح البزار قال، حدثنا حجاج بن محمد، عن ابن جريج قال، أخبرني يعلى بن مسلم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس أنه قال:"يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم"، نزلت في رجل بعثه النبي صلى الله عليه وسلم على سرية
ابن عباس نے کہا یہ آیت ایک شخص کے سلسلے میں اتری جس کو سریہ پر بھیجا گیا تھا
احمد شاکر کے مطابق سند میں ثقات ہیں
—————

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے
حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَوْلَهُ: وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ: أولوا الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ. وَرُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ، وَالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَعَطَاءٍ وَإِبْرَاهِيمَ نَحْوُ ذَلِكَ.
مجاہد اور بہت سوں نے کہا کہ یہ اہل علم و فقہ ہیں

اس طرح کے بہت سے اقوال ابن أبي نجيح نے مجاہد سے منسوب کیے ہیں
وقال إبراهيم بن الجنيد قلت ليحيى بن معين أن يحيى بن سعيد يعني القطان يزعم أن بن أبي نجيح لم يسمع التفسير من مجاهد
محدثین کا کہنا ہے کہ ابن أبي نجيح کا سماع مجاہد سے نہیں ہے

حدثنا الحسن بن يحيى قال، أخبرنا عبد الرزاق قال، أخبرنا معمر، عن الحسن في قوله:"وأولي الأمر منكم"، قال: هم العلماء.
حسن بصری نے کہا اہل علم ہیں
معمر نے حسن سے روایت کیا ہے
وقال أحمد بن حنبل لم يسمع من الحسن
سند منقطع ہے
تفسیر طبری میں ہے
حدثني المثنى قال، حدثنا إسحاق قال، حدثنا ابن أبي جعفر، عن أبيه، عن الربيع، عن أبي العالية في قوله:"وأولي الأمر منكم"، قال: هم أهل العلم، ألا ترى أنه يقول: (وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ) [سورة النساء: 83] ابو عالیہ نے کہا اس سے مراد اہل علم ہیں کیا تم دیکھتے نہیں کہ قول ہے
اور اس کو الله کے رسول اور اولی الامر کی طرف لوٹا دو کہ وہ جان سکیں

یہ تابعین کے اقوال ہیں
——

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْحَضْرَمِيُّ بِحَضْرَمَوْتَ، ثنا الْخَصِيبُ بْنُ نَاصِحٍ، ثنا الْمُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ: أُولِي الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ وَالْعَقْلِ وَالرَّأْيِ.
حسن بصری نے کہا اہل علم و فقہ و عقل و رائے ہیں
سند میں مبارک ضعیف ہے

تفسیر طبری میں ہے
حدثني يونس قال، أخبرنا ابن وهب قال، قال ابن زيد في قوله: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأمْرِ مِنْكُمْ) قال: قال أبي: هم السلاطين. وقرأ ابن زيد: (تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ) [سورة آل عمران: 26] ، وإنما نقول: هم العلماء الذي يُطيفون على السلطان، (1) ألا ترى أنه أمرهم فبدأ بهم، بالولاة فقال (2) "إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها"؟ و"الأمانات"، هي الفيء الذي استأمنهم على جمعه وقَسْمه، والصدقات التي استأمنهم على جمعها وقسمها ="وإذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل" الآية كلها. فأمر بهذا الولاة. ثم أقبل علينا نحن فقال: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأمْرِ مِنْكُمْ) .
ابن زید نے کہا میرے باپ نے کہا یہ سلاطین ہیں اور ابن زید نے آیت قرات کی اور کہا یہ کہتے ہیں یہ علماء ہیں جو سلطان کے تحت ہوں کیا تم دیکھتے نہیں کہ ان کے حکم شروع ہوتے ہیں ولاۃ سے الله تعالی نے فرمایا الله تم کو امانات ادا کرنے کا حکم کرتا ہے اور امانات یہ الفيء کی

قسم میں ہے جس کو جمع و تقسیم کیا جاتا ہے اور صدقات جس پر یہ لوگ مامور ہیں اور کہا جب لوگوں کے درمیان حکم کرو تو عدل کرو پس اس طرح الولاۃ کا حکم ہوا

=========

راقم کہتا ہے کہ اس سے مراد حکمران ہی ہیں لیکن بہت سے تابعین جو ابن زبیر کے دور خلافت میں تھے وہ ابن عباس کو پسند کرتے تھے اور انہوں نے ابن عباس سے علم لیا اور کہنا شروع کیا کہ ان آیات سے مراد حکمران نہیں اہل علم ہیں یعنی ابن عباس – اسی طرح ابن زبیر کے بعد بنو امیہ کا دور ہوا تو بھی یہ حجاج کو پسند نہ کرتے اور اس قسم کے فتوی دیتے تھے جبکہ آیت واضح ہے کہ امراء مراد ہیں

=========

امام بخاری نے جماعت کے مفہوم کو اہل اقتدار کی اطاعت سے نکال کر اہل علم کی طرف کیا لہذا امام بخاری صحیح میں باب قائم کرتے ہیں

باب قوله تعالى: {وكذلك جعلناكم أمة وسطا} [البقرة: 143] وما أمر النبي صلى الله عليه وسلم بلزوم الجماعة، وهم أهل العلم

اور الله کا قول {وكذلك جعلناكم أمة وسطا} [البقرة: 143] اور نبی صلی الله علیہ وسلم کا حکم کہ جماعت کو

پکڑو اور وہ اہل علم ہیں

یعنی اہل اقتدار یا اولوالامر کی اطاعت سے نکال کر اس کو علماء کی اطاعت قرار دیا

اس کی دوسری مثال صحیح میں ہی ہے جہاں امام بخاری باب قائم کرتے ہیں

باب إذا اجتهد العامل أو الحاكم، فأخطأ خلاف الرسول من غير علم، فحكمه مردود لقول النبي صلى الله عليه وسلم: «من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد

باب کہ جب گورنر یا حاکم اجتہاد کرے اور اس میں خطا کرے خلاف رسول بغیر علم کہے تو وہ قول مردود ہے نبی صلی الله علیہ وسلم کے قول کی بنا پر کہ جس نے ایسا عمل کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ رد ہے

امام بخاری صحیح میں باب قول الله تعالى: {وأمرهم شورى بينهم میں لکھتے ہیں

ورأى أبو بكر قتال من منع الزكاة، فقال عمر: كيف تقاتل الناس وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ” أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله، فإذا قالوا: لا إله إلا الله عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله ” فقال أبو بكر: والله لأقاتلن من فرق بين ما جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم «ثم تابعه بعد عمر فلم يلتفت أبو بكر إلى مشورة إذ كان عنده حكم رسول الله صلى الله عليه وسلم في الذين فرقوا بين الصلاة والزكاة وأرادوا تبديل الدين وأحكامه» وقال النبي صلى الله عليه وسلم: «من بدل دينه فاقتلوه

اور ابو بکر نے زکات کے انکاریوں سے قتال کیا اور عمر نے کہا آپ کیسے قتال کر سکتے ہیں
لوگوں سے اور بے شک رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے کہا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ
لوگوں سے قتال کروں جب تک وہ لا
الہ الا اللہ نہ کہہ دیں اور جب کہہ دیں تو ان کا خوں اور مال مجھ سے بچ گئے سوائے حق کے
اور ان کا حساب الله کے ذمے ہے پس ابو بکر نے کہا کہ الله کی قسم میں قتال کروں گا جو اس
چیز میں فرق کرے جس پر رسول للہ نے جمع کیا پھر عمر ان کے تابع ہوئے اور ابو بکر نے ان
سے مشورہ نہیں کیا کیونکہ ان کے پاس رسول الله کا حکم تھا ان کے لئے جو فرق کریں نماز اور
زکات میں اور دین کو تبدیل کریں اور اس کے احکام کو اور نبی صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا
جو دین بدلے اس کو قتل کرو

===========

امام بخاری کے نزدیک ان قبائل نے دین کو تبدیل کیا اور اس وجہ سے مرتد قرار پائے
امام بخاری نے یہ موقف اس لئے اختیار کیا کیونکہ ان کے نزدیک عباسی خلفاء کا عقیدہ خلق
قرآن غلط تھا انہوں نے اس پر کتاب خلق الافعال العباد بھی لکھی اور کہا جو خلق قرآن کا
موقف رکھے وہ جھمی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو گی

امت کے شروع کے خلفاء مثلا خلفاء جو اصحاب رسول ہیں اہل علم میں سے ہیں- ابو بکر بطور
حاکم فیصلہ کر سکتے ہیں

لیکن محدثین نے لگتا ہے اس کو خلط ملط کر دیا ابو بکر کو خلیفہ کم اہل علم لے لیا اور
سمجھا کہ اہل علم بھی وہ فیصلے کر سکتے ہیں جو حاکم کرتا ہے
اس لطیف فرق میں تفریق نہ کرنے کی وجہ سے علماء نے حکومت کے معاملات میں مداخلت
کرنا شروع کر دی

راقم کے نزدیک اس آیت کے مفہوم کو بدلنا صحیح نہیں جو الله نے کہہ دیا وہ ظاہر ہے
حکمران ہیں – ان سے اختلاف ایک الگ بحث ہے لیکن مفہوم بدل کر اس کو اہل علم کی طرف
موڑنا صحیح نہیں ہے

یاد رہے علماء صرف فتوی دے سکتے ہیں لیکن گورنمنٹ احکام کو نافذ کرتی ہے اور حد قائم
کرنے کا اختیار حکومت کے پاس ہے
صدقات جمع کرنے ان کو تقسیم کرنے کا اختیار حکومت کے پاس ہے
اگر آیت کا مفہوم اسطرح بدل تو پھر قرآن کے باقی احکام کو نافذ کون کرے گا – اس پر بھی
علماء کو لیا جائے گا – علماء کا زکواۃ کھانا حلال ہو جاتا ہے ان کا قتل و ارتاد کے فتوی دینا جائز

ہو جاتا ہے – حکومت کے ہوتے نجی حکومت قائم کرنا جائز ہو جاتا ہے
یہ فساد فی الارض کی طرف لے کر جائے گا

اگرچہ طبری نے تفسیر میں ہر طرح کے اقوال جمع کیے ہیں لیکن وہ خود آیت وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ کی تفسیر میں کہتے ہیں

قال أبو جعفر: وأولى الأقوال في ذلك بالصواب، قول من قال: هم الأمراء والولاة = لصحة الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بالأمر بطاعة الأئمة والولاة فيما كان [لله] طاعةً، وللمسلمين مصلحة،
اور اولی اقوال اس سلسلے جو ٹھیک ہیں وہ وہ ہیں جن میں ہے کہ یہ امراء اور ولات ہیں ان خبروں کی صحت کی بنا پر جو رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے مروی ہیں کہ ائمہ اور الولاة کی اطاعت کرو جس میں الله کی اطاعت ہو اور مسلمانوں کی اصلاح ہو

قال أبو جعفر: يعني جل ثناؤه بقوله:"ولو ردوه"، الأمر الذي نالهم من عدوهم [والمسلمين] ، إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وإلى أولي أمرهم يعني وإلى أمرائهم
طبری نے کہا الله کا قول کہ اس کو لوٹاو یعنی حکم .. رسول الله کی طرف اور اولی امر کی طرف یعنی امراء کی طرف

کیا خضر زندہ ہیں

جواب

محدث ابن الصلاح المتوفی ٦٤٣ ھ (بحوالہ فتح الباری از ابن حجر) کہتے ہیں

وَقَالَ بن الصَّلَاحِ هُوَ حَيٌّ عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ

خضر جمہور علماء کے نزدیک اب بھی زندہ ہیں

امام النووی المتوفی ٦٧٦ ھ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں

جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّهُ حَيٌّ مَوْجُودٌ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَذَلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عِنْدَ الصُّوفِيَّةِ وَأَهْلِ الصَّلَاحِ وَالْمَعْرِفَةِ

جمہور علماء کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور ہمارے ساتھ موجود ہیں اور یہ بات صوفیہ اور أَهْلِ الصَّلَاحِ وَالْمَعْرِفَةِ میں متفق ہے

کتاب شذرات الذهب في أخبار من ذهب از ابن العماد العَكري الحنبلي، أبو الفلاح (المتوفى: 1089هـ) کے مطابق

قيل: كان ملكا وقيل بشرا وهو الصحيح، ثم قيل: إنه عبد صالح ليس بنبيّ وقيل: بل نبيّ هو الصحيح. والصحيح عندنا أنه حيّ، وأنه يجوز أن يقف على باب أحدنا مستعطيا له، أو غير ذلك.

کہا جاتا ہے وہ (خضر) فرشتہ تھے اور کہا جاتا ہے بشر تھے اور یہ صحیح ہے پھر کہا جاتا ہے کہ وہ ایک صالح بندے تھے نبی نہیں تھے اور یہ صحیح ہے اور ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے کہ وہ زندہ ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی کے در پر رکیں اور دیں یا اسی طرح دیگر

شیعوں کے نزدیک بھی خضر زندہ ہیں

کتاب دیوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر از عبد الرحمن بن محمد بن محمد، ابن خلدون أبو زيد، ولي الدين الحضرمي الإشبيلي (المتوفى: 808هـ) کے مطابق

ومنهم من يقول إنّ كمال الإمام لا يكون لغيره فإذا مات انتقلت روحه إلى إمام آخر ليكون فيه ذلك الكمال وهو قول بالتّناسخ ومن هؤلاء الغلاة من يقف عند واحد من الأئمّة لا يتجاوزه إلى غيره بحسب من يعيّن لذلك عندهم وهؤلاء هم الواقفيّة فبعضهم يقول هو حيّ لم يمت إلّا أنّه غائب عن أعين النّاس ويستشهدون لذلك بقصّة الخضر

اور ان شیعوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ بے شک امام کے کمالات کسی اور کے لئے نہیں پس جب وہ مرتے ہیں ان کی روحیں دوسرے امام میں جاتی ہیں اور یہ قول التناسخ ہے اور ان غالیوں میں سے … بعض کہتے ہیں کہ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہیں اور اس پر دلیل قصہ خضر سے لیتے ہیں

ابن کثیر کتاب البداية والنهاية میں لکھتے ہیں کہ خضر کی وفات ہو چکی ہے جو مناسب ہے

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَءَأَقْرَرْتُمْ} [آل عمران: 81

فَأَخَذَ الله مِيثَاقَ كُلِّ نَبِيٍّ عَلَى أَنْ يُؤْمِنَ بِمَنْ يَجِيءُ بَعْدَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَيَنْصُرُهُ، فَلَوْ كَانَ الْخَضِرُ حَيًّا فِي زَمَانِهِ، لَمَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعُهُ، وَالِاجْتِمَاعُ بِهِ، وَالْقِيَامُ بِنَصْرِهِ

اگر خضر زندہ ہوتے کو نبی علیہ السلام کی مدد کرتے

ابو اسحاق إبراهيم بن سفيان جو صحیح مسلم کے ایک راوی ہیں ان کے مطابق خضر زندہ ہیں اور دجال جس شخص کو قتل نہ کر سکے گا وہ خضر ہوں گے

امام مسلم نے صحیح میں روایت لکھی

حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ – وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ، وَالسِّيَاقُ (2938) – لِعَبْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي، وقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا – يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ – حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيمَا حَدَّثَنَا، قَالَ: " يَأْتِي، وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ، فَيَنْتَهِي إِلَى بَعْضِ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ – أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ – فَيَقُولُ لَهُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَهُ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا، ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ، أَتَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ: لَا، قَالَ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ: وَاللهِ مَا كُنْتُ فِيكَ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْآنَ – قَالَ: فَيُرِيدُ «الدَّجَّالُ – أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ "، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: «يُقَالُ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ هُوَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یعنی امام ابو اسحاق کے نزدیک خضر ابھی تک زندہ ہیں

الكتاب: شرح الطيبي على مشكاة المصابيح المسمى بـ (الكاشف عن حقائق السنن)
المؤلف: شرف الدين الحسين بن عبد الله الطيبي (743هـ)
کے مطابق

.قوله: ((خير الناس)) ((حس)): قال معمر: بلغني أن الرجل الذي يقتله الدجال الخضر عليه السلام
بہترین انسانوں میں سے معمر نے کہا ہم تک پہنچا ہے یہ شخص خضر ہوں گے

إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري
المؤلف: أحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبي المصري، أبو العباس، شهاب الدين (المتوفى: 923هـ)
الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية، مصر
کے مطابق

فيخرج إليه) من المدينة (يومئذٍ رجل هو خير الناس أو من خير الناس) قيل هو الخضر (فيقول: أشهد (أنك الدجال الذي حدّثنا رسول الله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- حديثه
کہا جاتا ہے یہ خضر ہوں گے

عمدة القاري شرح صحيح البخاري میں بدر الدين العينى (المتوفى: 855هـ) نے یہی قول لکھا ہے
.قَوْله: فَيخرج إِلَيْهِ رجل قيل هُوَ الْخضر، عَلَيْهِ السَّلَام

کتاب مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح از ملا قاری میں اس روایت کی شرح میں لکھا ہے
وَتَقَدَّمَ أَنَّهُ الْخَضِرُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

کتاب الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث البخاري از الكوراني میں ہے
فيقتله ثم يحييه فيقول: والله ما كنت فيك أشد بصيرة مني اليوم) أي في هذه الساعة، وذلك لأنه وجد العلامات التي ذكرها رسول الله – صلى الله عليه وسلم -، قيل: ذلك الرجل هو الخضر والله أعلم

راقم اس قول کو قبول نہیں کرتا

القسطلاني کی کتاب إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري کا ہے جس میں ابن حجر کی بات پیش کی گئی ہے
=========
وقال ابن العربي: سمعت من يقول إن الذي يقتله الدجال هو الخضر وهذه دعوى لا برهان لها. قال الحافظ ابن حجر: قد يتمسك من قاله بما أخرجه ابن حبان في صحيحه من حديث أبي عبيدة بن الجراح رفعه في ذكر الدجال لعله يدركه بعض من رآني أو سمع كلامي الحديث ويعكر عليه قوله في

رواية لمسلم شاب ممتلئ شبابًا ويمكن أن يجُاب بأن من جملة خصائص الخضر أن لا يزال شابًّا ويحتاج إلى دليل
ابن العربی نے کہا میں نے سنا جس نے کہا کہ یہ شخص جس کو دجال قتل نہ کر سکے گا خضر ہوں گے اور اس دعوی کی کوئی برہان نہیں ہے اور ابن حجر نے کہا بلا شبہ اس میں تمسک کیا ہے اس پر جو ابن حبان نے صحیح میں حدیث ابو عبیدہ بن الجراح تخریج کی ہے جس میں ذکر دجال ہے کہ ہو سکتا ہے بعض اس کو پائیں جنہوں نے نے مجھ کو دیکھا یا کلام سنا الحدیث اور روایت میں آ رہا ہے ایک مسلم جوان جوانی سے بھر پور اور ممکن ہے اس کا جواب دیا ہو کہ یہ خصائص خضر کے ہیں کہ ان کی جوانی کو زوال نہیں ہے لیکن اس پر دلیل درکار ہے

==========

راقم کہتا ہے
صحیح ابن حبان کی روایت ہے
أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَاقَةَ
عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ الدَّجَّالَ، وَإِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ"، قَالَ: فَوَصَفَهُ لَنَا، وَقَالَ: "لَعَلَّهُ أَنْ يُدْرِكَهُ بَعْضُ مَنْ رَآنِي، أَوْ سَمِعَ كَلَامِي"، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قُلُوبُنَا يَوْمَئِذٍ مثلها اليوم؟ فقال: "أو خير
أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ بے شک مجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں گزرا الا یہ کہ اس نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا اور میں تم کو ڈراتا ہوں -... ہو سکتا ہے اس کو بعض پائیں جنہوں نے مجھ کو دیکھا یا میرا کلام سنا

یعنی اقتباس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ممکن ہے محدثین نے اس رائے کا استخراج اس طرح کیا ہو کہ صحیح ابن حبان کی اوپر والی حدیث کے مطابق ان کے نزدیک خضر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا اور پھر ان کی ملاقات دجال سے ہوئی کیونکہ خضر علیہ السلام کی جوانی کو زوال نہیں ہے – اس رائے کو ابن حجر نے رد کیا ہے کہ خضر کی جوانی کو زوال نہیں پر دلیل نہیں ہے لیکن انہوں نے اس بات کو رد نہیں کیا کہ محدثین یا سلف نے ایسا کوئی موقف نہیں رکھا تھا

ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ج ٤ ص ٢٢٩ میں خضر کی زندگی پر کہتے ہیں جب سوال ہوا
هَلْ هُوَ حَيٌّ إلَى الْآنَ وَإِنْ كَانَ حَيًّا فَمَا تَقُولُونَ فِيمَا رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: " {لَوْ كَانَ حَيًّا لَزَارَنِي} " هَلْ هَذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ أَمْ لَا؟

کیا یہ اب تک زندہ ہیں؟ اور اگر زندہ ہیں تو کیا فرماتے ہیں اس قول پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے جس میں فرمایا اگر زندہ ہوتے تو ملتے – کیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

ابن تیمیہ نے جواب دیا
وَأَمَّا حَيَاتُهُ: فَهُوَ حَيٌّ. وَالْحَدِيثُ الْمَذْكُورُ لَا أَصْلَ لَهُ وَلَا يُعْرَفُ لَهُ إسْنَادٌ بَلْ الْمَرْوِيُّ فِي مُسْنَدِ الشَّافِعِيِّ وَغَيْرِهِ: أَنَّهُ اجْتَمَعَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ قَالَ إنَّهُ لَمْ يَجْتَمِعْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ قَالَ مَا لَا عِلْمَ لَهُ بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ الْعِلْمِ الَّذِي لَا يُحَاطُ بِهِ. وَمَنْ احْتَجَّ عَلَى وَفَاتِهِ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " {أَرَأَيْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّهُ عَلَى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مِمَّنْ هُوَ عَلَيْهَا الْيَوْمَ أَحَدٌ} " فَلَا حُجَّةَ فِيهِ فَإِنَّهُ يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ الْخَضِرُ إذْ ذَاكَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ. وَلِأَنَّ الدَّجَّالَ – وَكَذَلِكَ الْجَسَّاسَةُ – الصَّحِيحُ أَنَّهُ كَانَ حَيًّا مَوْجُودًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بَاقٍ إلَى الْيَوْمِ لَمْ يَخْرُجْ وَكَانَ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ. فَمَا كَانَ مِنْ الْجَوَابِ عَنْهُ كَانَ هُوَ الْجَوَابَ عَنْ الْخَضِرِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ لَفْظُ الْأَرْضِ لَمْ يَدْخُلْ فِي هَذَا الْخَبَرِ أَوْ يَكُونُ أَرَادَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآدَمِيِّينَ الْمَعْرُوفِينَ وَأَمَّا مَنْ خَرَجَ عَنْ الْعَادَةِ فَلَمْ يَدْخُلْ فِي الْعُمُومِ

جہاں تک ان کی حیات کا تعلق ہے تو وہ زندہ ہیں- … اور جس نے خضر کی وفات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے دلیل لی کہ اس رات جو سطح زمیں پر زندہ ہے وہ سو سال پورا ہونے پر نہ ہو گا اس میں ان کے لئے حجت نہیں ہے یہ تبھی ممکن ہے کہ جب خضر (اس وقت) سطح زمیں پر ہی ہوں اور بے شک دجال اور جساسہ صحیح ہے کہ یہ زندہ موجود ہیں عہد نبوی میں اس دن تک جزیرہ میں ہیں اس سے نہیں نکلے ہیں جو سمندر کے جزیروں میں سے ہے – پس جو جواب اس پر ہے وہی ہمارا جواب خضر پر ہے کہ اس خبر ({لَوْ كَانَ حَيًّا لَزَارَنِي}) میں زمین کا لفظ نہیں ہے اور ہو سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد مشہور لوگ ہوں اور جو عادت سے الگ ہو اس کو عموم میں شمار نہیں کیا جاتا

یعنی ابن تیمیہ خضر کے زندہ ہونے کے قائل تھے لیکن ابن قیم نے المنار المنیف میں لکھا ہے
وَسُئِلَ عَنْهُ شَيْخُ الإِسْلامِ ابْنُ تَيْمِيَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فَقَالَ: "لَوْ كَانَ الْخَضِرُ حَيًّا لَوَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُجَاهِدُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَيَتَعَلَّمُ مِنْهُ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: "اللَّهُمَّ إِنْ تُهْلَكْ هَذِهِ الْعِصَابَةُ لا تُعْبَدْ فِي الأَرْضِ" وكانوا ثلاث مئة وَثَلاثَةَ عَشَرَ رَجُلا مَعْرُوفِينَ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ فَأَيْنَ كَانَ الْخَضِرُ حِينَئِذٍ؟
اور میں نے شیخ ابن تیمیہ سے سوال کیا انہوں نے کہا اگر خضر زندہ ہوتے ان پر واجب ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کریں اور بدر کے دن رسول اللہ نے فرمایا اے اللہ اگر اس گروہ کو آج ہلاک کر دیا گیا تو تیری عبادت کوئی نہ کرے گا اور

وہ ۳۱۳ معروف مرد تھے جن کے نام اور ان کے باپوں کے اور قبائل کے نام معلوم ہیں تو اس وقت خضر کہاں تھے؟

یعنی ابن قیم کے مطابق ابن تیمیہ خضر کی وفات کے قائل تھے

یہ تضاد رائے کب ہوا ؟ کیا ابن قیم نے جھوٹ باندھا یا سمجھنے میں ان سے غلطی ہوئی یا ابن تیمیہ نے اپنے موقف سے رجوع کیا واضح نہیں ہے

آیت ولایت کیا ہے

سورہ المائدہ کی آیت ۵۵ ہے

إنما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون

بے شک الله تمہارا دوست ہے اور اس کا رسول اور وہ جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے ہیں، *الزکاۃ دیتے ہیں اور وہ جو رکوع کرتے ہیں*
تفسیر الطبری کے مطابق یہ آیت عبادہ بن صامت جو بنی عوف سے تھے کے لئے اتری تھی

تفسیر البغوي کے مطابق

روي عن ابن عباس رضي الله عنهما أنها نزلت في عبادة بن الصامت وعبد الله بن أبي بن سلول حين تبرأ عبادة من اليهود ، وقال : أتولى الله ورسوله والذين آمنوا ، فنزل فيهم من قوله : " ياأيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء " ، إلى قوله : " إنما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا " يعني عبادة بن الصامت وأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم . وقال جابر بن عبد الله : جاء عبد الله بن سلام إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال : يا رسول الله إن قومنا قريظة والنضير قد هجرونا وفارقونا وأقسموا أن لا يجالسونا ، فنزلت هذه الآية ، فقرأها عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال : " يا رسول الله رضينا بالله وبرسوله وبالمؤمنين أولياء " . وعلى هذا التأويل أراد بقوله : (وهم راكعون) [ص: 73] صلاة التطوع بالليل والنهار ، قاله ابن عباس رضي الله عنهما .

ابن عبّاس نے روایت کیا ہے کہ یہ عبادہ بن صامت اور عبد الله بن أبي بن سلول کے لئے نازل ہوئیں جو مسلمان تھے لیکن یہود ان سے اسلام لانے کی بنا پر الجھتے تھے

تفسیر القرآن العظيم لابن أبي حاتم کی ایک ضعیف روایت کے مطابق یہ علی کے لئے نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے نماز میں انگوٹھی صدقه کی

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ ثنا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ أَبُو نُعَيْمٍ الأَحْوَلُ، ثنا مُوسَى بْنُ قَيْسٍ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: تَصَدَّقَ عَلِيٌّ بِخَاتَمِهِ وَهُوَ رَاكِعٌ فَنَزَلَتْ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ الله وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون

اس کی سند میں موسى بن قيس الحضرمی ہے جس کو

صدوق ، شیعیت کا الزام ہے ابن حجر : صدوق رمى بالتشيع

قال العقيلي: من الغلاة في الرفض کہتے ہیں رافضی غالیوں میں سے کہتے ہیں

ایک دوسری سند ہے

حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُرَادِيُّ، ثنا أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ فِي قَوْلِهِ: إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ الله ورسوله والذين آمنوا قَالَ: عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

اس میں عُتْبَةَ بْنِ أَبِي حَكِيم مجهول ہے

تیسری سند ہے

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، ثنا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو حَفْصٍ عَنِ السُّدِّيِّ قَوْلَهُ: إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ الله وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا قَالَ: هُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَعَلِيٌّ مِنْهُمْ

اس میں إسماعيل بن عبد الرحمن بن أبى كريمة السدى ہے

ابن حجر : صدوق يهم و رمى بالتشيع

.الذهبي وَكَانَ مِنْ شِيعَةِ الكُوْفَةِ وَقِيْلَ: كَانَ غَالِياً

اس میں بھی شیعیت ہے اور غالی ہے

حالت نماز میں صدقه کرنے کا مطلب ہے نماز میں خشوع کو چھوڑنا، ادھر ادھر دیکھنا، پھر انگوٹھی کا اتارنا اور اس انداز میں دینا کہ لینے والا اس کو صدقه بھی سمجھے- سب اس کو عمل کثیر بنا دیتے ہیں جو نماز کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے – ظاہر ہے جس نماز میں سلام کرنا تک منع ہے اس میں صدقه کرنا کیسے قابل ستائش ہو سکتا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ جب کوئی دلیل نہ ملی تو غالیوں نے اس قسم کی روایات بیان کیں

بَلْ أَحْياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ سے کیا یہ مراد ہے کہ شہداء و انبیاء اسی دنیا میں ہیں ؟

جواب یہ آیت سے واضح ہے کہ اس سے مراد دنیا نہیں جنت ہے تبھی عند ربھم کہا گیا ہے

سوره ال عمران کی آیات ہیں

وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ الله أَمْواتاً بَلْ أَحْياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (169) فَرِحِينَ بِمَا آتاهُمُ الله مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلاَّ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلا هُمْ يَحْزَنُونَ (170

اور وه لوگ جو الله کی راه میں قتل ہوئے (شہداء) ان کو مرده نہ سمجھو بلکہ وه زنده ہیں اپنے رب کے پاس (نعمتوں میں سے) کھاتے ہیں، خوش ہیں، جو انہیں الله کی طرف سے فضل میں ملا ہے اور استبشار کرتے ہیں ان کے بارے میں جو ان سے ابھی نہیں ملے ہیں (یعنی دنیا میں جو رفقائے کار تھے) ، نہ ان کو کوئی خوف ہے نہ ہی وه غم کرتےہیں

ان آیات میں بتایا گیا ہے وه لوگ جو الله کے لئے قتل ہو رہے ہیں وه معدوم نہیں ہو رہے ان کے اجسام گھائل ہوئے ہوں یا ان کا مثلہ کیا گیا ھو کہ جسد ہی نہ رہا ھو لیکن وه اب الله کی دی ہوئی خاص نعمتوں کو پا رہے ہیں اور جنت میں ہیں

شہداء کہاں ہیں؟ مسلم کی حدیث میں اس کی وضاحت آتی ہے کہ اب وہ رحمان کے عرش کے نیچے قندیلوں میں ہیں اور سبز پرندوں میں ہیں

ان آیات اور حدیث میں آئی ہوئی اس شرح کا یکسر انکار کر کے کہا جاتا ہے شہداء ان زمینی گھڑوں میں زندہ ہیں

شہید کو تو فورا جنت میں داخل کیا جاتا ہے سورہ یٰسین میں ہے کہ انبیاء کی دعوت کی تصدیق کرنے والے کا قتل ہوتا ہے اور اس کو جنت میں پہنچا دیا جاتا ہے

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قالَ يا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ (26) بِما غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ

کہا گیا :جنت میں داخل ہو جا، اس نے کہا: اے کاش میری قوم جان لیتی کہ کس چیز پر میرے رب نے مغفرت کی اور مجھے مکرمین میں شامل کر دیا

معلوم ہوا کہ شہداء تو جنت میں ہیں

سورہ نساء کی آیت ٦٩ میں ہے

مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ الله عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا

ان لوگوں کے ساتھ جن پر الله نے انعام کیا نبیوں صدیقین شہداء صالحین

بخاری کی حدیث میں اتا ہے کہ ہر نبی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے تو دنیا لے یا
آخرت. جب نبی صلی الله علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا تو عائشہ رضی الله تعالی عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی الله علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی

فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ، يَقُولُ: {مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ الله عَلَيْهِمْ} [النساء: 69] الآيَةَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ

پس اس وقت میں جان گئی کہ آپ نے (دنیا کی رفاقت چھوڑنے کا) فیصلہ کر لیا

آخر ایسا کیوں نہ ہوتا کہ لا عیش الا عیش الاخرہ (کوئی زندگی نہیں سوائے آخرت کی زندگی کے) کہنے والا نبی دنیا میں رہنا پسند کرتا

کیا اس کے بعد بھی ایسا ہو سکتا ہے الله کے نبی اسی مدینہ والی قبر ہی میں زندہ ہوں ؟ نہیں ہرگز نہیں

ثناء الله امرتسری فتوی دیتے ہیں

سوال، قرآن شریف میں ذکر ہے۔ کہ اولیاء اللہ و شہداء مردے نہیں ہیں۔ اور شاید ایک آیت بھی اس مضمون کی ہے کہ اولیاء اللہ اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ مرتے نہیں۔ اس سے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مدد بھی کر سکتے ہیں اور سنتے بھی ہیں۔ اس کا جواب قرآن و حدیث سے دیں۔

جواب: مردے کے معنے ہیں۔ جس کی روح جسم سے الگ ہو جائے۔ شہید پر یہ تعریف صادق آتی ہے۔ اس لئے اس کے مردہ ہونے میں کیا شک ہے۔ اگر اس کی روح جدا نہ ہو تو شہادت کیسی ہو! مگر چونکہ زندگی کا اصل مقصد وہ پا گئے اس لئے منع کیا گیا۔ کہ ان کو مردے نہ کہو۔ یا مت سمجھو۔ یہ نہیں کہ وہ دراصل مردے نہیں۔ اگر دراصل مردے نہیں ہیں تو قبر میں کیوں رکھے گئے۔ اور ان کی بیویوں کی ان کی عدت کیوں گذاری گئی۔ بعد عدت نکاح ثانی کیوں کئے۔

۲۳ رجمادی الثانی ۱۳۹ھ

اسمعیل سلفی کتاب مسئلہ حیات النبی میں شہداء کی برزخی زندگی کی وضاحت ابن جریر کے حوالے سے کرتے ہیں

حافظ ابن جریر کی تصریح:

حافظ ابن جریر سورۂ بقرہ کی تفسیر میں اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ برزخی زندگی تو سب کے لیے ہے، پھر شہدا کی خصوصیت کیا ہے؟

"إنهم مرزوقون من مآكل الجنة ومطاعمها في برزخهم قبل بعثهم، ومنعمون بالذي ينعم به داخلوها بعد البعث من سائر البشر من لذيذ مطاعمها الذي لم يطعمها الله أحدا في برزخه قبل بعثه" [1] اھ (ابن جریر: ۲/ ۲٤)

''شہداء کو جنت کے لذیذ کھانے برزخ ہی میں ملیں گے، دوسرے لوگوں کو یہ انعامات برزخ کے بعد جنت میں ملیں گے۔''

یعنی شہداء کی زندگی برزخی ہے دنیوی نہیں، ان کا برزخ جنت کی نظیر ہے، جنت کے لذائذ ان کو قبر ہی میں مرحمت فرمائے جائیں گے۔ یہی مزیت ہے جسے حیات سے تعبیر فرمایا اور انھیں میت کہنے سے روکا گیا ہے۔

عبدالرحمان کیلانی کتاب روح عذاب القبر اور سماع الموتی میں صفحہ ۱۰۰ پر لکھتے ہیں

ہمارے نزدیک اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات محض ازراہِ عزت و احترام نہیں۔ بلکہ وہ فی الحقیقت زندگی کے دور میں ہیں جیسا کہ قرآن میں دونوں مقامات پر "بَلْ اَحْيَاءٌ" کے الفاظ آئے ہیں جبکہ باقی سب انسانوں کے لیے "اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ" کے الفاظ آئے ہیں۔ اور شہداء کی فضیلت یہ ہے کہ ان پر سے مرحلہ ۳ یعنی مرنے کے بعد سے لے کر یوم البعث تک کا دور۔ جسے برزخی زندگی بھی کہتے ہیں اور قرآن اسے موت کا دور بتلاتا ہے، یکسر اٹھالیا جاتا ہے اور وہ مرحلہ ۲ یعنی دنیوی زندگی میں شہادت پاتے ہی فوراً سیدھے مرحلہ ۴ یعنی مکمل اور دائمی زندگی کے دور میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان سے منکر نکیر کے سوال و جواب نہیں ہوتے۔ قرآن کریم کے الفاظ "بَلْ اَحْيَاءٌ" کا یہی مطلب ہے جبکہ عثمانی صاحب شہداء کی برزخی زندگی تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

قرآن کی آیت میں بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ کہا گیا ہے اور مسلم کی حدیث میں مکمل وضاحت بھی آ گئی ہے اس کا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے-لہذا عبد الرحمان کیلانی کی یہ بات نامکمل اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے-زبیر علی زئی کتاب توضیح الاحکام میں لکھتے ہیں

جب شہداء کرام کی روحیں جنت میں ہیں تو انبیاء کرام اُن سے بدرجہا اعلیٰ جنت کے اعلیٰ و افضل ترین مقامات و محلات میں ہیں۔ شہداء کی یہ حیات جنتی، اُخروی و برزخی ہے، اسی طرح انبیاء کرام کی یہ حیات جنتی، اُخروی و برزخی ہے۔

حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" وَهُوَ حَيٌّ فِي لَحْدِهِ حَيَاةً مِثْلُهُ فِي الْبَرْزَخِ "

اور آپ (ﷺ) اپنی قبر میں برزخی طور پر زندہ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۶۱/۹)

پھر وہ یہ فلسفہ لکھتے ہیں کہ یہ زندگی نہ تو ہر لحاظ سے دنیاوی ہے اور نہ ہر لحاظ سے جنتی ہے بلکہ اصحابِ کہف کی زندگی سے مشابہ ہے۔ (ایضاً ص ۱۶۱)

حالانکہ اصحابِ کہف دنیاوی زندہ تھے جبکہ نبی کریم ﷺ پر بہ اعتراف حافظ ذہبی وفات آچکی ہے لہذا صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی ہر لحاظ سے جنتی زندگی ہے۔ یاد رہے کہ حافظ ذہبی بصراحتِ خود آپ ﷺ کے لئے دنیاوی زندگی کے عقیدے کے مخالف ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں: " لِأَنَّهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَإِنْ كَانَ حَيًّا فَهِيَ حَيَاةٌ أُخْرَوِيَّةٌ لَا تُشْبِهُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ " بے شک آپ (ﷺ) اپنی وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی زندگی ہے جو دنیاوی زندگی کے مشابہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۹ تحت ح ۴۰۴۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں لیکن آپ کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔

انبیاء اور شہداء جنت میں ہیں یہاں تک تو بات صحیح ہے اس کے بعد الجھی ہوئی تقریر سمجھ سےباہر ہے اگر وہ جنت میں ہیں تو پھر قبر میں کیسے زندہ ہیں دنیاوی اور برزخی کی بحث بالکل غیر واضح ہے

افسوس ایک نبی کی وفات ہوئی اس کی امت کے سب سے اہم ولی نے اس کو مردہ قرار دیا سب نے دفنا دیا لیکن یہ کہتے ہیں کہ جیسے ہی قبر میں رکھا گیا زندہ ہو گئے ان پر امت کے اعمال پیش ہونے لگے اور وہ قبر سے اذان دینے لگ گئے، وہ سلام کا جواب دینے لگ گئے

یہ بد عقیدگی نہیں تو اور کیا ہے

اہل حدیث عالم کہتے ہیں کہ آیت وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ کا مطلب ہے کہ مردہ کی روح قبر میں ہی رہتی ہے اور وہی اس کی برزخ ہے کیا یہ بات نص قرانی سے مطابقت رکھتی ہے؟

جواب

قرآن کی سوره المومنون کی ٩٩ اور ١٠٠ آیات ہیں

حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (99) لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ

یہاں تک کہ ان میں جب کسی کو موت اتی ہے تو کہتا ہے اے رب مجھے لوٹا دے تاکہ صالح اعمال کروں ہرگز نہیں یہ تو صرف ایک قول ہے جو کہہ رہا ہے اور اب ان کے درمیان برزخ حائل ہے یہاں تک کہ ان کو دوبارہ اٹھایا جائے

اس کا مفہوم ہے کہ اب موت کے بعد اس دنیاوی جسد میں قیامت تک روح نہیں آ سکتی اور اس دنیا اور روح کے درمیان آڑ ہے

المسند فی عذاب القبر ص ٨٦ پر ارشد کمال لکھتے ہیں

ثانیاً: مرنے والے کا یہ کہنا: ﴿رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ﴾ ان الفاظ سے بھی پتا چل رہا ہے کہ یہ دنیا کے متعلق ہے کیونکہ مرنے والا دنیا چھوڑ کر جا رہا ہے، دنیا میں ہی دوبارہ آنا چاہتا ہے اور دنیا میں ہی نیک اعمال کر سکتا ہے نہ کہ قبر میں۔ تو اسے دنیا میں دوبارہ ہرگز نہیں آنے دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اس آیت میں روح کے قبر میں نہ لوٹائے جانے کا کوئی تذکرہ نہیں۔

لیکن ص ١٦٦ پر لکھتے ہیں

٧٧/ ٥ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ﷺ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((اِذَا دَخَلَ الْمَیِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِهَا، فَیَجْلِسُ یَمْسَحُ عَیْنَیْهِ، وَیَقُوْلُ: دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ)) [1]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اسے سورج غروب ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو، میں نماز پڑھ لوں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث [2] میں یہ بھی وضاحت ہے کہ مؤمن یہ نظارہ فرشتوں کے قبر میں آنے کے بعد کرتا ہے جب وہ اس سے سوال کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں نماز ادا کرلوں یعنی پہلے مجھے نماز ادا کر لینے دو پھر سوال کرنا کیونکہ سورج غروب ہو رہا ہے کہیں نماز عصر فوت نہ ہو جائے۔ اس سے نماز کی اہمیت بھی واضح ہوئی اور یہ صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو دنیا میں وقت کی پابندی اور جماعت کے ساتھ بالالتزام اور بالاہتمام نماز ادا کرتا رہا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

کیا یہ اپنی ہی کہی ہوئی بات کا رد نہیں؟

رفیق طاہر لکھتے ہیں

اللہ تعالی کا فرمان ہے " حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ" یعنی "حتی کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے "۔ اس آیت مبارکہ میں " أَحَدَهُمُ " سے مراد وہ زندہ سلامت انسان ہے جو فاسق و فاجر ہے ۔ اور اس بارہ میں "نام نہاد مسلمین" سمیت کسی بھی ذی شعور کو اختلاف نہیں ہے ۔اور بات بھی طے شدہ ہے کہ مرنے سے قبل وہ روح وجسد کا مجموعہ تھا , نہ صرف روح یا صرف جسم !۔یعنی " أَحَدَهُمُ " سے مراد روح وجسم کا مجموعہ ہے ۔ اور اس " أَحَدَهُمُ

“کے روح وجسم کا مجموعہ ہونے پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں ۔اسی متفق علیہ بات کو ذہن نشین کرنے کے بعد ہم چلتے ہی اسی آیت کے اگلے حصہ کی طرف اور وہ ہے ” قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ” یعنی “وہ کہتا ہے اے میرے رب مجھے لوٹا دو” ۔ یعنی مرنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ مجھے لوٹا دیا جائے ۔ اب یہاں ” نام نہاد مسلمین” نے تلبیس سے کام لیا اور یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ مرنے کے بعد مرنے والے کی روح کہتی ہے کہ مجھے واپس میرے جسم میں لوٹا دو ۔ جبکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ” قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ” (وہ کہتا ہے کہ مجھے لوٹا دو) یہ نہیں کہا کہ ” قَالَ رُوْحُہُ رَبِّ ارْجِعُونِ ” (اسکی روح کہتی ہے کہ مجھے لوٹاؤ) ۔ بات انتہائی سادہ سی ہے کہ اللہ کے فرمان ” قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ” میں لفظ “قال” کا مرجع “احدہم” ہے ۔ یعنی جسے موت آئی تھی وہی کہہ رہا کہ مجھے لوٹاؤ ۔ اور یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ موت روح وجسد کے مجموعہ کو آئی تھی ۔ سو مرنے کے بعد روح وجسد کا مجموعہ ہی کہتا ہے کہ مجھے لوٹاؤ ۔ یعنی وہ دنیا میں لوٹ کر نیک اعمال کرنے کا خواہاں ہوتا ہے ۔ لہذا اس آیت سے ہی یہ بات ثابت ہوئی کہ مرنے کے بعد مرنے والے کی روح اسکے جسم میں لوٹتی ہے اور روح وجسد کا مجموعہ اللہ تعالی سے دوبارہ دنیا میں جانے کا مطالبہ کرتا ہے , لیکن اسکا یہ مطالبہ پورا نہیں کیا جائے گا ۔بلکہ اس مرنے والے (روح وجسد کے مجموعہ) اور دنیا میں لوٹ جانے کے درمیان قیامت تک کے لیے ایک برزخ (آڑ اور رکاوٹ) ہے ۔

قرآن کی ایک صفت ہے کہ اس میں باطل داخل نہیں ھو سکتا

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ   سوره فصلت
باطل نہ تو اسکے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے , یہ بہت ہی باحکمت اور تعریف کیے گئے کی طرف سے نازل شدہ ہے

قرآن ہی میں ہے کہ مرنے والے کی روح روک لی جاتی ہے امساک روح کا کیا مفہوم رہ جائے گا اگر اس تشریح کو مان لیا جائے

رفیق طاہر صاحب کہتے ہیں روح کا امساک تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے اور اس کے بعد وہ قبر میں آ جاتی ہے اور اگرچہ جسد مٹی مٹی ہو جاتا ہے لیکن قیامت تک قبر میں صرف روح اور عجب الذنب رہ جاتی ہے

أبو بكر الجزائري کی کتاب أيسر التفاسير لكلام العلي الكبير جو مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية سے چھپی ہے اس میں اس میں ان آیات کی تشریح اس طرح کی گئی ہے

أي رأى ملك الموت وأعوانه وقد حضروا لقبض روحه {قال رب ارجعون1} أي أخروا موتي كي أعمل صالحاً فيما تركت العمل فيه بالصلاح، وفيما ضيعت من واجبات قال تعالى رداً عليه {كلا} 2 أي لا رجوع أبداً، {إنها كلمة هو قائلها} لا فائدة منها ولا نفع فيها، {ومن ورائهم برزخ} أي حاجز مانع من العودة إلى الحياة وهو أيام الدنيا كلها حتى إذا انقضت عادوا إلى الحياة، ولكن ليست حياة عمل وإصلاح ولكنها حياة حساب وجزاء هذا معنى قوله: {ومن ورائهم برزخ إلى يوم يبعثون}

یعنی موت کے فرشتے اور اس کے مددگاروں کو دیکھتا ہے جو اس کی روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں کہتا ہے اے رب واپس بھیج دے یعنی موت کو موخر کر دے تاکہ نیک عمل کر لے جس کو چھوڑ دیا .. الله تعالی رد کرتا ہے کہ ہرگز نہیں یعنی کوئی لوٹانا کبھی بھی نہیں ہو گا بے شک یہ ایک صرف قول ہے جس کا فائدہ نہیں نفع نہیں اور ان کے پیچھے آڑ ہے یعنی رکاوٹ جو مانع ہے عود زندگی کے لئے جو دنیا کے ایام تھے یہاں تک کہ یہ ختم ہو تو زندگی کی طرف عود ہو لیکن یہ حیات عمل اور اصلاح کی زندگی نہیں بلکہ یہ تو حساب اور جزا کی زندگی ہے اور یہ معنی ہے قول اور ان کے پیچھے برزخ حائل ہو واپس زندہ ہونے تک

اس وضاحت سے واضح ہے کہ ان حنبلی عالم کے نزدیک یہ مکالمہ قبر میں نہیں بلکہ اسی دنیا میں ہوتا ہے

قرآن کی سورہ الانعام کی ۹۳ آیت ہے

وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوأَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ

فرشتے جان نکلتے وقت اخراج نفس کرتے ہیں

پھر سورہ تکویر میں کہا

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (التكوير: 7) اور جب روحیں (اپنے جسموں سے) ملا دی جائیں گی

وہی نفس جس کو سورہ الانعام کی آیت ۹۳ کے مطابق جسد سے نکالا گیا تھا اس کو واپس ڈالا جا رہا ہے

رفیق طاہر لکھتے ہیں

ثُمَّ ‘تھوڑے سے وقفے کے بعد’ أَمَاتَهُ ‘ اس کو موت دی۔’ فَ ‘ موت دینے کے فوراً بعد ’ أَقْبَرَهُ‘ اس کو قبر دے دی۔تو نتیجہ کیا نکلا کہ مرنے کے بعد بندے کا جسم اور روح جہاں پر بھی ہو، چاہے وہ چارپائی پر پڑا ہو، چاہے زمین کے نیچے دبا دیا گیا ہو، چاہے ریزہ ریزہ ہوگیا ہو، جل کر راکھ ہوجائے، وہ اس کی قبر ہے۔مرنے کے بعد بندے کا جسم اور روح جہاں پر ہوگی ، وہ اس کےلیے قبر ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: ’ ثُمَّ أَمَاتَهُ ‘ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو موت دی” فَأَقْبَرَهُ [عبس : 21]“ پھر ا س کو قبر بھی دی۔تو برزخی قبر جس کو وہ لوگ جو عذاب قبر کے منکر نہیں ہیں ، مانتے ہیں کہ قبر کے اندر عذاب ہوتا ہے ، لیکن کہتےہیں کہ اس قبر میں نہیں بلکہ اوپر والی قبرمیں ... تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ تونہیں کہا: ’فاقبر روحہ‘ اللہ نے اس کی روح کو قبر دی، ۔ جس کو اللہ نے موت دی ہے اسی کو اللہ نے قبر دی ہے۔روح وجسم کے مجموعے کو ، ایک انسان کو ، تو قبر بھی اکیلی روح کو نہیں، اکیلے جسم کو نہیں۔ ’فاقبرروحہ‘ ’فاقبر جسدہ‘ اللہ نے نہیں کہا کہ اللہ نے اس کی روح کو قبر دی، یا اللہ نے اس کے جسم کو قبر دی۔کیا کہا ہے: ” ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ [عبس : 21] “ اللہ نے اس روح وجسم کے مجموعے کو ، حضرت انسان کو موت دی اور پھر اسی روح وجسم کے مجموعے کو قبر بھی عطا کی ہے۔تو اسی ایک آیت سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ مرنے کے فوراً بعد بندے کا جسم اور روح جہاں پر ہوتی ہے وہ اس کےلیے قبر ہے۔

یہاں مشکل یہ ہے کہ رفیق طاہر صاحب موت کا مفہوم واضح نہیں کرتے موت میں تو روح جسد سے نکل لی جاتی ہے تو جس شخصیت کو موت اتی ہے وہ خود دو میں تقسیم ہو جاتا ہے ایک اس کا جسد جو دنیا میں ہے اور ایک اس کی روح جس کو فرشتے نکال کر لیے جا چکے ہیں اب اگر انسان قبر میں رکھیں گے تو صرف دنیاوی جسد کو وہ بھی وقفے کے بعد لہذا جس قبر کو مرنے کے فورا بعد دیا گیا ہے وہ قبر اس دنیا میں نہیں

رفیق طاہر موت پر لکھتے ہیں

اور قرآن مجید میں ہی اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ بندے کے جسم میں روح ہوتی ہے اور بندہ مردہ ہوتا ہے۔لہٰذا یہ تعریف کرنا موت کی کہ روح کا جسم سے نکل جانا موت ہے ، یہ تعریف ہی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر میں بیان فرمایا ہے: ” اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا “ اللہ روحوں کو نکال لیتا ہے ، موت کے وقت بھی نکال لیتا ہے اور نیند کے وقت بھی نکال لیتا ہے۔ نیند کے وقت اللہ روح کو کیا کرتا ہے ، نکال لیتا ہے۔ اچھا ! سوئے ہوئے کو مردہ کہتے ہو یا زندہ؟زندہ ہی مانتے ہیں ناں سارے؟اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ اس کے اندر روح کوئی نہیں۔ اللہ نے روح کو نکال لیا ہے ، پھر اللہ سوئے ہوئے کی روح کو نکال لیتا ہے اور حالت نیند میں جس کو موت دینی ہوتی ہے ، اس کی روح کو تھوڑی دیر کےلیے روک لیتا ہے۔ جس کو موت نہیں دینی ہوتی ، اس کی روح کو واپس جسم میں لوٹا دیتا ہے ، جس میں روح واپس آتی ہے تو بندہ جاگ جاتا ہے، بیدا رہوجاتا ہے۔ یعنی نیند کی حالت میں بندے کے اندر روح نہیں ہوتی، اللہ روح کو نکال لیتا ہے۔ لیکن کیا وہ مردہ ہے؟ نہیں۔ ساری کائنات اس کو زندہ مانتی ہے کہ یہ زندہ ہے، مردہ نہیں ہے۔ لہٰذا موت کی یہ تعریف کرنا کہ روح جسم سے نکل جائے تو موت ہوتی ہے ، غلط قرار پاتی ہے۔ موت کی یہ صحیح تعریف نہیں ہے۔ صحیح تعریف موت کی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نےقرآن مجید میں دی ہے۔: ” أَمْواتٌ غَيْرُ أَحْيَاء [النحل : 21] “ مردہ ہیں، زندہ نہیں۔ یہ موت کی تعریف ہےکہ دنیوی زندگی کے ختم ہوجانے کا نام موت ہے

توفی کا مطلب قبض کرنا ہے نہ کہ نکالنا

راغب الأصفهانى (المتوفى: 502هـ) اپنی کتاب المفردات في غريب القرآن میں لکھتے ہیں

وقوله: كُلُّ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ [آل عمران/ 185] فعبارة عن زوال القوّة الحيوانيَّة وإبانة الرُّوح عن الجسد

اور (اللہ تعالیٰ کا) قول : : كُلُّ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ [آل عمران/ 185] پس یہ عبارت ہے قوت حیوانی کے زوال اور روح کی جسد سے علیحدگی سے

ابن تیمیہ اپنی کتاب أمراض القلب وشفاؤها میں موت الْمُثبت کے بارے میں لکھتے ہیں

هُوَ فِرَاق الرّوح الْبدن وہ روح اور بدن کی فراقت ہے

ابن تیمیہ کتاب الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح میں لکھتے ہیں

وَكَذَلِكَ سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا يَعْرِفُونَ وُجُودَ النَّفْسِ الَّتِي هِيَ رُوحُ الْإِنْسَانِ الَّتِي تُفَارِقُ بَدَنَهُ حِينَ الْمَوْتِ

اور اسی طرح سلف امت اورائمہ وجود نفس کو مانتے ہیں جو روح انسان ہے جو موت کے وقت بدن سے علیحدہ ہوتی ہے

اللہ نے کہا

{الله يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا} [الزمر: 42]

اللہ نفس کو قبض کرتا ہے موت کے وقت اور جو نہیں مرا اس کا نیند کے وقت
اور دوسرے مقام پر کہا
{حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ} [الأنعام: 61]

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت اتی ہے ہمارے فرشتے ان کو قبض کرتے ہیں اور چوکتے نہیں

روح اور جسم کے مجموعے کو موت آئی لیکن قبض صرف روح یا نفس ہوئی یہاں پر تَوَفَّتْهُ کی ضمیر أَحَدَكُمُ کی طرف ہے لیکن توفی صرف روح ہوئی جسد کو اس دنیا میں ہی چھوڑ دیا گیا

اس آیت کی روشنی میں سوره المومنون کی آیت کو سمجھا جا سکتا ہے

قرآن میں ہے

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ (83) وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ تَنْظُرُونَ (84) وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ (85) فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ (86) تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (87

پھر کیوں نہیں (روح کو واپس لوٹا لیتے) جب وہ (پرواز کرنے کے لئے) حلق تک آپہنچتی ہے

اور تم اس وقت دیکھتے ہی رہ جاتے ہو

اور ہم اس (مرنے والے) سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم (ہمیں) دیکھتے نہیں ہو

پھر کیوں نہیں (ایسا کر سکتے) اگر تم کسی کی مِلک و اختیار میں نہیں ہو

کہ اس (رُوح) کو واپس پھیر لو اگر تم سچّے ہو

یہاں پر روح کا لفظ نہیں لیکن قرآن کے سیاق و سبق سے واضح ہے کہ یہ سب روح کے بارے میں ہے

اور کہا

{قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ} [السجدة: 11]

کہو تم کو موت کا فرشتہ قبض کرے گا جو تم پر مقرر ہے اور پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے

مرنے والا اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے جبکہ اس کا جسد اسی دنیا میں رہ جاتا ہے موت کے فرشتے نے قبض کی کو کیا نفس کو یا جسد کو اگر آپ اس پر غور کریں گے تو آپ کو یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے

دوئم عود روح جس روایت پر جان نثار کر رہے ہیں خود اس میں موت کی وضاحت کی گئی ہے کہ

زاذان کی روایت جس کا رفیق طاہر ترجمہ کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

پھر فرمایا "جب مؤمن دنیا سے رخصت اور آخرت کے سفر پر گامزن ہوتا ہے تو اسکے پاس ایسے سفید چہروں والے فرشتے آسمان سے اترتے ہیں گویا کہ انکے چہرے سورج ہیں , انکے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن ہوتا ہے اور جنت کی خوشبو میں سے ایک خوشبو ہوتی ہے , حتی کہ وہ اسکی تاحد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں , پھر ملک الموت آتا ہے اور اسکے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے " اے پاک جان اللہ کی مغفرت اور رضا مندی کی طرف نکل چل " آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو وہ ایسے بہہ کر نکلتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے قطرہ بہتا ہے , تو وہ اسے پکڑ لیتا ہے , اور جونہی وہ اسے پکڑتا وہ (دیگر فرشتے) پل بھر بھی اسکے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ اسے لے لیتے ہیں اور اس کفن اور خوشبو میں ڈال دیتے ہیں۔

عود روح کی روایت میں موت کا یہ مفہوم غلط ہے تو اس کو کیوں مانتے ہیں؟

اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ موصوف روح جسم میں آنے کو زندگی مانتے ہیں لیکن اس کے نکلنے کو موت ماننے کے لئے تیار نہیں موصوف لکھتے ہیں

اسی طرح ایک بہت بڑا اعتراض وہ یہ بنا کرپیش کرتے ہیں کہ اگر قبر والی زندگی کو مان لیا جائے توتین زندگیا ں اور تین موتیں ہوجاتی ہیں۔حالانکہ الہ نے قرآن میں کہا ہے کہ دو زندگیاں اور دوموتیں ہیں۔ بات صرف وہی ہے کہ سمجھ نہیں آئی۔ سمجھے کا قصور ہے۔ انسان پیدا ہوتا ہے ۔کہاں پر؟ ماں کے پیٹ میں۔ روح جب جسم کے اندر ڈالی جاتی ہے ، اس وقت بچہ کہاں ہوتا ہے؟ ماں کے پیٹ میں۔ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے کہ اس کے اندر روح ڈالی جاتی ہے، وہ مخصوص مدت پوری کرنے کے بعد پیٹ سے باہر آجاتا ہے۔

موصوف یہ بھی لکھتے ہیں

اللہ نے کہیں بھی یہ نہیں کہاکہ روح قیامت کے دن ڈالی جاتی ہے، یا روح قیامت کے دن ڈالی جائے گی، اس سے پہلے نہیں۔

افسوس کہ پورے قرآن کا مفہوم ہی بدل کے رکھ دیا ہے صرف عود روح والی روایت کے لئے جس کو اہل علم رد کر چکے ہیں . کیا قرآن میں یہ نہیں

ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُونَ (15) ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ تُبْعَثُونَ (16

پھر اس کے بعد تمہیں موت آ کر رہے گی پھر اس کے بعد تم قیامت کے دن زندہ کیے جاؤ گے

اس بحث کا لب لباب یہ ہے کہ سورہ المومنون کی آیت کے الفاظ اے رب واپس بھیج دے کی تین تشریحات ہیں

اول روح فرشتے نکال کر الله کے پاس لے جاتے ہیں اور روح الله سے کہتی ہے کہ واپس لوٹا دے

دوئم انسان موت کے فرشتے کو دیکھ کر کہتا ہے کہ موت کو موخر کر دے

سوئم روح قبر میں لوٹنے کے بعد کہتی ہے کہ واپس دنیا میں بھیج دے

ہمارا عقیدہ ہے کہ دوئم اور سوئم تشریحات درست نہیں کیونکہ روح اس میں دنیا میں ہی ہے لہذا ارْجِعُونِ لوٹانے کا کوئی مفہوم رہتا ہی نہیں

قرآن کی آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ سے کیا مراد ہے ؟

جواب

عود روح کے قائلین کا یہ دعوی ہے کہ اعادہ روح قبر میں سوال و جواب کے لئے ہوتا ہے اور پھر واپس روح کو جنت و جہنم میں بھیج دیا جاتا ہے اس کے حوالے سے وہ جو روایت پیش کرتے ہیں جس کو اہل علم نے منکر بتایا ہے لیکن پسند اپنی اپنی ہوتی ہے

رفیق طاہر، زاذان کی عود روح والی روایت کے دفاع میں لکھتے ہیں

اب بد آدمی جو ہوتا ہے ، یہ ذرا قابل غور بات ہے۔عثمانیوں کا کیا عقیدہ ہے کہ عذاب وثواب اس زمین والی قبر میں نہیں بلکہ آسمانوں والی قبر میں ہوتا ہے ، اس بات کا بڑا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، اب دیکھتے جائیے گا کہ ہوتا کیا ہے۔ اور جو بد آدمی ہے اس کی روح کو نکالا جاتا ہے، شدت کے ساتھ ، سختی کے ساتھ ، بدبودار ٹاٹ کے اندر اس کو لپیٹا جاتا ہے۔ اور اس کو آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے، آسمانوں کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے ، لیکن دروازہ آسمان کا نہیں کھلتا۔ ساتھ ہی نبی نے قرآن کی یہ آیت تلاوت کردی۔ کہ یہ ظالم لوگ " لاَ تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاء " ان کےلیےآسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ " وَلاَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ "یہ جنت میں بھی نہ جائیں گے " حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ [الأعراف : 40] " حتی کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے داخل ہوجائے۔جب تک اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے داخل نہیں ہوجاتا تب تک نہ توا ن کےلیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی یہ جنت میں داخل ہوسکیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ تو کہہ رہے ہیں کہ ظالموں کےلیے آسمان کے دروازے کھولے ہی نہیں جائیں گے ، قرآن ہے یہ۔ اور نبی نے بتایا ہے ، دلیل قرآن کی آیت پڑھ کر سنائی ہے۔ مسند احمد کے اندر یہ روایت تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ آسمان کے دروازے تو کھلے ہی نہیں تم کس آسمانی قبر میں اسے عذاب دے رہے ہو؟کہیں آسمانی قبر میں عذاب دے کر تم نے سوئی کے سوراخ میں سے اونٹ کو داخل تو نہیں کردیا؟ اللہ کے قرآن کی آیت کے منکر تو نہیں ہوگئے کہیں ؟ دوسروں پر کفر کے فتووں کی توپ چلانے والے ذرا خود ہوش کے ناخن لیں۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں: " لاَ تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاء وَلاَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ " دونوں کام نہیں ہوسکتے۔نہ آسمان کے دروازے کھلیں اور نہ یہ جنت میں جائیں۔ " حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ "پھر نبی فرمارہے ہیں کہ اس کی روح کو وہیں سے پھینک دیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی آپ نے ایک اور آیت پڑھ دی۔ " فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاء " کافروں کی مثال اللہ نے قرآن میں بھی بیان کی ہے۔ کہ یہ ایسا ہے کہ گویا آسمان سے گرا ہے۔ " فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ " یا پرندوں نے اسے اچکا ہے " أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ [الحج : 31] " یا ویران دور کی جگہ پر اس کو ہوا لے کر پہنچ جاتی ہے۔ اپنے عقیدے کی دلیل کےلیے نبی نے آیت پڑھی ہے۔ "فتعاد روحہ فی جسدہ" اس کی روح اس کے جسم کے اندر لوٹا دی جاتی ہے۔

جواب

قرآن کی جس آیت کو راویوں نے اس منکر روایت میں پرویا ہے وہ سورہ الاعراف کی آیت ٤٠ ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ

بے شک جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے اور اسی طرح ہم مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں

قال أبو عبد الله سفيان بن سعيد بن مسروق الثوري الكوفي (المتوفى: 161هـ) في تفسيره : سفيان عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ بن عَبَّاسٍ فِي قَوْلِ اللَّهِ لا تفتح لهم أبواب السماء لقول ولا عمل .

سفیان ثوری اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ابن عبّاس رضی الله تعالی عنہ کہتے ہیں: آسمان کے دروازے نہ کھلیں گے سے مراد قول اور عمل (کی پذیرائی نہ ہونا) ہے

و قال محمد علي الصابوني في تفسيره صفوة التفاسير : {لاَ تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السمآء} كناةي عن عدم قبول العمل، فلا يقبل لهم دعاء أو عمل.

الصابوني تفسیر صفوة التفاسير میں کہتے ہیں : یہ الفاظ عدم قبول عمل پر کنایہ ہیں، پس نہ انکی دعا قبول ہو گی نہ عمل

و في تفسير الطبري : حَدَّثَنِي الْمُثَنَّى قَالَ: ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: ثني مُعَاوِيَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَوْلُهُ: {إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ} [الأعراف: 40] يَعْنِي: «لَا يَصْعَدُ إِلَى اللَّهِ مِنْ عَمَلِهِمْ شَيْءٌ». و أيضا عن مجاهد : حَدَّثَنَا ابْنُ وَكِيعٍ، قَالَ: ثنا أَبِي، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: {لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ} [الأعراف: 40] قَالَ: «لَا يَصْعَدُ لَهُمْ كَلَامٌ وَلَا عَمَلٌ». و أيضا عن إبراهيم النخعي : حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الضَّبِّيُّ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا شَرِيكٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، فِي قَوْلِهِ: {لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ} [الأعراف: 40] ، قَالَ: «لَا يَرْتَفِعُ لَهُمْ عَمَلٌ وَلَا دُعَاءٌ».

تفسیر طبری میں ابن عبّاس رضی الله تعالی عنہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ ان کے عمل میں سے کوئی بھی شے الله کی طرف نہ اٹھے گی اور مجاہد کہتے ہیں آسمان کے دروازے نہ کھلیں گے سے مراد ہے کہ نہ کلام اوپر جائے گا نہ عمل اور ابراہیم النخعي کہتے ہیں نہ عمل اوپر جائے گا نہ ان کی پکار

یہ تفسیر کہ آسمان کے دروازے نہ کھلیں گے سے مراد روح کا اوپر نہ جانا ہے صرف شیعہ راویوں مثلا زاذان، منہال بن عمرو، عدی بن ثابت، عمرو بن ثابت ، السُّدِّيِّ یعنی إسماعيل بن عبد الرحمن بن أبي كريمة نے بیان کیا ہے

قرآن کی سوره الحج کی آیت ۳۱ کوبھی متن میں پرویا گیا ہے

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ

اور جس نے الله کے ساتھ شرک کیا پس یہ ایسا ہے کہ آسمان سے گرے اور پرندے اچک لیں یا اندھی کس بیابان میں پھینک دے

اس آیت میں بھی وضاحت کی گئی ہے کہ شرک ایسا جرم ہے کہ آسمان سے گر کر پاش پاش ہو جائے یا پرندے کھا جائیں اور اندھی اڑا دے کہ کوئی نشانی باقی نہ رہے

لیکن راویوں نے اس آیت کو اپنے مدعا میں بیان کیا ہے لہذا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ روح اسی ارضی قبر میں ہی رہے گی قیامت تک

مستدرک الحاکم کی ایک روایت میں عبد الله بن سلام رضی الله عنہ کا قول ہے

، وَإِنَّ الْجَنَّةَ فِي السَّمَاءِ، وَإِنَّ النَّارَ فِي الْأَرْضِ

بے شک جنت آسمان میں اور جہنم زمین میں ہے

یہ ایک شاذ روایت ہے قرآن میں ہے کہ جنت و جہنم کے درمیان اعراف ہے جو بلند مقام ہے اگر جہنم اس زمیں میں ہے تو یہ زمین فانی نہیں

قرآن میں سورہ القمر میں ہے کہ اللہ نے قوم نوح کو عذاب دیا اور ان کو پانی میں ڈبو دیا

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ

ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے نہروں جیسے پانی کے ساتھ

آسمان کے دروازے کھلے ہیں کفار مر رہے ہیں اور روحیں جلدی جلدی جہنم میں ڈالی جا رہی ہیں

زمین پر اس وقت پانی ہی پانی ہے

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا

اور ہم نے زمیں کو پھآڑ کر چشموں میں بدل دیا

یعنی قبریں ختم کسی کی بھی قبر نہ رہی

عود روح کے قائلین کا عقیدہ ہے کہ سورہ الاعراف کی آیت ٤٠میں کنایہ نہیں بلکہ اصول بیان کیا گیا ہے

لیکن عود روح کے قائلین نے ابھی تک خود بھی نہیں سمجھا کہ زاذان کی عود روح والی روایت ان کے عقیدے کے خلاف ہے. روح قبر میں ہی رہے گی کیونکہ آسمان کے دروازے اب کافر کی روح کے لئے نہیں کھل سکتے جبکہ وہ یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں کہ عود روح تھوڑی دیر ہوتا ہے پھر روح جہنم میں جاتی ہے

دامانوی ، عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

روح کے قبض ہونے اور قبر کے سوال و جواب کے بعد کافر و منافق اور نافرمان کی روح کو جہنم میں داخل کر دیا جاتا ہے جہاں وہ عذاب سے دوچار ہوتی رہتی ہے- یہی عذاب جہنم ہے

اور اس کی میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور یہ عذاب قبر ہے۔ اور جب قیامت قائم ہو گی تو عذابِ قبر ختم ہو جائے گا اور صرف عذابِ جہنم باقی رہ جائے گا

سوال یہ ہے کہ اب روح جہنم میں کیسے پہنچ گئی؟

ابن حزم كتاب الفصل في الملل والأهواء والنحل میں لکھتے ہیں

فيبلوهم الله عز وَجل فِي الدُّنْيَا كَمَا شَاءَ ثمَّ يتوفاها فترجع إِلَى البرزخ الَّذِي رَآهَا فِيهِ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَيْلَة أسرى بِهِ عِنْد سَمَاء الدُّنْيَا أَرْوَاح أهل السَّعَادَة عَن يَمِين آدم عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام وأرواح أهل الشقاوة وَعَن يسَاره عَلَيْهِ السَّلَام

پس الله عزوجل ان (انسانوں) کو دنیا میں آزماتا ہے پھر موت دیتا ہے اور البرزخ میں پلٹاتا ہے جس کو اس نے رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم کو معراج کی رات دکھایا تھا کہ آسمان دنیا پر اہل سعادت کی ارواح آدم عَلَيْهِ الصَّلَاة

.وَالسَّلَام کے دائیں جانب اور اہل شقاوت کی ارواح ، آدم عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام کی بائیں طرف تھیں

امام مسلم باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه میں روایت کرتے ہیں

و في صحيح المسلم رواية عن أبي هريرة : قال وإن الكافر إذا خرجت روحه – قال حماد وذكر من نتنها وذكر لعنا – ويقول أهل السماء روح خبيثة جاءت من قبل الأرض قال فيقال انطلقوا به إلى آخر الأجل .

ابی هريره رضی الله تعالى عنہ روایت کرتے ہیں کہ

بے شک جب کافر کی روح نکلتی ہے … اہل السماء کہتے ہیں خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے پس کہا: کہتے ہیں اس کو آخری اجل (قیامت) تک کے لئے لے جاؤ

مسلم کی روایت سے واضح ہے کہ جہنم ، زمین میں نہیں بلکہ آسمان میں ہے . سوره الذاريات آیت ۲۲ میں ہے

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ

اور آسمان میں ہی تمہارا رزق ہے اور وہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے

زاذان کی روایت کے مطابق مومن کی روح بھی آسمان پر نہیں رہتی بلکہ الله تعالی حکم دیتے ہیں

وأعيدوه إلى الأرض فإني منها خلقتهم وفيها أعيدهم ومنها أخرجهم تارة أخرى

اس روح کو زمین کی طرف پلٹ دو پس میں نے ان کو اس سے تخلیق کیا ہے اور اسی میں لوٹاؤں گا اوراسی سے دوسری بار نکالوں گا

مومن کی روح قبر میں کہتی ہے فيقول رب أقم الساعة حتى أرجع إلى أهلي وما لي

اے رب قیامت قائم کر تاکہ میں اپنے اہل و مال سے ملوں

اس روایت میں یہ کہیں بھی نہیں کہ روح کو واپس جسد سے نکالا جائے گا اور جنت یا جہنم میں لے جایا جائے گا جہاں ممکن ہے کہ اس کی ملاقات اپنے اہل سے ہو لیکن روح قبر میں ہی رہ جاتی ہے قیامت تک کے لئے

ابن عبد البر التمهيد ج ١٤ ص ١٠٩ میں کہتے ہیں کہ البراء بن عازب کی روایت سے

وَقَدِ اسْتَدَلَّ بِهِ مَنْ ذَهَبَ إِلَى أَنَّ الْأَرْوَاحَ عَلَى أَفْنِيَةِ الْقُبُورِ

اور بے شک اس سے انہوں نے استدلال کیا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ ارواح قبروں کے میدانوں میں (قبرستان) ہیں

ابن عبد البر الاستذكار ج ٣ ص ٨٩ میں کہتے ہیں کہ

أَنَّهَا قَدْ تَكُونُ عَلَى أَفْنِيَةِ قُبُورِهَا لَا عَلَى أَنَّهَا لَا تَرِيمُ وَلَا تُفَارِقُ أَفْنِيَةَ الْقُبُورِ

بے شک ارواح قبرستانوں میں ہیں اور یہ ان کو نہیں چھوڑتیں

زاذان کی روایت میں یہ بھی ہے کہ

عود روح کے بعدجسد پر عذاب ہوتا ہے اورایک اندھا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جو جسد کو مارتا ہے کہ اس میں سے روح نکل جاتی ہے اور پھر دوبارہ اعادہ روح ہوتا ہے

مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح کے مطابق

(فَيَصِيرُ تُرَابًا، ثُمَّ يُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ) كَرَّرَ إِعَادَةَ الرُّوحِ فِي الْكَافِرِ بَيَانًا لِشِدَّةِ الْعَذَابِ

جسد مٹی ہو جاتا ہے پھر اعادہ روح ہوتا ہے تاکہ کافر پر عذاب کی شدت ہو

یعنی روح جسد سے نکلتی اور واپس عود کرتی رہتی ہے

السیوطی كتاب قوت المغتذي على جامع الترمذي میں لکھتے ہیں

إذ روح غير الشهيد ممن يؤخر للحساب لا يدخل الجنة عند مفارقتها للبدن فقد ورد: ” أرواح المؤمنين على أفنية قُبُورهم “.

اگر روح غیر شہید کی ہو جس پر حساب موخر ہے ، وہ جنّت میں جسم چھوڑنے پر داخل نہیں ہوتی جیسا کہ آیا ہے مومنین کی ارواح قبرستانوں کے میدان میں ہیں

أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: 676هـ)   کتاب المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج میں لکھتے ہیں

الْمُعَذَّبُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ الْجَسَدُ بِعَيْنِهِ أَوْ بَعْضُهُ بَعْدَ إِعَادَةِ الرُّوحِ إِلَيْهِ أَوْ إِلَى جُزْءٍ مِنْهُ وَخَالَفَ فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بن كرام وطائفة فقالوا لايشترط إِعَادَةُ الرُّوحِ قَالَ أَصْحَابُنَا هَذَا فَاسِدٌ لِأَنَّ الْأَلَمَ وَالْإِحْسَاسَ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْحَيِّ

معذب ، اہل السنت کے نزدیک جسد بعینہ ہے یا اس کے بعض حصے اس میں إِعَادَةِ الرُّوحِ ہونے کے بعد اور اس کی مخالفت کی ہے محمّد بن جریر اور عبدللہ بن کرام اور ایک گروہ نے اور کہا کہ إِعَادَةِ الرُّوحِ عذاب کی شرط نہیں. ہمارے اصحاب کہتے ہیں یہ فاسد قول ہے بے شک الم و احساس زندہ کے لئے ہے

اس کا مطلب یہ ہوا کہ إِعَادَةِ الرُّوحِ کوئی استثنائی معاملہ نہیں بلکہ روح جسد ہی میں رہتی ہے

أنور شاه بن معظم شاه الكشميري الديوبندي (المتوفى: 1353هـ)كتاب فيض الباري على صحيح البخاري میں لکھتے ہیں

فإن البدنَ بدون الروح جمادٌ لا حِرَاكَ له، والرُّوحُ بدون البدن معطَّلةٌ عن الأفعال، فاحتاج أحدُهما إلى الآخر، فلمَّا اشتركا في الكَسْبِ اشتركا في الأجر، أو الوِزْرِ أيضًا

بدن بغیر روح کے ایک جمادی چیز ہے جس میں حرکت نہیں ہوتی اور روح بغیر بدن کے عمل سے خالی ہے ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے پس جب کسب عمل میں یہ دونوں شریک ہیں تو اجر میں بھی شریک ہونے چاہیے ہیں

اس بحث کا لب لباب ہے کہ زاذان کی منکر روایت سے جو نتائج نکلتے ہیں اس پر عود روح کے قائلین خود متفق نہیں دوئم یہ روایت نہ صرف متن میں غیر واضح ہے بلکہ قرآن و احادیث صحیحہ کے خلاف بھیہے یہی وجہ ہے کہ الذھبی سیر الاعلام النبلاء میں اس روایت کے لئے کہتے ہیں

حَدِيْثُهُ فِي شَأْنِ القَبْرِ بِطُوْلِهِ فِيْهِ نَكَارَةٌ وَغَرَابَةٌ

المنھال بن عمرو کی قبر کے بارے میں طویل روایت میں نکارت اور غرابت ہے

الذہبی کے ہم عصر ابن تیمیہ نے اس کے بر عکس اس روایت کا دفاع کیا اور ابن قیم نے کتاب الروح میں اس کو عقیدے کی کلید بنا دیا

کیا قرآن میں وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ کی آیت تھی؟

جواب

بخاری کی حدیث ہے

کتاب تفسیر قرآن، سورة تبت یدا ابی لهب وتب: حدیث نمبر 4973

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ـ رضى الله عنهما ـ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ {وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ} وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ، خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ " يَا صَبَاحَاهْ ". فَقَالُوا مَنْ هَذَا، فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ. فَقَالَ " أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلاً تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هَذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ ". قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا. قَالَ " فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ". قَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ مَا جَمَعْتَنَا إِلاَّ لِهَذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ {تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ} وَقَدْ تَبَّ هَكَذَا قَرَأَهَا الأَعْمَشُ يَوْمَئِذٍ.

ترجمہ: ہم سے یوسف بن موسٰی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے، کہا ہم سے اعمش نے، کہا ہم سے عمرو بن مرہ نے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے، انہوں نے کہا جب (سورہ شعراء کی) یہ آیت اتری وَ اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِینَ وَرَھطَکَ مِنھُمُ المُخلِصِینَ تو رسول اللہﷺ (مکہ سے) باہر نکلے۔ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہاں پکارا ارے لوگو ہوشیار ہو جاؤ۔ مکہ والے کہنے لگے یہ کون ہے۔ وہ سب (رسول اللہﷺ کے پاس جا کر) جمع ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا بتاؤ تو سہی اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ دشمن کے سوار اس پہاڑ کے تلے سے نکلنے والے ہیں تو تم میری بات سچ مانو گے۔ انہوں نے کہا (بیشک) کیونکہ ہم نے آپؐ کو آج تک کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا (چناچہ اسی وجہ سے آپؐ کو صادق اور امین کا لقب دے رکھا تھا)۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو پھر میری بات سنو میں تم کو آگے آنے والے قیامت کے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ یہ سن کو ابو لہب مردود کہنے لگا ارے تو تباہ ہو تو نے ہم کو اس لئے جمع کیا تھا (نا حق پریشان کیا) ۔ آخر آپؐ اٹھ کھڑے ہوئےاور اس وقت اللہ تعالٰی نے یہ سورت اتاری تَبَّت یَدَا اَبِی لَھَبٍ ۔ اعمش نے یو ں پڑھا ہے وَ قَد تَبَّ جس دن یہ حدیث روایت کی۔

بخاری کی اس روایت کے راوی آعمش ہیں

کتاب ایمان از ابن مندہ میں اس روایت کے بعد ہے کہ الفاظ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ کے لئے محدث آعمش نے کہا

قَالَ الْأَعْمَشُ: وَهَكَذَا هِيَ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ. قَالَ: فَقَالُوا: مَا جَرَّبْنَا عَلَيْهِ كَذْبَةٍ. قَالَ: وَهَذِهِ هِيَ قِرَاءَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَقِرَاءَتُهُ فِي مُصْحَفِهِ عَلَى هَذَا
آعمش نے کہا کہ ایسا ہی قرات ابن مسعود رضی الله عنہ میں تھا أَبُو أُسَامَةَ نے کہا کہ ہم ان آعمش کو جھوٹا نہیں سمجھتے انہوں (آعمش) نے کہا کہ ایسا ہی ابن مسعود کے مصحف میں تھا
النووی شرح المسلم میں کہتے ہیں
الظاهر أن هذا كان قرآنا أنزل ثم نسخت تلاوته ولم تقع هذه الزيادة في روايات البخاري
ظاہر ہے یہ قرآن میں نازل ہوئی پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوئی اور یہ بخاری میں روایت ہوئی

راقم کی رائے میں یہ آیت نہیں بلکہ تشریح ہے کیونکہ سوره الشعراء کی آیت تھی اپنے گھر والوں کو ڈراؤ اس کے بعد تشریح لکھی گئی کہ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ان میں سے خلوص والوں کو جمع کرو

عثمان رضی الله عنہ کے حکم پر جب مصحف جلائے گئے اس وقت علی اور ابن مسعود کے مصحف نہیں جلائے گئے تھے یا کہہ لیں انہوں نے ایسا نہیں کیا صحابہ آیات کے ساتھ ہی شرح لکھ لیتے تھے عائشہ رضی الله عنہا کے لئے اتا ہے کہ انہوں نے مصحف لکھنے کا حکم دیا لیکن کہا کہ جب قرآن کی آیت حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ایے تو اس میں العصر کا اضافہ لکھ دینا لهذا بہت سے مصحف میں تشریحی اضافے موجود رہے

دوم قرآن کی دس قرات ہیں اور سب الگ ہیں (معنوی طور سے سب ایک ہیں الفاظ کی تبدیلی ہے) برصغیر اور مشرق وسطی میں عاصم بن ابی النجود کی قرات ہے – کوفہ اور یمن میں قرات عبد الله ابن مسعود اور معآذ بن جبل مشهور تھی اور آعمش بھی کوفی ہیں اور عاصم کے شاگرد ہیں لہذا ان کو تشریحی الفاظ سے مغالطہ ہوا کہ گویا یہ قرات کا حصہ ہیں ہم تک جو قرات آئی ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں لہذا یہ اضافہ تشریحی ہے

كتاب فصل الخطاب في تحريف كتاب رب الأرباب – الشيخ حسين النوري الطبرسي کے مطابق ورهطك منهم المخلصين. سے مراد ہیں
.قال علي وحمزة وجعفر والحسن والحسين وآل محمد صلوات الله عليهم خاصة
حالانکہ چچا حمزہ تو اس دعوت ذی عشرہ کے بہت بعد ایمان لائے- حسن حسین پیدا نہ ہوئے تھے اور چچا عباس رضی الله عنہ کا تو ذکر ہی نہیں اور چچا ابی طالب تو آخری وقت تک ایمان نہ لائے ان کا ذکر بھی نہیں ، چچاابو لهب کا قرآن میں ہے وہ کافر مرا

اب اگر الفاظ تشریحی ہیں تو ان سے کیا مراد ہے بات یہ ہے کہ ایک خاندان میں سینکڑوں لوگ ہوتے ہیں دعوت توحید کس کو دی جائے اس کی وضاحت ہے کہ چند مخلص لوگوں کو دو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گمان کے مطابق ایمان لا سکتے تھے لیکن ان پر اس وقت خاندان میں بزرگ افراد میں کوئی بھی ایمان نہ لایا جبکہ واضح ہے کہ یہ دعوت سب سے پہلے انہی کے لئے تھی فتح الباری از ابن حجر کے مطابق واقدی کا قول ہے کہ ٤٥ لوگوں کی دعوت کی گئی

ابن اسحاق اور بیہقی کے مطابق صرف چالیس لوگ تھے

انذار تو کافر و مسلم دونوں کے لئے ہے اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت میں اپنی بیٹی فاطمہ کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا کہ اے فاطمہ اپنے آپ کو عذاب اللہ سے بچاؤ

يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ وَيَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ

ایک اور زاویہ: کہا جاتا ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعوت کی جس کو دعوت ذی عشیرہ کہا جاتا ہے اس میں خاندان والوں کو جمع کیا اس کے بعد توحید کی دعوت دی اور کوئی نہ تھا جو ایمان لاتا صرف ایک بچہ علی رضی اللہ عنہ تھے جو ایمان لائے

لیکن اسی بخاری کی وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ والی روایت میں ہے کسی دعوت کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر کھڑے ہوئے اور تمام قریش کو ڈرایا جس پر ابو لهب نے برا بھلا کہا اور سورہ لهب نازل ہوئی

لہذا تاریخ کی کتب کے مطابق ایک دعوت ہوئی جس میں خاندان والے تھے جبکہ صحیحین کے مطابق کوئی دعوت نہ ہوئی اب جب دعوت ہی نہیں ہوئی تو علی کا بچپن میں ایمان لانا ثابت نہیں ہوتا

یہ ایسا ہے کہ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ والی روایت کو مانا جائے تو دعوت ذی عشیرہ ثابت نہیں ہوتی

کیا قرآن میں رضاعت کی آیت تھی جو قرآن میں اب موجود نہیں ہے؟
اور حرمت رضاعت کتنی بار دودھ پلانے پر ہے؟ کیا عائشہ رضی الله عنہا بڑی عمر کے شخص کے لئے بھی اس کا حکم کرتی تھیں؟

موطآ امام مالک کی روایت ہے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: ” كَانَ فِيمَا أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الْقُرْآنِ: عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ مِمَّا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ

امام مالک نے خبر دی انکو عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ نے خبر دی انکو عمرہ نے انہوں نے عائشہ رضی الله عنہا سے روایت کیا کہ   اللّٰہ نے قرآن میں پہلے یہ نازل کیا تھا کہ دس رضعات سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (دس بار دودھ پینے سے)۔ پھر اسے پانچ رضعات سے منسوخ کر دیا گیا۔ اور جب رسول اللّٰہ کی وفات ہوئی تو یہ الفاظ قرآن میں قراءت کئے جا رہے تھے

جواب

امام مالک کی سند سے یہ صحیح مسلم، سنن النسائی، سنن ابی داود وغیرہ میں روایت ہوئی ہے صرف امام بخاری نے اس کو درج نہیں کیا ہے

فقہاء کی ایک جماعت اس روایت کو صحیح کہتی اور دلیل لیتی ہے اور ایک جماعت رد کرتی ہے اسی طرح اہل تشیع بھی اس کو رد کرتے ہیں

کتاب الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير از الجورقاني (المتوفى: 543هـ) کے مطابق

وَقَدْ أَخَذَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَوْمٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ مِنْهُمْ: الشَّافِعِيُّ وَإِسْحَاقُ وَغَيْرُهُمَا، وَجَعَلُوا الْخَمْسَ حَدًّا بَيْنَ مَا يُحَرِّمُ وَبَيْنَ مَا لَا يُحَرِّمُ

اور اس حدیث کے فقہاء کی ایک قوم نے اخذ کیا ہے جن میں شافعی اور اسحاق اور دیگر ہیں کہ پانچ بار کی حد ہے جس سے حرمت اور غیر حرمت ہوتی ہے- یعنی   شوافع میں پانچ بار

دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ہو جائے گی- كتاب مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه از أبو يعقوب المروزي الكوسج (المتوفى: 251هـ) کے مطابق امام احمد کہتے تھے إن ذهب ذاهب إلى خمس رضعات لم أعبه اگر وہ پانچ رضعات تک جائے تو کوئی عیب نہیں ہے- لیکن بعد میں حنابلہ میں اس مسئلہ میں کئی رائے ہوئیں مثلا ابن قدامہ کتاب الهادي یا عمدة الحازم میں کہتے ہیں وَاخْتَلَفَ أَصْحَابُنَا فِي حَدِّ الرَّضْعَةِ اور ہمارے اصحاب کا حد رضاعت میں اختلاف ہے- امام مالک کے بیان کردہ عائشہ رضی الله عنہا کے اثر کے نیچے موطآ میں لکھا ہے وليس العمل على هذا اور اس پر(مسلمانوں کا) عمل نہیں ہے-

شعيب الأرنؤوط كتاب الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان میں اس روایت کی تعلیق میں لکھتے ہیں

قال الإمام البغوي في (شرح السنة) 81/9: اختلف أهل العلم فيما تثبت به الحرمة من الرضاع، فذهب جماعة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم إلى أنه لا تثبت بأقل من خمس رضعات متفرقات، وبه كانت تفتي عائشة وبعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم، وهو قول عبد الله بن الزبير، وإليه ذهب الشافعي وإسحاق، وقال أحمد: إن ذهب ذاهب إلى قول عائشة في خمس رضعات، فهو مذهب قوي، وذهب أكثر أهل العلم على أن قليل الرضاع وكثيره محرّم، يروى ذلك عن ابن عباس، وابن عمر، وبه قال سعيد بن المسيِّب، وعروة بن الزبير، والزهري، وهو قول سفيان الثوري، ومالك، والأوزاعي، وعبد الله بن المبارك، ووكيع، وأصحاب الرأي، وذهب أبو عبيد، وأبو ثور، وداود إلى أنه لا يحرم أقل من ثلاث رضعات، لقوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تحرِّم المصَّة ولا المصتان"، ويحكى عن بعضهم أن التحريم لا يقع بأقل من عشر رضعات، وهو قول شاذ
امام البغوي شرح السنة میں کہتے ہیں اہل علم کا اختلاف ہے کہ حرمت رضاعت میں کیا ثابت ہے پس ایک اصحاب رسول کی جماعت کا اور دیگر کا مذھب ہے کہ پانچ مختلف رضعات سے کم بار پر حرمت ثابت نہیں ہوتی اور اسی پر عائشہ اور بعض ازواج نبی فتوی دیتیں تھیں اور یہی قول ہے عبد الله بن زبیر کا اور اس پر مذھب ہے شافعی کا اسحاق کا اور امام احمد کہتے ہیں اگر میں جاؤں تو قول عائشہ پر جاؤں گا کہ حرمت پانچ رضعات پر ہے اور یہ مذھب قوی ہے اور اکثر اہل علم کا مذھب ہے کہ چاہے کم ہو یا زیادہ حرمت ہو جاتی ہے جو روایت کیا جاتا ہے ابن عباس و ابن عمر سے اور ایسا ہی سعید بن مسیب اور عروہ نے امام الزہری نے کہا یہ قول ہے سفیان ثوری کا مالک کا الأوزاعي کا عبد الله بن مبارک کا وکیع کا اصحاب رائے کا – ابو عبید، ابو ثور اور داود کا مذھب ہے کہ حرمت نہیں ہوتی تین رضعات سے کم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق ایک دو بار چوسنے پر حرمت نہیں ہے اور بعض کی طرف سے بیان کیا گیا ہے کہ دس رضعات سے کم پر حرمت نہیں ہوتی اور یہ قول شاذ ہے
بعض احناف متقدمین کے نزدیک عائشہ رضی الله عنہا کی صحیح مسلم کی روایت معلول ہے اور کتاب شرح مشکل الآثار میں امام ابو جعفر طحاوی کہتے ہیں

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَهَذَا مِمَّنْ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَاهُ كَمَا ذَكَرْنَا غَيْرَ عَبْدِ [ص:312] اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ عِنْدَنَا وَهْمٌ مِنْهُ , أَعْنِي: مَا فِيهِ مِمَّا حَكَاهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا , أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ مِمَّا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ لَوْ كَانَ كَذَلِكَ لَكَانَ كَسَائِرِ الْقُرْآنِ , وَلَجَازَ أَنْ يُقْرَأَ بِهِ فِي الصَّلَوَاتِ وَحَاشَ لِلَّهِ أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ , أَوْ يَكُونَ قَدْ بَقِيَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا لَيْسَ فِي الْمَصَاحِفِ الَّتِي قَامَتْ بِهَا الْحُجَّةُ عَلَيْنَا , وَكَانَ مَنْ كَفَرَ [ص:313] بِحَرْفٍ مِمَّا فِيهَا كَافِرًا , وَلَكَانَ لَوْ بَقِيَ مِنَ الْقُرْآنِ غَيْرُ مَا فِيهَا لَجَازَ أَنْ يَكُونَ مَا فِيهَا مَنْسُوخًا لَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ , وَمَا لَيْسَ فِيهَا نَاسِخٌ يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ , وَفِي ذَلِكَ ارْتِفَاعُ وُجُوبِ الْعَمَلِ بِمَا فِي أَيْدِينَا , مِمَّا هُوَ الْقُرْآنُ عِنْدَنَا , وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ هَذَا الْقَوْلِ وَمِمَّنْ يَقُولُهُ.

امام طحآوی کہتے ہیں؛ اور ہم نہیں جانتے اس کو کسی نے روایت کیا ہو سوائے عبد الله بن ابی بکر کے اور یہ انکا وہم ہے - کافی ہے جو عائشہ رضی الله عنہا سے حکایت کیا جاتا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور وہ قرآن میں جو تھا اس کی تلاوت کرتے تھے اور اگر ایسا (کچھ قرآن میں) ہوتا تو تمام قرآن (کے نسخوں) میں ایسا ہوتا اور جائز ہوتا کہ اس کو پنج وقتہ نماز میں بھی پڑھا جائے اور حاشا للہ ایسا نہیں ہے اور... اور جو اس کے ایک حرف کا بھی انکار کرے کافر ہے اور اگر قرآن میں جو باقی ہے یہ سب نہیں ہے تو یہ (عمل) منسوخ ہے اس پر عمل نہیں رہا اور اس میں جو ناسخ ہے اس پر عمل واجب ہے اور اس بات عمل اٹھ جاتا ہے اور ہم الله سے اس قول پر پناہ مانگتے سے اس قرآن پر جو ہاتھوں میں ہے ہیں اور جو بھی ایسا کہے

یعنی امام طحآوی اور احناف متقدمین سرے سے اس روایت کو صحیح ہی نہیں سمجھتے

شعيب الأرنؤوط كتاب الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان میں اس روایت کی تعلیق میں لکھتے ہیں

وقول عائشة: فَتُوُفِّيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فيما يقرأ في القرآن: أرادت به قرب عهد النسخ من وفات رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كان بعض من لم يبلغه النسخ يقرؤه على الرسم الأول، لأن النسخ لا يتصور بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويجوز بقاء الحكم مع نسخ التلاوة كالرجم في الزنى حكمه باق مع ارتفاع التلاوة في القرآن، لأن الحكم يثبت بأخبار الآحاد، ويجب العمل به، والقرآن لا يثبت بأخبار الآحاد، فلم يجز كِتبته بين الدفتين

اور عائشہ کا قول : پس رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور یہ قرآن میں تلاوت کی جاتی تھیں تو انکا مقصد ہے کہ وفات النبی سے قبل اس دور میں جب نسخ کا دور تھا یہاں تک کہ بعض کو انکی منسوخیت نہیں پہنچی تو وہ اس کو رسم اول پر کی تلاوت کرتے رہے کیونکہ نسخ کا تصور رسول الله کے بعد متصور نہیں ہے اور یہ جائز ہے کہ حکم باقی رہے اور تلاوت منسوخ ہو جائے جیسے کہ رجم میں ہوا کہ اس کا حکم باقی ہے اور تلاوت قرآن میں سے اٹھ گئی ہے کیونکہ حکم ثابت ہے اخبار احاد سے اور اس پر عمل واجب ہے اور قرآن اخبار احاد سے ثابت نہیں ہوتا لہذا اس حکم کا دفتین میں لکھنا جائز نہیں

شعیب الأرنؤوط نے اس کے برعکس اس روایت کو صحیح کہا ہے اور اس کی تاویل کی ہے

اہل تشیع کے نزدیک روایت کی حیثیت

کتاب الخلاف - الطوسي - ج 5 - ص 97 - 98 کے مطابق

وروي عن النبي عليه السلام أنه قال : الرضاعة من المجاعة يعني : ما سد الجوع . وقال عليه . السلام : الرضاع ما أنبت اللحم وشد العظم . وروى سفيان بن عيينة ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، عن عبد الله بن الزبير : أن النبي عليه السلام قال : لا تحرم المصة ولا المصتان ولا الرضعة ولا الرضعتان . وروي عن عائشة أنها قالت : كان فيما أنزل الله في القرآن أن عشر رضعات معلومات يحرمن ، ثم نسخن بخمس معلومات ، فتوفي رسول الله صلى الله عليه وآله وهي مما يقرأ من القرآن . ووجه الدلالة أنها أخبرت أن عشر رضعات كان فيما أنزله ، وقولها : (ثم نسخن بخمس رضعات) قولها ، ولا خلاف أنه لا يقبل قول الراوي أنه نسخ ‹ صفحة 98 › كذا لكذا إلا أن يبين ما نسخه ، لينظر فيه هل هو نسخ أم لا ؟

اور روایت کیا گیا ہے نبی علیہ السلام سے کہ رضاعت المجاعة میں ہے یعنی بھوک مٹانے پر اور آپ علیہ السلام نے فرمایا رضاعت ہے جس پر گوشت پنپے اور ہڈی مظبوط ہو اور سفیان بن عيينة ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، عن عبد الله بن الزبير سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا حرمت نہیں ہوتی ایک دو بار چوسنے سے اور عائشہ سے روایت ہے انہوں نے کہا اللّٰہ نے قرآن میں پہلے یہ نازل کیا تھا کہ دس رضعات سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (دس بار دودھ پینے سے)۔ پھر اسے پانچ رضعات سے منسوخ کر دیا گیا۔ اور جب رسول اللّٰہ کی وفات ہوئی تو یہ الفاظ قرآن میں قراءت کئے جا رہے تھے اور وجہ دلیل یہ ہے کہ دس بار پلانے کی آیت نازل ہوئی تھی اور ان کا قول کہ پھر پانچ سے منسوخ ہوئی اور اس میں اختلاف نہیں کہ راوی کا قول قبول نہیں کیا جائے گا جب وہ کہے یہ اور یہ منسوخ ہے اور واضح نہ کرے کہ کیا نسخ ہے کہ دیکھیں کہ کیا یہ منسوخ تھا بھی یا نہیں

یعنی اہل تشیع اس عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو قبول ہی نہیں کرتے - ان کے ہاں کوئی حد رضاعت پر نہیں ملتی - اہل تشیع کے بعض جہلاء نے اس روایت سے قرآن پر اعتراضات کیے ہیں جبکہ انکی اپنی کتب شاہد ہیں کہ یہ روایت ان کے ہاں قبول نہیں کی جاتی

<u>بڑے آدمی کا حکم</u>

سنن الکبری البیہقی میں ہے

كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَأْمُرُ بَنَاتِ أَخِيهَا أَنْ يُرْضِعْنَ مَنْ أَحَبَّتْ عَائِشَةُ أَنْ يَرَاهَا وَيَدْخُلُ عَلَيْهَا خَمْسَ رَضَعَاتٍ فَيَدْخُلُ عَلَيْهَا وَأَبَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُدْخِلْنَ

عَلَيْهِنَّ مِنَ النَّاسِ بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ حَتَّى يُرْضِعْنَ فِي الْمَهْدِ وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَاللهِ مَا نَرَى لَعَلَّهَا رُخْصَةٌ لِسَالِمٍ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُونَ النَّاسِ
عائشہ رضی الله عنہا اپنی بھتیجیوں کو حکم کرتیں کہ وہ (کسی شخص کو) پانچ بار دودھ پلا دیں جس کو وہ چاہتیں کہ ان کے پاس آئیں اور حجرہ میں داخل ہوں ، پس وہ داخل ہوتے اور ام سلمہ اور باقی ازواج رسول اس پر کہتیں کہ یہ رضاعت تو پالنے (پنگوڑے) میں (پیدائش سے دو سال کی مدت) ہی ہو سکتی ہے اور عائشہ سے کہتیں کہ ہم نہیں سمجھتیں کہ یہ رخصت سالم کے سوا رسول الله نے کسی اور کو دی

یہ الفاظ سنن الکبری از البیہقی، مسند احمد اور سنن ابو داود میں بیان ہوئے ہیں- یہ اضافہ راوی امام الزہری یا عروه بن زبیر کا جملہ ہے- یہ اضافہ باقی راوی بیان نہیں کرتے

سنن الکبری از البیہقی کی سند اللیث بن سعد عن عقیل بن خالد الأيلي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سے ہے

کتاب ميزان الاعتدال في نقد الرجال از الذھبی کے مطابق

وقال أحمد بن حنبل: ذكر عند يحيى القطان إبراهيم بن سعد وعقيل، فجعل كأنه يضعفهما

احمد کہتے ہیں یحیی القطان سے عقیل اور ابراہیم بن سعد کا ذکر ہوا انہوں نے ایسا کیا کہ گویا دونوں ضعیف ہیں

ابو داود میں بھی یہ اضافہ بیان ہوا ہے جہاں اسکی سند میں عنبسة بن خالد الأموي ہے امام احمد کہتے

أي شئ خرج علينا من عنبسة؟ هل روى عنه غير أحمد بن صالح

کوئی سی ایسی چیز ہے جو عنبسة نے بیان کی اور اس سے احمد بن صالح کے سوا اور کون ہے جو روایت کرے؟

یحیی بن بکیر عنبسة کو مجنون أحمق کہتے ہیں (ميزان الاعتدال في نقد الرجال از الذھبی) اور تاریخ الاسلام از الذھبی کے مطابق یحیی بن بکیر کہتے ما كَانَ أهلا للأخذ عَنْهُ اس قابل نہیں کہ اس سے اخذ کیا جائے

یہ اضافہ مسند احمد میں ابن أخي الزهري کی سند سے بھی آیا ہے جس کا نام محمد بن عبد الله بن مسلم ہے جو مختلف فيه ہے ابن معین   اس کو ضعیف کہتے ہیں اور المروذي کے مطابق امام احمد ضعیف گردانتے تھے

یعنی عائشہ رضی الله عنہا سے منسوب یہ عمل صرف امام الزہری کی سند سے ہے جو تین راویوں نے بیان کیا ہے اور تینوں اتنے مظبوط نہیں کہ اس کو قبول کیا جائے – البتہ لوگوں نے اس اضافہ کو شروحات میں بیان کیا ہے اس کی تاویلات کی ہیں لیکن یہ اضافہ اوٹ پٹانگ قسم کی بات ہے -

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو میرے پاس ایك شخص بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا عائشہ یہ کون ہے ؟ تو میں نے عرض کیا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے عائشہ دیکھو کہ تمہارے بھائی کون ہیں، کیونکہ رضاعت بھوك سے ہوتی ہے

جب عائشہ رضی الله عنہ خود روایت کریں کہ رضاعت بھوک سے ہے تو ایک بڑی عمر کےشخص کے لئے اس کا حکم کیسے کر سکتی ہیں؟

رضاعت کی شرائط بچے کی دو سال کے عمر کے اندر کی ہے اس کے بعد ممکن نہیں ہے یہی فتوی ابن مسعود رضی الله عنہ سے مصنف عبد الرزاق میں بیان ہوا ہے

کیا ام المومنین اپنی بھانجیوں کو غیر محرم مردوں کو اپنا دودھ پلانے کا حکم کرتیں؟
سنن أبي داؤد: كِتَابُ النِّكَاحِ (بَابُ مَنْ حَرَّمَ بِهِ) سنن ابو داؤد: کتاب: نکاح کے احکام و مسائل

(باب: رضاعت کبیر سے حرمت کے قائلین کا استدلال)

2061

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ بْنَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ كَانَ تَبَنَّى سَالِمًا، وَأَنْكَحَهُ ابْنَةَ أَخِيهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، كَمَا تَبَنَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا، وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ, دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَوُرِّثَ مِيرَاثَهُ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي ذَلِكَ: {ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ- إِلَى قَوْلِهِ- فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ}[الأحزاب: 5]، فَرُدُّوا إِلَى آبَائِهِمْ، فَمَنْ لَمْ يُعْلَمْ لَهُ أَبٌ, كَانَ مَوْلًى وَأَخًا فِي الدِّينِ، فَجَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ، ثُمَّ الْعَامِرِيِّ -وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِي حُذَيْفَةَ-، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا كُنَّا نَرَى سَالِمًا وَلَدًا، وَكَانَ يَأْوِي مَعِي وَمَعَ أَبِي حُذَيْفَةَ فِي بَيْتٍ وَاحِدٍ، وَيَرَانِي فُضْلًا، وَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِمْ مَا قَدْ عَلِمْتَ، فَكَيْفَ تَرَى فِيهِ؟ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: <أَرْضِعِيهِ>. فَأَرْضَعَتْهُ خَمْسَ رَضَعَاتٍ، فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَبِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِي اللَّهم عَنْهَا تَأْمُرُ بَنَاتِ أَخَوَاتِهَا، وَبَنَاتِ إِخْوَتِهَا، أَنْ يُرْضِعْنَ مَنْ أَحَبَّتْ عَائِشَةُ أَنْ يَرَاهَا، وَيَدْخُلَ عَلَيْهَا -وَإِنْ كَانَ كَبِيرًا- خَمْسَ رَضَعَاتٍ، ثُمَّ يَدْخُلُ عَلَيْهَا، وَأَبَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، وَسَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُدْخِلْنَ عَلَيْهِنَّ بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، حَتَّى يَرْضَعَ فِي الْمَهْدِ، وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ وَاللَّهِ مَا نَدْرِي, لَعَلَّهَا كَانَتْ رُخْصَةً مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَالِمٍ دُونَ النَّاسِ!

حکم : صحيح 2061

امہات المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس نے سالم کو اپنا متبنی (منہ بولا بیٹا) بنایا ہوا تھا اور اس سے اپنی

بھتیجی ہند دختر ولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا تھا ۔ وہ ایک انصاری خاتون کا آزاد کر دو غلام تھا جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کو اپنا متبنی بنایا تھا اور جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ جسے کوئی اپنا متبنی بنا لیتا تو لوگ اس کو اسی کی نسبت سے پکارا کرتے تھے اور وہ (اپنے منہ بولے باپ کا) وارث بھی بنتا تھا ، حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے اس بارے میں یہ حکم نازل فرمایا کہ «ادعوهم لآبائهم إلى قوله : فإخوانكم في الدين ومواليكم» " انہیں ان کے حقیقی باپوں کی نسبت سے پکارا کرو ۔ اگر وہ معلوم نہ ہوں تو یہ تمہارے دینی بھائی اور مولیٰ ہیں ۔ چنانچہ انہیں ان کے باپوں کی طرف لوٹا دیا گیا اور جس کا باپ معلوم نہ ہوا وہ مولیٰ اور دینی بھائی کہلانے لگا ۔ الغرض ! (ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی) سہلہ بنت سہیل بن عمرو قرشی ، عامری (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) آئی اور کہنے لگی : اے اللہ کے رسول ! ہم سالم کو اپنا بیٹا ہی سمجھتے رہے ہیں ۔ یہ میرے اور ابوحذیفہ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا رہا ہے اور مجھے (گھر میں عام حالت میں) ایک کپڑے میں دیکھتا رہا ہے ۔ (کبھی سر کھلا ، تو کبھی پنڈلیاں بھی کھل گئیں وغیرہ) اور اللہ عزوجل نے ایسے لوگوں کے بارے میں جو حکم نازل فرمایا ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت میں کیا فرماتے ہیں ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا " اس کو (اپنا) دودھ پلا دو ۔ " چنانچہ اس نے اس کو پانچ رضعے (پانچ بار) دودھ پلا دیا ۔ اور وہ اس طرح اس کے رضاعی بیٹے کی طرح ہو گیا ۔ سو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کی بنا پر اپنی بھانجیوں اور بھتیجیوں سے کہا کرتی تھیں کہ فلاں کو پانچ رضعے (پانچ بار) دودھ پلا دو ۔ جس کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش ہوتی کہ وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کے سامنے آ سکے ۔ خواہ وہ بڑی عمر کا بھی ہوتا ۔ چنانچہ وہ اس کے بعد ان کے سامنے آ جایا کرتا تھا ۔ (اور یہ اس سے پردہ نہ کرتیں) مگر ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر تمام امہات المؤمنین نے اس کو قبول نہیں کیا کہ ایسی رضاعت کی بنا پر کوئی شخص ان کے سامنے آئے (اور وہ اس سے پردہ نہ کریں) الا یہ کہ اس نے پالنے میں (دو سال کی عمر کے دوران میں) دودھ پیا ہوتا ۔ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا : قسم اللہ کی ہمیں نہیں معلوم ، شاید یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سالم کے لیے بمقابلہ دوسرے لوگوں کے خاص رخصت تھی ۔

http://mohaddis.com/View/Abu-Daud/2061

صحیح مسلم: كِتَابُ الرِّضَاعِ (بَابُ رِضَاعَةِ الْكَبِيرِ) صحیح مسلم: کتاب: رضاعت کے احکام ومسائل (باب: بڑے کی رضاعت)

3603 . وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، لِعَائِشَةَ، إِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْكِ الْغُلَامُ الْأَيْفَعُ، الَّذِي مَا أُحِبُّ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيَّ، قَالَ:

فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَمَا لَكِ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ؟ قَالَتْ: إِنَّ امْرَأَةَ أَبِي حُذَيْفَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ سَالِمًا يَدْخُلُ عَلَيَّ وَهُوَ رَجُلٌ، وَفِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ شَيْءٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْضِعِيهِ حَتَّى يَدْخُلَ عَلَيْكِ«

حکم : صحیح 3603

شعبہ نے حُمَید بن نافع سے حدیث بیان کی، انہوں نے زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، انہوں نے کہا: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ کے پاس (گھر میں) ایک قریب البلوغت لڑکا آتا ہے جسے میں پسند نہیں کرتی کہ وہ میرے پاس آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی) میں نمونہ نہیں ہے؟ انہوں نے (آگے) کہا: ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے عرض کی تھی: اے اللہ کے رسول! سالم میرے سامنے آتا ہے اور (اب) وہ مرد ہے، اور اس وجہ سے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ ناگواری ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے دودھ پلا دو تاکہ وہ تمہارے پاس آ سکے۔

http://mohaddis.com/View/Muslim/3603
جواب

سالم والے واقعہ کو خاص کہا جاتا ہے

اپ نے کہا
اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ رخصت صرف سالم رضی اللہ عنہ کے لئے تھی تو اس پر دوسرا کہے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہاں فرمایا کہ یہ رخصت سالم رضی اللہ عنہ کے لئے

ہے - اگر ایسا ہے تو اس کا ثبوت کہاں ہے
جواب
خاص جب متعین ہوتا ہے تو روایت میں لکھا نہیں ہوتا قرائن سے اندازہ لگا کر فقہاء خاص یا عام کرتے ہیں

لیکن راقم کہتا ہے روایت کے الفاظ

سو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کی بنا پر اپنی بھانجیوں اور بھتیجیوں سے کہا کرتی تھیں کہ فلاں کو پانچ رضعے (پانچ بار) دودھ پلا دو ۔ جس کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

کی خواہش ہوتی کہ وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کے سامنے آ سکے ۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس پر افتری ہے

سنن الکبری البیہقی میں ہے

كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَأْمُرُ بَنَاتِ أَخِيهَا أَنْ يُرْضِعْنَ مَنْ أَحَبَّتْ عَائِشَةُ أَنْ يَرَاهَا وَيَدْخُلُ عَلَيْهَا خَمْسَ رَضَعَاتٍ فَيَدْخُلُ عَلَيْهَا وَأَبَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُدْخِلْنَ عَلَيْهِنَّ مِنَ النَّاسِ

بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ حَتَّى يُرْضِعْنَ فِي الْمَهْدِ وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَاللهِ مَا نَرَى لَعَلَّهَا رُخْصَةٌ لِسَالِمٍ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُونَ النَّاسِ

عائشہ رضی الله عنہا اپنی بھتیجیوں کو حکم کرتیں کہ وہ (کسی شخص کو) پانچ بار دودھ پلا دیں جس کو وہ چاہتیں کہ ان کے پاس آئیں اور حجرہ میں داخل ہوں ، پس وہ داخل ہوتے اور ام سلمہ اور

باقی ازواج رسول اس پر کہتیں کہ یہ رضاعت تو پالنے (پنگوڑے) میں (پیدائش سے دو سال کی مدت) ہی ہو سکتی ہے اور عائشہ سے کہتیں کہ ہم نہیں سمجھتیں کہ یہ رخصت سالم کے سوا رسول

الله نے کسی اور کو دی

یہ الفاظ سنن الکبری از البیہقی، مسند احمد اور سنن ابو داود میں بیان ہوئے ہیں- یہ اضافہ راوی امام الزہری یا عروہ بن زبیر کا جملہ ہے- یہ اضافہ باقی راوی بیان نہیں کرتے

سنن الکبری از البیہقی کی سند اللیث بن سعد عن عقیل بن خالد الأيلي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سے ہے

کتاب میزان الاعتدال في نقد الرجال از الذھبی کے مطابق

وقال أحمد بن حنبل: ذكر عند يحيى القطان إبراهيم بن سعد وعقيل، فجعل كأنه يضعفهما

احمد کہتے ہیں یحیی القطان سے عقیل اور ابراہیم بن سعد کا ذکر ہوا انہوں نے ایسا کیا کہ گویا دونوں ضعیف ہیں

ابو داود میں بھی یہ اضافہ بیان ہوا ہے جہاں اسکی سند میں عنبسة بن خالد الأموي ہے امام احمد کہتے

أي شئ خرج علينا من عنبسة؟ هل روى عنه غير أحمد بن صالح

کوئی سی ایسی چیز ہے جو عنبسة نے بیان کی اور اس سے احمد بن صالح کے سوا اور کون ہے جو روایت کرے؟

یحیی بن بکیر عنبسة کو مجنون أحمق کہتے ہیں (میزان الاعتدال في نقد الرجال از الذھبی) اور تاریخ الاسلام از الذھبی کے مطابق یحیی بن بکیر کہتے ما كَانَ أهلا للأخذ عَنْهُ اس قابل نہیں کہ اس سے اخذ کیا جائے

یہ اضافہ مسند احمد میں ابن أخي الزهري کی سند سے بھی آیا ہے جس کا نام محمد بن عبد الله بن مسلم ہے جو مختلف فيه ہے ابن معين اس کو ضعیف کہتے ہیں اور المروذي کے مطابق امام احمد ضعیف گردانتے تھے - یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب یہ عمل صرف امام الزہری کی سند سے ہے جو تین راویوں نے بیان کیا ہے اور تینوں اتنے مظبوط نہیں کہ اس کو قبول کیا جائے – البتہ لوگوں نے اس اضافہ کو شروحات میں بیان کیا ہے اس کی تاویلات کی ہیں – لیکن یہ اضافہ اوٹ پٹانگ قسم کی بات ہے

صحيح مسلم: كِتَابُ الرِّضَاعِ (بَابُ رِضَاعَةِ الْكَبِيرِ) صحیح مسلم: کتاب: رضاعت کے احکام ومسائل (باب: بڑے کی رضاعت)
3603 . وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، لِعَائِشَةَ، إِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْكِ الْغُلَامُ الْأَيْفَعُ، الَّذِي مَا أُحِبُّ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيَّ، قَالَ:

فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَمَا لَكِ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ؟ قَالَتْ: إِنَّ امْرَأَةَ أَبِي حُذَيْفَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ سَالِمًا يَدْخُلُ عَلَيَّ وَهُوَ رَجُلٌ، وَفِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ شَيْءٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

«وَسَلَّمَ: «أَرْضِعِيهِ حَتَّى يَدْخُلَ عَلَيْكِ

اس کو حمید بن نافع الأنصاري أبو أفلح، المدنی کی سند سے روایت کیا گیا ہے
حمید بن نافع کی ثقاہت پر سوائے نسائی کوئی اور نہیں ملا
اس راوی کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ دو لوگ ہیں یا ایک
امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں اس کا ذکر کیا ہے

.قَالَ أَبو عَبد اللهِ: يُقال، عَنْ شُعبة: إِن هذا هو حُميد صَفيرا، هو الأول
وہ جس سے شعبہ نے روایت لی ہے وہ حُمید صَفیرا ہے
قَالَ علي: هما اثنان
امام علی کا کہنا ہے یہ دو الگ ہیں

شعبہ کا خود کہنا ہے
.قَالَ شعبة. وكان عاصم يرى أنه قد مات منذ مائة سنة
عاصم الاحوال کا دیکھنا تھا کہ حمید تو سن ۱۰۰ میں مر چکا ہے

یعنی شعبہ نے کسی اور سے سنا اس کو حمید بن نافع سمجھا جبکہ وہ مر چکا تھا اور دیگر محدثین کا کہنا ہے وہ حمید ابن صفیراء تھا

اس طرح محدثین کا اختلاف ہے کہ یہ کون ہے
روایت کی سند میں اس ابہام پر اس کو صحیح نہیں کہا جا سکتا

متاخرین نے اس سب کو ملا کر واپس ایک راوی کر دیا ہے

یہ روایت موطا میں ٦٢٧ ہے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، وَسُئِلَ عَنْ رَضَاعَةِ الْكَبِيرِ؟ فَقَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ بْنَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهِدَ بَدْرًا، وَكَانَ تَبَنَّى سَالِمًا الَّذِي يُقَالُ لَهُ: مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، كَمَا كَانَ تَبَنَّى رَسُولُ اللَّهِ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ، فَأَنْكَحَ أَبُو حُذَيْفَةَ سَالِمًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ ابْنُهُ أَنْكَحَهُ ابْنَةَ أَخِيهِ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَهِيَ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الأُوَلِ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ مِنْ أَفْضَلِ أَيَامَى قُرَيْشٍ، فَلَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي زَيْدٍ مَا أَنْزَلَ: {ادْعُوهُمْ لآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ} [الأحزاب: 5] رُدَّ كُلُّ [ص:212] أَحَدٍ تُبُنِّيَ إِلَى أَبِيهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ يُعْلَمُ أَبُوهُ رُدَّ إِلَى مَوَالِيهِ، فَجَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ امْرَأَةُ أَبِي حُذَيْفَةَ وَهِيَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا بَلَغَنَا، فَقَالَتْ: كُنَّا نُرَى سَالِمًا وَلَدًا، وَكَانَ يَدْخُلُ عَلَيَّ وَأَنَا فُضُلٌ وَلَيْسَ لَنَا إِلا بَيْتٌ وَاحِدٌ، فَمَا تَرَى فِي شَأْنِهِ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا بَلَغَنَا: «أَرْضِعِيهِ خَمْسَ رَضَعَاتٍ، فَيَحْرُمُ بِلَبَنِكِ، أَوْ بِلَبَنِهَا» ، وَكَانَتْ تَرَاهُ ابْنًا مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَأَخَذَتْ بِذَلِكَ عَائِشَةُ فِيمَنْ تُحِبُّ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهَا مِنَ الرِّجَالِ، فَكَانَتْ تَأْمُرُ أُمَّ كُلْثُومٍ، وَبَنَاتِ أَخِيهَا يُرْضِعْنَ مَنْ أَحْبَبْنَ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهَا، وَأَبَى سَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِمْ بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ، وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ: وَاللَّهِ مَا نَرَى الَّذِي أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلٍ إِلا رُخْصَةً لَهَا فِي رَضَاعَةِ سَالِمٍ وَحْدَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لا يَدْخُلُ عَلَيْنَا بِهَذِهِ الرَّضَاعَةِ أَحَدٌ، فَعَلَى هَذَا كَانَ رَأْيُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَضَاعَةِ الْكَبِيرِ

یہ حدیث اس متن سے صحاح ستہ میں ہے البتہ اس میں آگے کا متن جو امام الزہری نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا حکم عام لیتی تھیں وہ میرے نزدیک منکر ہے

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت والے مہینوں میں جنگ کرتے تھے؟

جواب

کعبہ اللہ کی وجہ سے سال کے چار ماہ حرمت والے ہیں کیونکہ ان کا تعلق حج سے ہے صحیح بخاری کے مطابق یہ چار ماہ ذو القعدةِ، وذو الحجّةِ، والمحرّمِ، ورجبُ ہیں کیونکہ ذو القعدةِ، وذو الحجّةِ، والمحرّمِ میں حج کا سفر اور حج ہوتا ہے اور رجب میں عمرہ کیا جاتا ہے

یہ مہینے عربوں میں معروف تھے اور ہر شخص کے علم میں انکی حرمت تھی لیکن مشرکین خود انکی پاسداری نہیں کرتے تھے وہ مہینوں کو النسی سے بدل دیتے تھے لہذا جو حرمت وقت کی قید میں بندھی ہے وہ انسانی ہاتھوں میں تبدیل ہوتی رہی تھی – رسول اللہ صلی اللہ عالیہ وسلم کی مدینہ آمد پر ان مہینوں کی حرمت کی پابندی وقتی ہٹا دی گئی

سورہ البقرہ میں ہے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّـهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّـهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا
ترجمہ:آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دو اس میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور الله کے راستہ سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو اس میں سے نکالنا الله کے نزدیک اس سے بڑا گناہ ہے اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر ان کا بس چلے۔

سورہ البقرہ سن ۲ ہجری میں نازل ہوئی ہے اس میں گنجائش پر بحث ہے کہ حرمت والے مہینے میں قتال کیوں جائز کیا جا سکتا ہے- اس کا جواب دیا گیا کہ مشرکین مکہ کسی قاعدے کا احترام نہیں کر رہے لہذا اس ایسا کیا جا رہا ہے لیکن ان مہینوں کی حرمت مسلمہ ہے

آیات میں مضمر ہے کہ وقت انے پر اس حکم کو تبدیل کیا جائے گا

لہذا بعد میں سن 9 ہجری کے ذو الحجہ میں ان مہینوں میں قتال پر پابندی لگا دی
گئی کیونکہ مکہ فتح ہوا اور مشرکین کا نظم باقی نہ رہا لہذا واپس وہی نظم الہی حدود حرم پر نافذ کر دیا گیا

سورہ التوبہ میں ہے

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ
بے شک الله کے ہاں ۱۲ ماہ ہیں جس دن سے الله نے زمیں و آسمان کو خلق کیا ان میں چار حرمت والے ہیں

سورہ المائدہ قرآن کی آخر میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے جو دس ہجری میں نازل ہوئی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّـهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّـهَ ۖ إِنَّ اللَّـهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿المائدة٢﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کو حلال نہ سمجھو اور نہ حرمت والے مہینے کو اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو اور نہ ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ حرمت والے گھر کی طرف آنے والوں کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی ڈھونڈتے ہیں اور جب تم احرام کھول دو پھر شکار کرو اور تمہیں اس قوم کی دشمنی جو کہ تمہیں حرمت والی مسجد سے روکتی تھی اس بات کا باعث نہ بنے کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں نیک کام اور پرہیز گاری پر مدد کرو اورگناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

سورہ التوبہ سن 9 ہجری میں حج کے موقعہ پر نازل ہوئی ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مہینوں میں لشکر کشی پر لوگوں کو 9 ہجری تک بھیجا – كتاب الأغصان الندية شرح الخلاصة البهية بترتيب أحداث السيرة النبوية از أبو أسماء محمد بن طه کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷۳ لشکر کشیاں کیں

:سَرَايا الرَّسُولِ -صلى الله عليه وسلم- وهي ثلاث وسبعون سريةً

1 – سرية حمزة بن عبد المطلب إلي سيف البحر في رمضان من السنة الأولي للهجرة.

2 – سرية عبيدة بن الحارث إلى بطن رابغ في شوال من السنة الأولى للهجرة.

3 – سرية سعد بن أبي وقاص إلى الخرار في ذي القعدة من السنة الأولى للهجرة.

———————————— دوسری ہجری ————————

4 – سرية سعد بن أبي وقاص إلى حي من كنانة في رجب من السنة الثانية للهجرة.

5 – سرية عبد الله بن جحش إلى نخلة في رجب من السنة الثانية للهجرة.

6 – سرية عمير بن عدي لقتل عصماء بنت مروان في رمضان من السنة الثانية للهجرة.

.سرية سالم بن عمير إلى أبي عفك اليهودي في شوال من السنة الثانية للهجرة – 7

————————— تیسری ہجری ————————

.سرية محمَّد بن مسلمة لقتل كعب بن الأشراف في ربيع الأول من السنة الثالثة للهجرة – 8

.سرية زيد بن حارثة إلى القردة في جمادى الآخرة من السنة الثالثة للهجرة – 9

————————— چوتھی ہجری ————————

.سرية أبي سلمة إلى طليحة الأسدي في المحرم من السنة الرابعة للهجرة – 10

.سرية عبد الله بن أنيس إلى خالد الهذلي في المحرم من السنة الرابعة للهجرة – 11

.سرية الرجيعِ في صفر من السنة الرابعة للهجرة – 12

.سرية بئر معونة في صفر من السنة الرابعة للهجرة – 13

.سرية عمرو بن أمية لقتل أبي سفيان في السنة الرابعة للهجرة – 14

————————— پانچویں ہجری ————————

سرية عبد الله بن عتيك لقتل أبي رافع سلام بن أبي الحقيق اليهودي في ذي الحجة من السنة – 15
.الخامسة للهجرة

————————— چھٹی ہجری ————————

.سرية محمد بن مسلمة إلى القرطاء في المحرم من السنة السادسة للهجرة – 16

.سرية عكاشة إلى الغمر في ربيع الأول من السنة السادسة للهجرة – 17

.سرية محمد بن مسلمة إلى ذي القصة في ربيع الآخر من السنة السادسة للهجرة – 18

.سرية أبي عبيدة إلى ذي القصة في ربيع الآخر من السنة السادسة للهجرة – 19

20 – سرية زيد بن حارثة إلى بني سليم بالجموم في ربيع الآخر من السنة السادسة للهجرة.

21 – سرية زيد بن حارثة إلى العيص في جمادى الأولى من السنة السادسة للهجرة.

22 – سرية زيد بن حارثة إلى الطرف في جمادى الآخرة من السنة السادسة للهجرة.

23 – سرية زيد بن حارثة إلى حسمى في جمادى الآخرة من السنة السادسة للهجرة.

24 – سرية زيد بن حارثة إلى وادي القرى في رجب من السنة السادسة للهجرة.

25 – سرية عبد الرحمن بن عوف إلى دومة الجندل في شعبان من السنة السادسة للهجرة.

26 – سرية علي بن أبي طالب إلى فدك في شعبان من السنة السادسة للهجرة.

27 – سرية زيد بن حارثة إلى أم قرفة في رمضان من السنة السادسة للهجرة.

28 – سرية عبد الله بن رواحة إلى أسير بن زارم في شوال من السنة السادسة للهجرة.

29 – سرية كرز بن جابر إلى العرنيين في شوال من السنة السادسة للهجرة.

30 – سرية الخبط في السنة السادسة للهجرة.

31 – سرية بني عبس في السنة السادسة للهجرة.

—————————————— ساتوين هجرى ————————

32 – سرية أبان بن سعيد قبل نجد في السنة السابعة للهجرة.

33 – سرية غالب بن عبد الله الليثي إلى بني ثعلبة في صفرٍ من السنة السابعة للهجرة.

.سرية أبي بكر إلى بني فزارة بنجدٍ في شعبان من السنة السابعة للهجرة – 34

.سرية عمر بن الخطاب إلى تربة في شعبان من السنة السابعة للهجرة – 35

.سرية بشير بن سعدٍ إلى بني مرة بفدك في شعبان من السنة السابعة للهجرة – 36

.سرية غالب بن عبد الله الليثي إلى الميفعة في رمضان من السنة السابعة للهجرة – 37

.سرية بشير بن سعد إلى يمن وجبار في شوال من السنة السابعة للهجرة – 38

.سرية أبي العوجاء السلمي إلى بني سليم في ذي الحجة من السنة السابعة للهجرة – 39

——————————————— آٹھویں ہجری ———————

.سرية غالب بن عبد الله الليثي إلى بني الملوح بالكديد في صفر من السنة الثامنة للهجرة – 40

.سرية غالب بن عبد الله الليثي إلى فدك في صفر من السنة الثامنة للهجرة – 41

.سرية شجاع بن وهب الأسدي إلى بني عامر في ربيع الأول من السنة الثامنة للهجرة – 42

.سرية كعب بن عمير الغفاري إلى ذات أطلاح في ربيع الأول من السنة الثامنة للهجرة – 43

.سرية زيد بن حارثة إلى مدين في السنة الثامنة للهجرة – 44

.سرية مؤتة في جمادى الأولى من السنة الثامنة للهجرة – 45

.سرية ذات السلاسل في جمادى الآخرة من السنة الثامنة للهجرة – 46

.سرية أبي قتادة إلى خضرة في شعبان من السنة الثامنة للهجرة – 47

.سرية أبي حدردٍ إلى الغابة في شعبان من السنة الثامنة للهجرة – 48

.سرية أبي قتادة إلى إضمٍ في رمضان من السنة الثامنة للهجرة – 49

.سرية أسامة بن زيد إلى الحرقات في السنة الثامنة للهجرة – 50

.سرية خالد بن الوليد لهدم العُزى في رمضان من السنة الثامنة للهجرة – 51

.سرية عمرو بن العاص لهدم سواع في رمضان من السنة الثامنة للهجرة – 52

.سرية سعد بن زيد الأشهلي لهدم مناة في رمضان من السنة الثامنة للهجرة – 53

.سرية خالد بن الوليد إلى بني جذيمة في شوال من السنة الثامنة للهجرة – 54

.سرية قيس بن سعد بن عبادة إلى صُداءٍ في السنة الثامنة للهجرة – 55

.سرية أوطاس في شوال من السنة الثامنة للهجرة – 56

.سرية الطفيل بن عمرو الدوسي لهدم ذي الكفين في شوال من السنة الثامنة للهجرة – 57

—————————— نوين ہجری ———————

.سرية عيينة بن حصن إلى بني تميم في المحرم من السنة التاسعة للهجرة -58

.سرية قطبة بن عامر إلى خثعم في صفر من السنة التاسعة للهجرة – 59

.سرية الضحاك بن سفيان إلى القرطاء في ربيع الأول من السنة التاسعة للهجرة – 60

.سرية علقمة بن مجزر إلى الأحباش بجدة في ربيع الآخر من السنة التاسعة للهجرة – 61

.سرية علي بن أبي طالب لهدم الفلس في ربيع الآخر من السنة التاسعة للهجرة – 62

.سرية عكاشة بن محصن إلى الجناب في ربيع الآخر من السنة التاسعة للهجرة – 63

.سرية طلحة بن عبيد الله لحرق بيت سويلم اليهودي في رجب من السنة التاسعة للهجرة – 64

.سرية خالد بن الوليد إلى أكيدر ملك دومة في رجب من السنة التاسعة للهجرة – 65

.سرية خالد بن الوليد إلى خثعم في السنة التاسعة للهجرة – 66

.سرية أبي سفيان والمغيرة بن شعبة لهدم اللات في رمضان من السنة التاسعة للهجرة – 67

.سرية خالد بن سعيد بن العاص إلى اليمن في السنة التاسعة للهجرة – 68

نو ہجری کے بعد — ذو القعدةِ، وذو الحجّةِ، والمحرّمِ، ورجبُ – کی حرمت کا حکم نافذ العمل -——————-

.سرية خالد بن الوليد إلى بني عبد المدان بنجران في ربيع الأول من السنة العاشرة للهجرة – 69

.سريةٌ إلى رعية السحيمي في السنة العاشرة للهجرة – 70

.سيرة علي بن أبي طالب إلى اليمن في رمضان من السنة العاشرة من الهجرة – 71

.سرية جرير بن عبد الله البجلي لهدم ذي الخلصة في رمضان من السنة العاشرة للهجرة – 72

.سرية زيد بن حارثة إلى البلقاء بالشام في صفر من السنة الحادية عشر للهجرة – 73

جب مشرکین کا نظم حدود حرم پر باقی نہ رہا تو واپس وہی نظم الہی حدود حرم پر نافذ کر دیا گیا جو شروع سے حکم تھا کہ چار مہینوں کی حرمت قائم کی جائے

ملحدین کے بقول قرانی آیات میں روز محشر کی مدت پر تضاد ہے

قیامت کے دن کی طوالت کو بیان کرتے ہوئے قرآن سورۃ الحج میں بیان کر رہا ہے کہ

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَن يُخْلِفَ اللَّـهُ وَعْدَهُ وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿47﴾

ترجمہ: اور (یہ لوگ) تم سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور خدا اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ اور بےشک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رو سے ہزار برس کے برابر ہے ۔

:سورۃ السجدۃ میں بیان ہے کہ

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿سورۃ السجدۃ:5﴾
وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھراس دن بھی جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار برس ہو گی وہ انتظام اس کی طرف رجوع کرے گا۔

:ان دونوں آیات کے مقابلے میں اب ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

(سورۃ المعارج: 4)

فرشتے اور اہلِ ایمان کی روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں (اور وہ عذاب) اس دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے.

سورۃ الحج اور سورۃ السجدۃ کی آیات میں تو قیامت کا دن ایک ہزار برس کا قرار دیا جا رہا ہے لیکن سورۃ المعارج کی آیت میں قیامت کی طوالت پچاس ہزار سال کے برابر بیان کی جارہی

ہے،گویا قیامت کے دن کو قرآن کو ایک مقام (سورة الحج: 47، اور السجدة:5) پر ایک ہزار سال کے برابر بیان کر رہا ہے اور دوسرے مقام (سورة المعارج: 5) پر پچاس ہزار سال کے برابر قرار دے دیا۔

پلیز اس کی وضاحت کر دیں
الله آپ کو جزایئے خیر دے امین

جواب
پہلی آیت ہے

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَن يُخْلِفَ اللَّـهُ وَعْدَهُ وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿47﴾

ترجمہ: اور (یہ لوگ) تم سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور الله اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ اور بےشک تمہارے رب کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رو سے ہزار برس کے برابر ہے -

یہاں الله کے نزدیک ایک یوم کی مقدار انسانی نسبت پر کی گئی ہے کہ
الله کے نزدیک ایک دن = انسان کے ہزار سال
برابر ہے

:سورة السجدة میں بیان ہے کہ

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿سورة السجدة:5﴾
وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ (تدبیری حکم پر نتیجہ) اوپر جاتا ہے اس کی طرف ایک دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار برس ہے -

یہاں پر اس کا ترجمہ صحیح کیا گیا ہے کہ جو بھی الله کا حکم ہوتا ہے وہ آسمان سے زمین کی طرف اتا ہے یا واپس اس کا حکم اوپر جاتا ہے جو اگر انسان سفر کرے تو ہزار سال برابر ہے

تیسری آیت ہے

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

(سورة المعارج: 4)

.فرشتے اورالروح اس کے پاس چڑھ جاتے ہیں اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے

اوپر ترجمہ غلط ہے الروح سے مراد ایک واحد الروح ہے جو جبریل ہیں نہ کہ اہل ایمان کی روحیں دوم اس میں قیامت کا ذکر نہیں ہے

یعنی جہاں سے حکم زمین پر اتا ہے وہ مقام اس سے پہلے اتا ہے جہاں تک فرشتے جاتے ہیں

ان تینوں آیات میں کہیں بھی قیامت کا ذکر نہیں ہے پہلی آیت میں صرف عذاب کا ذکر ہے جو مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے

ابو عبید قاسم اس پر ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی الله عنہ سے کسی نے یہ سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں کتاب الله پر وہ نہیں بول سکتا جس کا علم نہ ہو

قال أبو عبيد: حدثنا إسماعيل بن إبراهيم، عن أيوب، عن ابن أبي مليكة، قال: سأل رجل ابن عباس
.عن: يوم كان مقداره ألف سنة؟
.فقال له ابن عباس: فما يوم كان مقداره خمسين ألف سنة؟
.!فقال الرجل: إنما سألتك لتحدثني
.فقال ابن عباس: هما يومان ذكرهما الله في كتابه، الله أعلم بهما
.فكَرِهَ أن يقول في كتاب الله ما لا يعلم

اس کی سند میں ایوب السختیانی ہے جو مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہے ہیں

شیطانی آیات کیا رسول الله صلی الله علیہ وسلم پر القا ہوئیں؟

تفسیر بغوی میں سورہ الحج کی تفسیر میں لکھا ہے
[سورة الحج (22) : الآيات 52 الى 53] وَما أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلا نَبِيٍّ إِلاَّ إِذا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آياتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (52) لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْقاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقاقٍ بَعِيدٍ (53)
قَوْلُهُ تَعَالَى: وَما أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلا نَبِيٍّ إِلَّا إِذا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ، الْآيَةَ.
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْمُفَسِّرِينَ: لَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى «1467» اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَلِّيَ قَوْمِهِ عَنْهُ وَشَقَّ عَلَيْهِ مَا رَأَى مِنْ مُبَاعَدَتِهِمْ عَمَّا جَاءَهُمْ بِهِ مِنَ اللَّهِ تَمَنَّى فِي نَفْسِهِ أَنْ يَأْتِيَهُ مِنَ اللَّهِ مَا يُقَارِبُ بَيْنَهُ
وَبَيْنَ قَوْمِهِ لِحِرْصِهِ عَلَى إِيمَانِهِمْ، فكان يوما في مجلس لقريش فأنزل الله تعالى سورة والنجم فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَلَغَ قَوْلَهُ: أَفَرَأَيْتُمُ اللاَّتَ وَالْعُزَّى (19) وَمَناةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرى (20) [النجم: 19- 20] أَلْقَى الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِهِ بِمَا كَانَ يُحَدِّثُ بِهِ نَفْسَهُ وَيَتَمَنَّاهُ: تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلَى وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لِتُرْتَجَى، فَلَمَّا سَمِعَتْ قُرَيْشٌ ذَلِكَ فَرِحُوا بِهِ وَمَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قِرَاءَتِهِ، فَقَرَأَ السُّورَةَ كُلَّهَا وَسَجَدَ فِي آخِرِ السُّورَةِ فَسَجَدَ الْمُسْلِمُونَ بِسُجُودِهِ وَسَجَدَ جَمِيعُ مَنْ فِي الْمَسْجِدِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَلَمْ يَبْقَ فِي الْمَسْجِدِ مُؤْمِنٌ وَلَا كَافِرٌ إِلَّا سَجَدَ إِلَّا الْوَلِيدُ بْنُ الْمُغِيرَةِ وَأَبُو أُحَيْحَةَ سَعِيدُ بْنُ العاص فَإِنَّهُمَا أَخَذَا حَفْنَةً مِنَ الْبَطْحَاءِ وَرَفَعَاهَا إِلَى جَبْهَتَيْهِمَا وَسَجَدَا عَلَيْهَا لِأَنَّهُمَا كَانَا شَيْخَيْنِ كَبِيرَيْنِ فَلَمْ يَسْتَطِيعَا السُّجُودَ، وَتَفَرَّقَتْ قُرَيْشٌ وَقَدْ سَرَّهُمْ مَا سَمِعُوا مِنْ ذِكْرِ آلِهَتِهِمْ وَيَقُولُونَ قَدْ ذَكَرَ مُحَمَّدٌ آلِهَتَنَا بِأَحْسَنِ الذِّكْرِ، وَقَالُوا قَدْ عَرَفْنَا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَيَخْلُقُ وَيَرْزُقُ وَلَكِنَّ آلِهَتَنَا هذه تشفع لنا عنده، فإن جعل لها محمد نَصِيبًا فَنَحْنُ مَعَهُ، فَلَمَّا أَمْسَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَاذَا صَنَعْتَ لَقَدْ تَلَوْتَ عَلَى النَّاسِ مَا لَمْ آتِكَ بِهِ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَحَزِنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُزْنًا شَدِيدًا وَخَافَ من الله خوفا كبيرا [1] فَأَنْزَلَ اللَّهُ هَذِهِ الْآيَةَ يُعَزِّيهِ وَكَانَ بِهِ رَحِيمًا، وَسَمِعَ بِذَلِكَ مَنْ كَانَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَلَغَهُمْ سُجُودُ قُرَيْشٍ. وَقِيلَ: [قد] [2] أَسْلَمَتْ قُرَيْشٌ وَأَهْلُ مَكَّةَ فَرَجَعَ أَكْثَرُهُمْ إِلَى عَشَائِرِهِمْ، وَقَالُوا: هُمْ أَحَبُّ إِلَيْنَا حَتَّى إِذَا دَنَوْا مِنْ مَكَّةَ بَلَغَهُمْ أَنَّ الَّذِي كَانُوا تُحَدَّثُوا بِهِ [3] مِنْ إِسْلَامِ أَهْلِ مَكَّةَ كَانَ بَاطِلًا فَلَمْ يَدْخُلْ أَحَدٌ إِلَّا بِجِوَارٍ أَوْ مُسْتَخْفِيًا فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ قَالَتْ قُرَيْشٌ: نَدِمَ مُحَمَّدٌ عَلَى مَا ذَكَرَ مِنْ مَنْزِلَةِ آلِهَتِنَا عِنْدَ اللَّهِ فَغَيَّرَ ذَلِكَ وَكَانَ الْحَرْفَانِ اللَّذَانِ أَلْقَى الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَقَعَا فِي فَمِ كُلِّ مُشْرِكٍ فَازْدَادُوا شَرًّا إِلَى مَا كَانُوا عَلَيْهِ، وَشِدَّةً عَلَى مَنْ أَسْلَمَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَما أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَهُوَ الَّذِي يَأْتِيهِ جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ عَيَانًا، وَلَا نَبِيٍّ، وَهُوَ الَّذِي تَكُونُ نُبُوَّتُهُ إِلْهَامًا أو مناما، فكل رَسُولٍ نَبِيٌّ، وَلَيْسَ كُلُّ نَبِيٍّ رَسُولًا. إِلَّا إِذَا تَمَنَّى، قَالَ بَعْضُهُمْ: أَيْ: أَحَبَّ شَيْئًا وَاشْتَهَاهُ وحدّث به نفسه مما لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أمنيته يعني مُرَادِهِ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا حَدَّثَ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي حديثه ما وجد إِلَيْهِ سَبِيلًا، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا تَمَنَّى أَنْ يُؤْمِنَ بِهِ قومه ولم يتمنى ذَلِكَ نَبِيٌّ إِلَّا أَلْقَى الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ مَا يَرْضَى بِهِ قَوْمُهُ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ.

عبداللہ بن عباس اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی اسلام سے بے رغبتی پر انتہائی افسردہ وغمگین تھے، اور قریش کے جانب سے دعوت اسلام کو پزیرائی حاصل نہ ہونے پر سخت مایوس تھے، ان کے دل میں شدت میں سے یہ چاہت تھی کہ اللہ کی جانب سے کوئی ایسا کلام نازل ہو جو موحدین اور مشرکین کے درمیان دوری کو قربت میں تبدیل کردے۔ ایک مرتبہ پیغمبر اسلام بیت اللہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر اللہ کی جانب سے وحی کا نزول شروع ہو اور آپ نے سورة النجم کی قراءت شروع کی اور جب ان آیات تک پہنچے افرأیتم اللات و العزیٰ و مناة الثالثة الاخریٰ تو شیطان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ جاری کرا دئیےتلک الغرانیق العلیٰ و ان شفاعتھن لترتجی ﴿یعنی یہ لات اور منات بہت بلند پایہ کے بت ہیں اور یقیناً ان کی شفاعت بھی اللہ کے ہاں قبول کی جائے گی﴾ مشرکین آپ کی زبان سے اپنے معبودین کے لئے یہ الفاظ سن کر انتہائی مسرور ہوئے پیغمبر اسلام نے اپنی تلاوت مکمل کرنے کے بعد سجدہ تلاوت کیا تو اس مجلس میں موجود تمام مشرکین بھی سجدہ ریز ہو گئے اور بیت اللہ میں موجود کوئی بھی مومن اور مشرک ایسا نہ بچا جو سجدہ ریز نہ ہوا ہو۔ اس مجلس میں موجود ولید بن مغیرہ اور ابواحیحہ سعید بن العاص جو دونوں انتہائی ضعیف تھے اور سجدہ کرنے پر قادر نہ تھے اس لئے دونوں نے زمین سےمشت بھر مٹی اٹھا کر پیشانی سےتک لے گئے اور اس پر سجدہ کیا۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور قریش کے لوگ بے حد خوش ہوئے کہ آج محمد نے پہلی دفعہ قریش کے معبودین کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا اور انہوں نے کہا کہ آج ہمیں معلوم ہوگیا کہ اللہ ہی زندگی اور موت دیتا ہے وہی رزق دیتا ہے اور تخلیق کرتا ہے اور ہمارے یہ معبود یعنی لات و منات اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے، پس اگر محمد ہمارے معبودوں کو ایسے بہتر الفاظ کے ساتھ یاد کرے گا تو ہم بھی اس کے ساتھ ہیں۔ پھر شام کو جبرائیل پیغمبر محمد کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد آج تم نے کیا کیا؟ آج تم نے قریش کے سامنے وہ کلام تلاوت کیا جوتم پر اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوا تھا، یہ سن کر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد غمگین ہوگئے اور ان پر خشیت الہٰی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ تو اللہ کو رحم آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کیلئے یہ آیت نازل کی۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّـهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّـهُ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّـهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے قبل بھی جتنے رسول اور پیغمبر بھیجے ان میں سے ہر ایک ﴿کے ساتھ یہ واقعہ ضرور پیش آیا کہ﴾ جب انہوں نے ﴿اللہ کے کلام کو﴾ پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں اپنی جانب سے الفاظ شامل کر دیئے، پھر اللہ شیطان کےشامل کئے ہوئے الفاظ کوتو ختم کر دیتا ہے اور آپنی آیات کوبرقرار رکھتا ہے اور اللہ تو بہت ہی خبر رکھنے والا اور سیانا ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین مکہ نے کہا محمد ہمارے معبودوں کا اچھے الفاظ میں تذکرہ کرنے پر شرمندہ ہے اس لئے اس نے اپنا کلام بدل لیا۔﴿بحوالہ تفسیر بغوی در تفسیر سورة الحج آیت نمبر ۵۲﴾

لنک

http://library.islamweb.net/newlibrary/display_book.php?flag=1&bk_no=51&surano=22&ayano=52

جواب

جواب یہ واقعہ اپنے اضطراب کے ساتھ کئی اور تفاسیر میں بھی بیان ہوا ہے مثلا

تفسير مقاتل بن سليمان المتوفى ١٥٠ ھ
تفسير يحيى بن سلام المتوفى ٢٠٠ ھ
تفسير الطبرى ٣١٠ ھ
تفسير ابن أبي زَمَنِين المتوفى ٣٩٩ ھ
تفسير الثعلبي، أبو إسحاق المتوفى ٤٢٧ھ

تفسیر بغوی

ان آیات کے الفاظ عربوں میں مشھور تھے اور یہ دیویوں کا بھجن تھے
فَإِنَّ شَفَاعَتَهَا هِيَ الْمُرْتَجَى وَإِنَّهَا لِمَنَ الْغَرَانِيقِ الْعُلَى
یہ تو بلند پرند نما حسین (دیویاں) ہیں اور بے شک ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے

لہذا یہ کوئی ایسی آیات نہ تھی جو مشرکین نہ سنتے ہوں

ابن كثير الدمشقي نے اور الألوسي اس واقعہ کا انکار کیا اور ابن حجر المصري نے اس کا استقرار اور ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس کا کوئی اصل تھا جس پر البانی نے ابن حجر عسقلانی پر جرح کی ہے
ابن تیمیہ نے اس کی تاویل کی ہے اپنے فتاوی ج ١٠ ص ٢٩١ میں کہتے ہیں
قَالَ هَذَا أَلْقَاهُ الشَّيْطَانُ فِي مَسَامِعِهِمْ وَلَمْ يَلْفِظْ بِهِ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
یہ شیطان کا القا تھا مشرکین کے کانوں پر اور یہ رسول الله کے الفاظ نہ تھے
الذھبی نے سير أعلام النبلاء ج 1 ص 149 پر اس کا ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی ہے

الزمخشري معتزلی نے الکشاف میں اس کو بیان کیا ہے کوئی جرح نہیں کی
دكتور عمر عبد السلام التدمري تاريخ ألإسلام از الذھبی پر اپنی تعلیق میں لکھتے ہیں
وقال الحافظ البيهقي في دلائل النبوّة 2/ 62: هذه القصة غير ثابتة من جهة النقل. وبيّن جرح رواتها

وطعن حملة العلم فيهم. وفي «البحر» أنّ هذه القصة سئل عنها محمد بن إسحاق صاحب «السيرة» فقال: هذا من وضع الزنادقة. وقال أبو منصور الماتريديّ: الصّواب أنّ قوله «تلك الغرانيق إلخ» من جملة إيحاء الشيطان إلى أوليائه من الزّنادقة، والرسالة بريئة من هذه الرواية.

وقال القاضي عياض في الشفاء 2/ 28: يكفيك أنّ هذا الحديث لم يخرجه أحد من أهل الصّحة، ولا رواه ثقة بسند سليم متصل، مع ضعف نقلته، واضطراب رواياته، وانقطاع إسناده، واختلاف كلماته.

وقد فصّل القاضي عياض عدم صحّة هذه الرواية من عدّة وجوه يحسن مراجعتها. في كتابه الشفاء 2/ 116- 123، وانظر تفسير القرطبي 12/ 82، والنويري في نهاية الأرب 16/ 235- 241.

بیہقی نے دلائل النبوہ میں کہا ہے یہ قصہ غیر ثابت ہے نقلی لحاظ سے اور البحر از أبو حیان میں ہے کہ ابن اسحاق سے اس قصہ پر سوال ہوا تو کہا یہ زنادقه کا گھڑا ہوا ہے اور ابو منصور ماتریدی کہتے ہیں ٹھیک یہ قول ہے کہ تلک الغرانیق کا قول شیطان کی اپنے اولیاء پر وحی ہے اور قاضی عیاض کہتے ہیں یہی کافی ہے کہ اہل صحت میں سے کسی نے اس کی تخریج نہیں کی نہ اس کے راوی متصل سند ہیں ثقاہت کے ساتھ پھر انکا نقل میں کمزور ہونا ہے اور روایات کا اضطراب ہے اور اسناد میں انقطاع ہے اور کلمات کا اختلاف ہے انتھی

اس پورے قصے کو محمد بن قیس بن مخرمة اور محمد بن کعب سے محمد بن السائب بن بشر الكلبی المتوفی ١٤٦ ھ منسوب کرتا ہے اسی طرح أبي العالية البصری المتوفی ٩٣ ھ، السدی کوفی مَولَى قَيس بْن مَخرَمَة المتوفی ١٢٧ ھ ، قتادہ بصری المتوفی ١١٨ ھ نے بھی اس پر تبصرے کیے ہیں اس کے علاوہ اس کو عثمان بن الأسود مکی المتوفی ١٥٠ھ ، عن سعيد بن جبير المتوفی ٩٥ ھ ، عن ابن عباس کی سند سے بھی بیان کیا گیا ہے مثلا اسباب النزول الواحدی میں اور ابن مردویه میں

اسی طرح أبي بشر جعفر بن إياس بصری المتوفی ١٢٦ ھ کی سند سے یہ سعید بن جبیر کا مرسل قول ہے

لہذا سب سے پہلے اس واقعہ کا ذکر بصریوں مثلا رفيع بْن مهران بصري المعروف بأبي العالية الرياحي المتوفی ٩٠ یا ٩٣ ھ نے مرسل روایت کیا ہے اور قتادہ البصری المتوفی ١١٨ھ نے روایت کیا ہے – قتادہ خود بھی أَبُو الْعَالِيَةِ البصری کے شاگرد ہیں دونوں مدلس ہیں -ایک طرف تو بصرہ میں اس کو قتادہ بیان کرتے ہیں دوسری طرف مکہ میں سعید بن جبیر المتوفی ٩٥ ھ بھی ابن عباس سے اس کو روایت کرتے ہیں- یعنی لگ بھگ سن ٨٠ ھ کے بعد اس قصہ کا دور شروع ہوا اور اس کا گڑھ بصرہ تھا وہاں سے یہ مکہ پہنچا اور اس کو ابن عباس رضی الله سے منسوب کیا گیا ہے

کتاب المعرفة والتاريخ: 148/2 از الفسوی کے مطابق شعبہ نے کہا

لم يسمع قتادة من أبي العالية إلا ثلاثة أشياء. قلت ليحيى عدها، قال قول علي رضي الله عنه القضاه ثلاثة، وحديث: لا صلاه بعد العصر، وحديث يونس بن متى.

قتادہ نے ابی العالیہ سے صرف تین چیزیں سنیں میں نے یحیی سے کہا ان کو گن دیجیے کہا علی رضی الله عنہ کا قول فیصلوں کے بارے میں اور حدیث کہ عصر کے بعد نماز نہیں اور حدیث یونس بن متی

یعنی بصرہ میں اس روایت کا منبع قتادہ ہوئے جو اس کا ذکر کرتے ہیں یہ سخت مدلس تھے اور روایت جس سے سن لیں اس کا نام بعض اوقات نہیں لیتے

قتادہ نے "لم يلق سَعِيد بن جبير، ولا مجاهدا ولا سُلَيْمان بن يسار" :امام یحیی بن معین نے فرمایا سعید بن جبیر، مجاہد، اور سلیمان بن یسار میں سے کسی کو نہیں پایا۔ سوالات ابن الجنید: ص

یعنی سعید بن جبیر المتوفی ۹۵ ھ کو یہ روایت قتادہ سے نہیں ملی

اس کی دو سندیں ہیں

أَبِي بِشْرٍ بصری (جعفر بن إياس، وهو ابن أبي وَحْشِيَّة المتوفی ۱۲٤ ھ)، عَن سَعِيد بْنِ جُبَيرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

المعجم الکبیر از طبرانی اور مسند البزار

اور

عُثْمَانُ بْنُ الأَسْوَدِ المکی المتوفی ۱٤۷ ھ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

یعنی ایک بصری اور ایک مکی نے اس روایت کو سعید بن جبیر سے منسوب کیا ہے اس میں جعفر بن ایاس کو محدثین ثقہ کہتے ہیں اور عُثْمَانُ بْنُ الأَسْوَدِ کو بھی ثقہ کہتے ہیں

یعنی محدثین کے مطابق اس روایت کا بار سعید بن جبیر نے اٹھا لیا کیونکہ اس کی سند میں ثقات ہیں ابن عباس رضی الله عنہ کے شاگردوں میں اس کو صرف سعید بن جبیر ہی روایت کرتے ہیں

حجاج بن یوسف نے سعید بن جبیر کو قتل کیوں کیا؟ اس سوال کا جواب شاید یہ روایت ہے

روایت پسندی صحیح نہیں ہے سنن دارمی کی روایت ہے

أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ حَدَّثَ يَوْمًا بِحَدِيثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَجُلٌ: فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا يُخَالِفُ هَذَا، قَالَ: «لَا أُرَانِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُعَرِّضُ فِيهِ بِكِتَابِ اللَّهِ، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَ بِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْكَ»

سعید بن جبیر نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہہ دیا : قرآن میں اس کےخلاف بات موجود ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا : میں تجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تو اس کے خلاف اللہ کی کتاب پیش کر رہا ہے ! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب کے مندرجات کو تجھ سے بڑھ کر جانتے تھے۔

آج علماء یہی کہہ رہے ہیں کہ غرانیق والی روایت باوجود یہ کہ سعید بن جبیر سے ثقات نے روایت کی ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن میں اس کے خلاف موجود ہے کہ رسول الله سے غلطی نہیں ہو سکتی لہٰذا راقم کہتا ہے اس قسم کی روایات کا بار راویوں پر ہے

البانی نے نصب المجانيق لنسف قصة الغرانيق میں اس کی اسناد کو جمع کیا اور کہا ہے کہ تمام ضعیف ہیں بلکہ موضوع ہیں – علماء جو اس روایت کے خلاف ہیں وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ قتادہ یا سعید بن جبیر نے اس قسم کی فضول روایت کیوں بیان کیں- سورہ حج کی آیات مدنی ہیں اور سورہ النجم مکی سورہ ہے ظاہر ہے اتنے طویل عرصے کے بعد اس پر تبصرہ کوئی معنی نہیں رکھتا

سورہ الحج کی آیات ہے

وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ

جو ہماری نشانیوں کو ناکام کرنے کی کوشش کررہے ہیں وہ جہنم کے لوگ ہیں اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی نبی و رسول نہ بھیجا سوائے اس کے کہ جب وہ تمنا (خواہش) کرے تو شیطان اس کی تمنا میں اپنا القا ڈالے پھر ہم مستحکم کرتے ہیں اپنی نشانیوں کو اور اللہ بہت جاننے والا حکمت والا ہے تاکہ شیطان نے جو القا کیا ہے اس کو ان لوگوں کے لئے فتنہ بنا دے جن کے دلوں میں مرض ہے اور ان کے دلوں کی کاٹ بنا دے اور بے شک ظالم لوگوں کے لئے علیحدگی کی دوری ہے

یعنی ہر نبی و رسول کی خواہش میں شیطان نے اپنی خواہش ملانے کی کوشش کی اور اللہ نے اپنی نشانیوں کو اثبات عطا کیا آیات کا سیاق و سباق ہے کہ مدینہ میں مسلمانوں کو مشرکین مکہ سے قتال کی اجازت دی گئی ہے مشرکین عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ اپنی نشانیوں کو مستحکم کر رہا ہے کہ اس نے رسول اللہ کو پہلے ہی خبر دی تھی کہ اللہ انکی مدد کرے گا لیکن رسول کی خواہش تھی کہ سارے مشرکین مسلمان ہو جائیں شیطان نے اس تمنا کو بڑھاوا دیا اوراللہ نے اس تمنا میں شیطانی القا کو ختم کر دیا اور ظالم لوگ یعنی منافقین کے دلوں کا روگ بنا دیا

انبیاء میں خواہش و تمنا ہوتی ہے کہ کوئی شخص ایمان لے آئے لیکن وہ بد نصیب نہیں لاتا مثلا نوح علیہ السلام کا بیٹا یا ابو جھل وغیرہ جن پر انبیاء کو خواہش تھی کہ ایمان لائیں لیکن نہیں لائے یہی القا شیطانی ہے کہ اللہ کہتا ہے وہ باطل کی کمر توڑ دے گا لیکن نبی کو خواہش ہوتی کہ سب ایمان لائیں

تخلیق کائنات پر سوال ہے

الذی خلق السماوات والارض و ما بینهما فی ستةایام ثم الستوی علی العرش الرحمن فاسال به « خبیرا »
الفرقان ۵۹
اس آیت کا اور سورة فصلت کا آیات ۱۲/۱۱/۱۰/۹ جمع اور تطبیق کیسے کریے پلیز و ضاحت کردے
جزاکم الله خیرا

جواب

الله تعالی نے سورہ فرقان میں کہا
وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے بیچ ہے چھ دن میں خلق کیا پھر عرش پر مستوی ہوا

اور سورہ فصلت میں جو تفصیل ہے اس کے مطابق

دو دن میں زمین اور اس کے پہاڑ سورہ فصلت ۹ سے ۱۰
(یعنی مٹی ، تحت الثری کا لاوا چٹانیں اور پہاڑ)

تیسرا چوتھا پانچواں اور چھٹا دن

تیسرے دن کو ملا کے اگلے چار دن میں زمین کا سب سامان معیشت سورہ فصلت ۱۰
اور ساتھ ہی ان چار دنوں میں سے دو دن میں سات آسمان بنائے سورہ فصلت ۱۱

(یعنی افلاک اور زمینی نباتات جو سورج پر منحصر ہیں یہ سب ملا کر چار دن میں بنے)

———–

نوٹ
یاد رہے کہ سائنس کے مطابق پودے اور درخت سورج کی روشنی چاہتے ہیں اس لئے آسمان

میں سورج اور زمین پر بناتات کا ایک بہت گہرا تعلق ہے ان کو ایک ساتھ بنایا گیا
سورج اور زمین کا فاصلہ اور زمین کا ۲۳ ڈگری کا جھکاؤ بہت اہم ہے تھوڑی سی تبدیلی کی صورت میں تمام بناتات بھسم ہو جائیں گی

سورہ نسأ آیت 24 کے تفسیر کر دیں

عن ابو سعید الخدری قال: اصبنا نسأ من بیسی أوطاس لهن أذواج فکر هنا أن نقع علیهن و لهن أذواج فسألنا النبی فنزلت و المحصنات.....سورہ نسأ آیت ۲۴
تفسیر طبری جلد ۵/مسلم،نسایی،ابوداود
کیا یہ روایت صحیح ہے؟

جواب

یہ روایت ترمذی مسند احمد میں بھی ہے
حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ البَتِّيُّ، عَنْ أَبِي الخَلِيلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قَالَ: أَصَبْنَا سَبَايَا يَوْمَ أَوْطَاسٍ وَلَهُنَّ أَزْوَاجٌ فِي قَوْمِهِنَّ، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَتْ: " {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ} [النساء: 24] "

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ جنگ اوطاس میں ہمیں کچھ ایسی قیدی عورتیں ہاتھ آئیں جن کے شوہر ان کی قوم میں موجود تھے، تو لوگوں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، اس پر آیت «والمحصنات من النساء إلا ما ملكت أيمانكم» نازل ہوئی۔
امام ترمذی کہتے ہیں: ۱- یہ حدیث حسن ہے، ۲- ثوری نے عثمان بتی سے اور عثمان بتی نے ابوالخلیل سے اور ابوالخلیل نے ابو سعید خدری رضی الله عنہ کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کی، ۳
امام ترمذی کہتے ہیں: اس حدیث میں علقمہ سے روایت کا ذکر نہیں ہے۔ (جب کہ پچھلی سند میں ہے) اور میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس حدیث میں ابوعلقمہ کا ذکر کیا ہو سوائے ہمام کے، ۴- ابوالخلیل کا نام صالح بن ابی مریم ہے۔

صحیح مسلم میں ہے
حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ

قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، " أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا إِلَى أَوْطَاسَ، فَلَقُوا عَدُوًّا، فَقَاتَلُوهُمْ فَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ، وَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا، فَكَأَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ: {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ} [النساء: 24]، أَيْ: فَهُنَّ لَكُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ

اور سنن ابو داود میں ہے

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ،عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"بَعَثَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعْثًا إِلَى أَوْطَاسَ، فَلَقُوا عَدُوَّهُمْ فَقَاتَلُوهُمْ فَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا، فَكَأَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي ذَلِكَ: وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ سورة النساء آية 24، أَيْ فَهُنَّ لَهُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ".

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن مقام اوطاس کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تو وہ لشکر اپنے دشمنوں سے ملے، ان سے جنگ کی، اور جنگ میں ان پر غالب رہے، اور انہیں قیدی عورتیں ہاتھ لگیں، تو ان کے شوہروں کے مشرک ہونے کی وجہ سے بعض صحابہ کرام نے ان سے جماع کرنے میں حرج جانا، تو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں یہ آیت نازل فرمائی: «والمحصنات من النساء إلا ما ملكت أيمانكم» "اور (حرام کی گئیں) شوہر والی عورتیں مگر وہ جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں" (سورة النساء: ۲۴) تو وہ ان کے لیے حلال ہیں جب ان کی عدت ختم ہو جائے۔

سنن نسائی میں ہے

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر اوطاس کی طرف بھیجا ۱؎ وہاں ان کی دشمن سے مڈبھیڑ ہو گئی، اور انہوں نے دشمن کا بڑا خون خرابہ کیا، اور ان پر غالب آ گئے، انہیں ایسی عورتیں ہاتھ آئیں جن کے شوہر مشرکین میں رہ گئے تھے، چنانچہ مسلمانوں نے ان قیدی باندیوں سے صحبت کرنا مناسب نہ سمجھا، تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: «والمحصنات من النساء إلا ما ملكت أيمانكم» "اور (حرام کی گئیں) شوہر والی عورتیں مگر وہ جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں" (النساء: ۲۴) یعنی یہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں جب ان کی عدت پوری ہو جائے۔

تخریج دارالدعوہ: صحیح مسلم/الرضاع ۹ (۱۴۵۶)، سنن ابی داود/النکاح ۴۵ (۲۱۵۵)، سنن الترمذی/تفسیر سورة النساءۀ (۳۰۱۷)، (تحفة الأشراف: ۴۴۳۴) (صحیح)

البانی اور شعَیب الأرنؤوط اس کو صحیح کہتے ہیں امام ترمذی حسن کہتے ہیں اس کی سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ والی سند صحیح سمجھی گئی ہے

راقم کہتا ہے اس روایت کی سند معلول ہے اس میں علت ہے سند میں یزید بن زریع ہیں جنہوں نے سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ سے اختلاط میں سنا ہے

ابن حجر تہذیب میں کہتے ہیں

وقال ابن السكن كان يزيد بن زريع يقول اختلط سعيد في الطاعون يعني سنة 132 وكان القطان ينكر ذلك ويقول إنما اختلط قبل الهزيمة قلت والجمع بين القولين ما قال أبو بكر البزار أنه ابتدأ به الاختلاط سنة "133" ولم يستحكم ولم يطبق به وأستمر على ذلك ثم استحكم به أخيرا

اور ابن السکن کہتے ہیں یزید بن زریع نے کہا سعید بن ابی عروبہ کو اختلاط طاعون پر سن ۱۳۲ میں ہوا اور القطان نے اس کا انکار کیا اور کہا ہزیمت پر ہوا اور ان اقوال میں اس طرح جمع ممکن ہے جو البزار نے کہا کہ ان کے اختلاط کی ابتداء سن ۱۳۳ میں ہوئی لیکن مستحکم نہ تھی اور اس میں استحکام ہوتا گیا یہاں تک کہ آخر میں مستحکم ہو گیا

ابن حجر کے مطابق سن ۱۳۳ میں سعید کو اختلاط شروع ہو چکا تھا اور کلابازی کے مطابق سن ۱۳۹ ھ میں ابن زریع نے سنا

الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد از أبو نصر البخاري الكلاباذي (المتوفى: 398هـ) کے مطابق

وَقَالَ الْغلابِي نَا ابْن حَنْبَل قَالَ نَا يزِيد قَالَ مر بِنَا سعيد بن أبي عرُوبَة قبل سنة 39 فسمعنا مِنْهُ

الْغلابِي کہتے ہیں ابن حنبل نے کہا ہم سے یزید نے بیان کیا کہ سعید ہمارے پاس ۱۳۹ ھ سے پہلے گزرے جب ہم نے سنا

یعنی یزید کا سماع ۱۳۳ سے ۱۳۹ کے درمیان بھی ہے جو سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ کا عالم اختلاط ہے

طحاوی مشکل الآثار میں اس کو پیش کرتے ہیں پھر کہتے ہیں اس آیت کے مفہوم پر اصحاب رسول کا اختلاف ہے
قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَقَدْ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ اخْتَلَفُوا فِي الْمُحْصَنَاتِ الْمُرَادَاتِ بِمَا ذُكِرَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ مَنْ هُنَّ؟ فَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي ذَلِكَ:

اور اصحاب رسول نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ اس میں الْمُحْصَنَاتِ سے کون مراد ہے پس علی اور ابن مسعود رضی الله عنہما نے روایت کیا ہے

قَدْ حَدَّثَنَا أَبُو شُرَيْحٍ، وَابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ} [النساء: 24] ، قَالَ عَلِيٌّ: " الْمُشْرِكَاتُ إِذَا سُبِينَ حَلَلْنَ بِهِ " وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: " الْمُشْرِكَاتُ وَالْمُسْلِمَاتُ " قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَكَانَ تَأْوِيلُ هَذِهِ الْآيَةِ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمُحْصَنَاتُ الْمَسْبِيَّاتُ الْمَمْلُوكَاتُ بِالسِّبَاءِ، وَكَانَ عِنْدَ ابْنِ مَسْعُودٍ [ص:75] عَلَى اللَّاتِي طَرَأَتْ عَلَيْهِنَّ الْإِمْلَاكُ مِنَ الْإِمَاءِ بِالسِّبَاءِ وَبِمَا سِوَاهُ، وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَانَ يَقُولُ: بَيْعُ الْأَمَةِ طَلَاقُهَا، وَقَدْ تَابَعَهُ عَلَى ذَلِكَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس آیت میں الْمُحْصَنَاتِ سے مراد مشرکہ عورتیں اور مسلمان عورتیں ہیں
اور علی سے مروی ہے کہ یہاں مشرکہ ہیں جب وہ حلال ہو جائیں

ابن عباس کہتے ہیں
فَكَانَ الْمُحْصَنَاتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ الْمُرَادَاتُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ هُنَّ الْأَرْبَعُ اللَّاتِي يَحْلِلْنَ لِلرَّجُلِ
اس میں وہ عورتیں ہیں جو آدمی کے لئے چار ہیں

یعنی ایک مرد چار شادیاں کر سکتا ہے اگر اس کی ابھی چار بیویاں ہیں تو وہ مزید نہیں لے سکتا

اس کے بعد طحاوی نے اس میں علی رضی الله عنہ کا قول پسند کیا ہے

آیت وَما كانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ اس لئے نازل ہوئی کہ چادر مال غنیمت میں نہیں ملی؟

اور نہیں ہے کسی نبی کی شان یہ کہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا اور لے کرآئے گا (اپنے ہمراہ) خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن پھر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا

(آل عمران آیت 161)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ 599 پر لکھا ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ غزوہ بدر کے مال غنیمت سے ایک چادر گم ہو گئی تو صحابہ کرام نے گمان کیا کہ شاید حضور نے یہ چادر لے لی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فر مائی

جواب   تفسیر ابن کثیر کا اقتباس ہے

وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْمُسَيَّبُ بْنُ وَاضِحٍ، حَدَّثَنَا أبو إسحاق الفزاري عن سفيان بن خَصِيفٍ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: فَقَدُوا قَطِيفَةً يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالُوا: لَعَلَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَما كانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ أَيْ يخون.
وقال ابن جرى «2» : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا خَصِيفٌ، حَدَّثَنَا مِقْسَمٌ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ وَما كانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ نَزَلَتْ فِي قَطِيفَةٍ حَمْرَاءَ فُقِدَتْ يَوْمَ بَدْرٍ، فقال بعض الناس: لعل رسول الله أخذها، فَأَكْثَرُوا فِي ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَما كانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِما غَلَّ يَوْمَ الْقِيامَةِ وَكَذَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ جَمِيعًا عَنْ قُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ بِهِ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ، عَنْ خَصِيفٍ، عَنْ مِقْسَمٍ يَعْنِي مُرْسَلًا.

ان روایات کی سند مظبوط نہیں ہے خُصَيْفُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مختلف فیہ ہے اس کا تفرد ہے بعض نے اس کو ثقہ کہا ہے لیکن

الامام أحمد ضعيف الحديث
وقال النسائي ليس بالقوي
ونقل ابن أبي حاتم عن يحيى بن سعيد أنه قال: كنا تلك الأيام نتجنب حديث خصيف وما كتبت عن خصيف بالكوفة شيئا إنما كتبت عن خصيف بأخرة وكان يحيى يضعف خصيفا.

یہ راوی آخری عمر میں اختلاط کا شکار تھا لہذا اس روایت سے دلیل نہیں لی جا سکتی

آیت يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ کیا علی کے حوالے سے ہے ؟

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

﴿67﴾

اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجیئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی، اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا بےشک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

شعیوں کے مطابق یہ آیت غدیر میں نازل ہوئی اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حکم تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ (سنہ2 ھجری) کا ہے۔ اس آیت کے نازل ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے سے سر نکال کر چوکیداروں سے فرمایا: جاؤ اب میں اللہ کی پناہ میں آگیا، تمہاری چوکیداری کی ضرورت نہیں رہی ۔

(سنن ترمذي:3046، قال الشيخ الألباني:صحيح)

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یہ آیت آخری دنوں کی ہے ۔ تو پھر اس حدیث کی تطبیق یا تاویل کیسے ہوگی۔

جواب

اہل سنت کے مطابق الله کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہادر اور نڈر تھے لیکن روافض کے نزدیک ایسا نہیں تھا ان کے نزدیک علی کی امامت کا حکم معراج پر دیا گیا لیکن رسول الله نے اس کو امت پر پیش نہیں کیا اس کے بعد آخری دور میں حجه الوداع سب سے اہم موقعہ تھا کہ یہ کیا جاتا لیکن وہاں بھی اعلان نہ کیا یہاں تک کہ الله تعالی نے حکم کیا اور غدیر خم پر واپس جانے والے قافلے کو رکنے کا حکم دیا گیا اور عجلت میں علی کے بارے میں تقریر کی

جس کی روایات ہم تک پہنچی ہیں
اہل سنت کے مطابق غدیر خم پر علی پر معترض اصحاب رسول جو یمن سے انے تھے ان کی تالیف کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر کی
اہل تشیع کے مطابق علی کی امامت و وصی ہونے پر نص ظاہر ہوئی کہ مولی کہہ دیا

دما دم مست قلندر کی طرح شیعہ حضرات نے اس روایت کے اتنے طرق پیش کیے کہ یہ حد تواتر تک جا پہنچے لیکن اہل سنت پھر بھی مان کے نہیں دیے
کتاب تذکرہ الحفاظ میں الذہبی کہتے ہیں کہ
اس کے کثرت طرق نے مجھے ششدر کر دیا

محدثین نے کہا کہ اس کا پھیلنا ہی اس کا ضعیف ہونا ہے
نصب الراية لأحاديث الهداية از الزيلعي (المتوفى: 762هـ) نے کہا
وَحَدِيثِ: مَنْ كُنْت مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ3، بَلْ قَدْ لَا يُزِيدُ الْحَدِيثَ كَثْرَةُ الطُّرُقِ إلَّا ضَعْفًا
اور حدیث میں جس کا دوست اس کا علی دوست بلکہ اس نے کثرت طرق ہونے نے اس کے ضعف میں اضافہ کیا

اب ایک ہی رستہ رہا کہ ثابت کیا جائے کہ قران میں اس پر آیت ہے لہذا ڈھونڈ ڈھانڈ کے سورہ المائدہ کی یہ آیت ملی
اس آیت کا سیاق و سباق اہل کتاب کے حوالے سے ہے انہی کا ذکر ہے

سورہ المائدہ سن ۹ ہجری کی ہے حج ۱۰ ہجری میں ہوا
گویا سورہ المائدہ کی یہ آیت ایک سال بعد آئی جس میں خود علی کا ذکر نہیں ہے

تفسیر المنار میں رشید رضا کہتے ہیں
وَقَدِ اخْتَلَفَ مُفَسِّرُو السَّلَفِ فِي وَقْتِ نُزُولِ هَذِهِ الْآيَةِ، فَرَوَى ابْنُ مَرْدَوَيْهِ، وَالضِّيَاءُ فِي الْمُخْتَارَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبُو الشَّيْخِ، عَنِ الْحَسَنِ، وَعَبْدِ بْنِ حُمَيْدٍ، وَابْنِ جَرِيرٍ، وَابْنِ أَبِي حَاتِمٍ، وَأَبُو الشَّيْخِ، عَنْ مُجَاهِدٍ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَوَائِلِ الْإِسْلَامِ وَبَدْءِ الْعَهْدِ بِالتَّبْلِيغِ الْعَامِّ، وَكَأَنَّهَا عَلَى هَذَا الْقَوْلِ وُضِعَتْ فِي آخِرِ سُورَةٍ مَدَنِيَّةٍ لِلتَّذْكِيرِ بِأَوَّلِ الْعَهْدِ بِالدَّعْوَةِ فِي آخِرِ الْعَهْدِ بِهَا، وَرَوَى ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ، وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ، وَابْنُ عَسَاكِرَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهَا نَزَلَتْ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ فِي عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ. وَرَوَتِ الشِّيعَةُ عَنِ الْإِمَامِ مُحَمَّدٍ الْبَاقِرِ أَنَّ الْمُرَادَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ النَّصُّ عَلَى خِلَافَةِ عَلِيٍّ بَعْدَهُ، وَأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخَافُ أَنْ يَشُقَّ ذَلِكَ عَلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ، فَشَجَّعَهُ اللهُ تَعَالَى بِهَذِهِ الْآيَةِ.

اور سلف میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ آیت (يا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ) کب نزول ہوئی پس ابن مردویہ اور الضیاء المختارہ میں ابن عباس سے مروی ہے اور ابو الشیخ میں حسن سے اور تفسیر عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ میں مجاہد سے جو دلالت کرتا ہے کہ یہ اسلام کے شروع میں نازل ہوئی ... اور پھر یاد دہانی کے کے آخری مدنی سورت میں بھی اس کو نازل کیا گیا ... اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ یہ غدیر خم پر علی کے لئے نازل ہوئی – اور شیعوں نے روایت کیا امام الباقر سے کہ اس میں بما انزل الیہ سے مراد علی کی خلافت پر نص ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوف زدہ رہتے کہ ان کے بعض اصحاب پر یہ گراں گزرے گا پس اللہ نے ان کو اس آیت سے حوصلہ دیا

کتاب تفسير الحديث از دروزة محمد عزت کے مطابق
فقد روى الطبرسي المفسر الشيعي عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس وعن جابر بن عبد الله أن الله أمر رسوله بتنصيب علي رضي الله عنه إماما بعده، فتخوّف أن يقول الناس إنه حابى ابن عمه فأنزل الله الآية فأعلن النبي بعد نزولها في غدير خمّ ولاية علي

اور الطبرسی شیعہ مفسر نے عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس وعن جابر بن عبد الله کی سند سے روایت کیا ہے کہ اللہ نے رسول اللہ کو حکم کیا کہ علی کو اپنے بعد امام مقرر کر دیں، پس وہ خوف زدہ ہوئے کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے چچا زاد کو مقرر کیا پس اللہ نے آیت نازل کی اور اس آیت کے نزول کے بعد نبی نے علی کی ولایت پر اعلان کیا غدیر خم پر

یہ روایات خود شیعہ مثلا الکلبی وغیرہ کی سند سے ہیں لہذا یہ تفسیری اقوال اہل سنت میں رواج نہ پا سکے اور ان کو ہمیشہ مخالف کا جذباتی پروپگنڈا ہی سمجھا گیا ہے

اگر ایسا ہوتا تو صحیح اسناد سے یہ بات پہنچ جاتی

دوم ابو سعید الخدری اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما جو من کنت مولاہ کے راوی تھے انہوں نے ال علی کو کبھی بھی امامت و خلافت کا حق دار نہ سمجھا بلکہ یزید بن معاویہ کی بیعت کی

سورہ المائدہ کی آیت اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي حجه الوداع پر آئی یعنی دین مکمل ہوا اس کی بنیادی تعلیمات پہنچ گئیں اب یہ عجیب بات نہیں کہ امت کو امامت جیسے اہم عقیدہ کا پتا ہی نہیں اور دین مکمل ہو گیا؟

کیا کوئی جنت یا جہنم میں داخل ہونے کے بعد باہر آسکتا ہے؟

کیا کوئی جنت یا جہنم میں داخل ہونے کے بعد باہر آسکتا ہے؟اورکفار کے رفاہی کاموں کا کیا حکم ہے؟

سورہ "ہود" کی آیت نمبر (106، 107) کے مطابق جہنمی ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے، اور کبھی باہر نہیں نکل پائیں گے، جبکہ میں نے "صحیح بخاری "میں پڑھا ہے کہ کچھ جہنمیوں پر اللہ تعالی احسان کرتے ہوئے انہیں جنت میں داخل کردیگا ، اس لئے کہ ان کے دل میں کچھ نہ کچھ ایمان ہوگا، تو ان دونوں میں سے کون سی بات ٹھیک ہے؟

جواب

سورہ الھود میں آیات ہیں

فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ (106) خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ (107)

جو شقی ہیں وہ اگ میں ہوں گے وہاں ان کے لئے زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ہے
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین باقی ہیں الا یہ کہ تمہارا رب کچھ چاہے بے شک وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

شقی سے مراد مشرک و کافر ہیں

میں نے "صحیح بخاری "میں پڑھا ہے کہ کچھ جہنمیوں پر اللہ تعالی احسان کرتے ہوئے انہیں جنت میں داخل کردیگا ، اس لئے کہ ان کے دل میں کچھ نہ کچھ ایمان ہوگا

یعنی یہ ایمان والے مومن ہوں گے چاہے کم ایمان ہی ہو ان کو نکال لیا جائے گا کیونکہ یہ شقی نہیں ہوں گے

و اللہ اعلم

يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت يا پھر عنكن ؟

ایک تفسیر میں تھا کہ:الاحزاب آیت ۳۳ (یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت) یہ صرف علی،فاطمه،اور امام حسن اور امام حسین کے لئے ہے- ازواج رسول اللہ کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر ازواج رسول اللہ کے لئے ہوتا تو ضمیر مونث [عنکن] ہوتا تا کہ سیاق و سباق تھیک بنتا
پلیز وضاحت کردے
جزاکم اللہ خیرا

جواب

قرآن نے سارہ علیہ السلام کو اہل بیت کہا ہے
سوره الھود میں ہے
قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
فرشتوں نے کہا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو اللہ کی رحمت و برکت ہے تم پر اے اہل بیت بے شک وہ حمید و مجید ہے

یعنی ایک عورت بھی اہل بیت میں سے ہیں

یہ سادہ عربی ہے ہم کہتے ہیں گھر والی یا گھر والے تو کیا اس میں بیوی شامل نہیں ہوتی ؟

مونث کے لئے جمع کا صیغہ بھی اتا ہے
یرید اللہ لیذھب عنگم الرجس اھل البیت
عنکم میں جمع کا صیغہ ہے

بعض اوقات دو پر بھی جمع کا صیغہ اتا ہے
{وهل أتاك نبأ الخصم إذ تسوروا المحراب} (ص:21)
اور کیا تم کو خبر پہنچی جھگڑے گی جب وہ محراب میں چڑھ آئے

ابن عاشور التحریر و التنویر میں لکھتے ہیں
وأكثر استعمال العرب وأفصحه في ذلك أن يعبروا بلفظ الجمع مضافاً إلى اسم المثنى لأن صيغة الجمع

قد تطلق على الاثنين في الكلام فهما يتعاوران
اور عرب اکثر استعمال میں اور فصاحت کرتے ہوئے عبارت کرتے ہیں لفظ جمع سے جو مضاف ہوتا ہے اسم المثنی پر کیونکہ جمع کا صیغہ کا اطلاق تثنیہ پر کلام میں ہوتا ہے

اسی طرح قرآن میں ہے
وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا
چور اور چورنی کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں

یہاں دو ہیں چور اور چورنی لیکن أَيْدِيَهُمَا میں جمع ہے

یعنی دو کے لئے جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے اب چاہے یہ مرد ہوں یا عورتیں

رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی اس آیت کے نزول کے وقت یہ ازواج تھیں
سودہ بنت زمعہ رضی الله عنہا
عائشہ رضی الله عنہا
حفصہ بنت عمر رضی الله عنہا
زینب بنت جحش رضی الله عنہا

یہ چار امہات ہیں ان پر جمع کا صیغہ بولا جا سکتا ہے

سورہ الاحزاب قرآن کی ایک اہم سورہ ہے اس میں جنگ خندق پر بحث ہے اس میں پردے کا حکم ہے اس میں زینب
بنت جحش سے نکاح کا حکم ہے
زینب بنت جحش رضی الله عنہا سے شادی کے حوالے سے کتاب جمل من أنساب الأشراف میں بلاذری نے لکھا ہے
ويقال إنه تزوجها رجوعه من غزاة المريسيع، وكانت المريسيع فِي شعبان سنة خمس. ويقال إنه تزوجها في سنة ثلاث
اور کہا جاتا ہے ان سے نکاح کیا غزوہٴ مُرَیسیع سے واپس پر اور غزوہٴ مُرَیسیع شعبان سن ٥ ہجری میں ہوا اور کہا جاتا ہے سن 3 ہجری میں کیا
السندی کہتے ہیں کہ زینب رضی الله عنہا سے سن 3 ہجری میں نکاح کیا

راقم کی تحقیق ہے کہ یہ آیت سن ۳ ہجری سے ٤ ہجری کے درمیان نازل ہوئی کیونکہ اس میں پردہ کی آیات ہیں جو زینب رضی الله عنہا سے نکاح کے بعد آئی ہیں

زینب بنت جحش سے نکاح کے بعد رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے دعوت دی جس میں بعض حضرات زیادہ دیر رہے اور رسول الله نے ان کو جانے کا بھی نہیں کہا – صحیح بخاری کی روایت کے مطابق
حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهَذِهِ الآيَةِ: آيَةِ الحِجَابِ " لَمَّا أُهْدِيَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتْ مَعَهُ فِي البَيْتِ صَنَعَ طَعَامًا وَدَعَا القَوْمَ، فَقَعَدُوا يَتَحَدَّثُونَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ، وَهُمْ قُعُودٌ يَتَحَدَّثُونَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ} [الأحزاب: 53] إِلَى قَوْلِهِ {مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ} " [الأحزاب: 53] فَضُرِبَ الحِجَابُ وَقَامَ القَوْمُ
رسول الله صلی الله علیہ وسلم جب گئے تو دیکھا گھر میں لوگ ہیں پس آپ کو حیا آئی اور آپ چلے گئے اور الله نے حجاب کی آیت نازل کی
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ

السندی کا بھی یہی کہنا ہے کہ یہ سن ۳ میں ہے

كتاب الاستيعاب في معرفة الأصحاب از ابن عبد البر کے مطابق
زینب بنت جحش زوج رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے نکاح سن ۳ میں ہوا
وَقَالَ أَبُو عبيدة: إنه تزوجها فِي سنة ثلاث من التاريخ

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ پر سوال ہے ؟
پھر اس روز جن و انس سے ان کے گناہ کا سوال نہ ہو گا
سورة الرحمن آیت ۳۹
حالانکه وہ دن حساب کا دن ہے
پلیز اس آیت کی کچھ وضاحت کر دیں

جواب

روز محشر الله تعالی ہر انسان کا نامہ عمل اس پر پیش کر دیں گے اور میزان میں عمل رکھ کر دکھا دیا جائے گا کہ کیا فیصلہ ہے
ہر ہر بندے سے الله تعالی سوال نہیں کریں گے

کفار کے چہرے سیاہ ہوں گے اور مومنوں کے زندہ ہونے پر سفید
کفار سے سوال ہو گا
فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ
تمھارے رب کی قسم ہم ان سب سے سوال کریں گے اس پر جو انہوں نے عمل کیا
امام بخاری صحیح میں کہتے ہیں
وقال عدة من أهل العلم في قوله : ” فوربك لنسألنهم أجمعين عما كانوا يعملون ” عن لا إله إلا الله
اہل علم کہتے ہیں آیت ہم ضرور سوال کریں گے ان سب سے جو یہ عمل کرتے ہیں یہ کوئی الہ نہیں سوائے الله کے سے متعلق ہے

لہذا علماء کہتے ہیں سورہ الرحمان کی آیات سے مراد صرف مومن ہیں

محشر میں فیصلہ کے بعد کفار کا مذاق اڑانے کے لئے بھی سوال ہو گا
وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ
ذرا ان کو روکو ان سے سوال کرنے ہیں

و الله اعلم

یا الله یا مالک الملک اپنے حساب اور سوال سے بچا آمین

تفسیر ابن عباس کس نے لکھی ہے

جواب

تفسیر ابن عباس اصل میں الکلبی کے اقوال ہیں

إس كي سند ہے

أخبرنَا عبد الله الثِّقَة بن الْمَأْمُون الْهَرَوِيّ قَالَ أخبرنَا أبي قَالَ أخبرنَا أَبُو عبد الله قَالَ أخبرنَا ابو عبيد الله مَحْمُود بن مُحَمَّد الرَّازِيّ قَالَ أخبرنَا عمار بن عبد الْمجِيد الْهَرَوِيّ قَالَ أخبرنَا عَليّ بن إِسْحَق السَّمرقَنْدِي عَن مُحَمَّد بن مَرْوَان عَن الْكَلْبِيّ عَن ابي صَالح عَن ابْن عَبَّاس

یہ تمام محمد بن مروان الکلبی سے منسوب ہے جو متروک ہے

سوره النازعات آیت نمبر 20 میں بڑی نشانی سے کیا مراد ہے ؟

جواب سورہ النازعات آیت نمبر 20 میں ہے فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ-اور موسٰی نے اسے (فرعون) کو بہت بڑی نشانی دکھائی

تفسیر طبری میں ہےالحسن يقول في هذه الآية: (فَأَرَاهُ الآيَةَ الْكُبْرَى) قال: يده وعصاه .حسن بصری نے کہا یہ ید بیضاء اور عصا ہے

عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد (فَأَرَاهُ الآيَةَ الْكُبْرَى) قال: عصاه ويده .یہی مجاہد کا قول ہے

ثنا سعيد، عن قتادة، قوله: (فَأَرَاهُ الآيَةَ الْكُبْرَى) قال: رأى يد موسى وعصاه، وهما آيتان .یہی قتادہ کا قول ہے

ابن زيد، في قوله: (فَأَرَاهُ الآيَةَ الْكُبْرَى) قال: العصا والحية.ابن زید کا قول ہے یہ عصا اورسانپ ہے

اس آیت کے بعد ہے کہ فرعون نے لوگوں کو جمع کیا منادی کی اور کہا میں سب سے بڑا رب ہوں

یہ جادوگروں والا واقعہ ہے کہ اس کی منادی کی گئی تھیاور اس سے قبل دربار میں ید بیضاء اور عصا دکھایا گیا تھا

فرعون کو پہلی چیز عصا کا سانپ بننا دکھایا گیا – یہ کیوں کیا گیا اس کے پیچھے مصر کا فرعونی مذہب ہے جس میں سانپ کی اہمیت تھیلہذا سانپ ان کے مندروں میں مقبرؤں میں اور تاج میں موجود تھاhttps://en.wikipedia.org/wiki/Isfet_(Egyptian_mythology) کہا جاتا ہے سانپ کائنات میں عناصر کی کشمکش تھا کہ یہ شر ہے جو کائنات کو غیر منظم کرنا چاہتا ہےیعنی جس طرح مجوسی اہرمن و یزداں کا عقیدہ رکھتے تھے اسی طرح فرعویوں کا بھی عقیدہ تھا جس میں سانپ شر کی علامت تھاوالله اعلم

ہم کو اس کی حقیقت کا علم نہیں ہے لیکن یہ دیکھ کر فرعون کو سمجھ میں آ گیا تھا کہ یہ

کوئی معمولی چیز نہیں ہےشروع میں اس نے اس کو جادو قرار دیا اور مقابلہ بھی جادوگروں سے کرایا پھر جب جادو گر ہار گئے تو اس کو سازش کہااس کی سیاست چلتی رہی اور پھر نو نشانیاں دیکھ کر مرا

قرآن میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیلَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰبڑی نشانیاں دکھائی گئیں
یہ سب معراج پر ہوا
معراج پر بہت سے واقعات ہوئے یہ سب اللہ کی نشانییاں ہیں ان کا ذکر حدیث میں ہے
آیَاتِ کے الفاظ معجزات کے لئے استعمال کیے جاتے ہیں

لوح محفوظ سے کیا مراد ہے؟

جواب
بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ (21) فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ
بلکہ یہ قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے
سورة البروج

لوح عربی میں تختی کو کہتے ہیں چاہے لکڑی کی ہو یا پتھر کی سل ہو

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ
سورة الواقعة

بے شک یہ قرآن کریم ہے جو محفوط کردہ کتاب ہے

مشرک کہتے تھے یہ تو شاعری ہے اس پر کہا گیا کہ یہ شیطان کا القا نہیں ہے اس کی حفاظت ہو رہی ہے
یہ عالم بالا میں ہے کیونکہ قرآن محفوط کردہ کتاب ہے چونکہ یہ آخری کلام ہے لہذا اس کو حفاظت کی گئی ہے محشر تک

اس بات کو بعض دفعہ قرآن میں أمّ الكتاب کہا گیا ہے کہ سب ایک اہم کتاب سے آ رہا ہے

موسی علیہ السلام کو توریت الواح پر دی جو سل تھیں
و کتبنا له فی الالواح من کل شی ء موعظه و تفصیلا لکل شی ءفخذها بقوه
اور ہم نے موسی کے لئے الواح پر ہر چیز لکھ دی نصحت اور ہر چیز کی تفصیل اس کو قوت سے پکڑنا

لیکن اس کو انہوں نے طور سے اتر کر پھینک دیا تھا (یعنی کلام الله کو پھینک دیا) جب دیکھا کہ قوم بت پرستی کر رہی ہے
وألقى الألواح وأخذ برأس أخيه يجره إليه
أور إس نے الواح پھینک دیں اور اپنے بھائی کو سر سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا

یہ پتھر کا کتبہ پر تھیں یہود کہتے ہیں قدیم عبرانی کے معدوم رسم الخط میں تھیں اور کتبہ کے دونوں جانب لکھا ہوا تھا اور الفاظ چمک رہے تھے

خیال رہے کہ تمام کلام الله چاہے توریت ہو یا انجیل یا زبور یا قرآن تمام ام الکتاب کا حصہ ہے
حدیث میں زبور کو بھی قرآن کہا گیا ہے
داود علیہ السلام پر قرآن کی تلاوت اس قدر آسان ہوئی کہ زین کسنے کا حکم کرتے اور قرآن مکمل کر لیتے

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ
الله جو چاہتا ہے مٹا دینا ہے اور اثبات کرتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے

وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا
اور ہم نے کتاب میں فیصلہ دے دیا تھا کہ نبی اسرائیل کبیر سرکشی کریں گے اور دو بار فساد کریں گے

وَلَوْلا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ
اور تمہارے رب کی طرف سے پہلے کلمہ اگر نہیں ادا ہوا ہوتا

ام الکتاب یا لوح محفوظ الله کی طرف سے زمین کا پلان ہے جو اس نے تقدیر میں لکھا اور پھر اسی کے تحت ہوا جو ہوا -چاہے مختلف کتب الله کا نزول ہو یا قوموں کی سرکشی ہو یا کوئی حکم ہو مثلا الله نے اپنے پاس عرش کے قریب اس کتاب کو رکھا ہوا ہے جس میں لکھ دیا ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب آئے گی

یہ تمام منصوبہ الہی ہے کوئی معمولی کتاب نہیں ہے اسی کو لوح محفوظ کہا گیا کہ فی لوح یہ اس لوح میں سے ہے یہ نہیں کہا ھو لوح محفوظ کہ صرف قرآن ہی لوح محفوظ ہے

جو انبیاء میں فرق کرتے ہیں ایسے لوگ حقیقی کافر ہیں ؟
سورت النساء 151 آیت کی روشنی میں

جواب

{ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا (150) أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا (151)}

اغلبا یہ یہود و نصاری سے متعلق ہے کہ وہ انبیاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شمار نہیں کرتے اور عرب میں انے والے انبیاء مثلا صالح اور ہود علیہ السلام کے بھی انکاری ہیں
رسول اللہ یا صالح یا ہود علیھما السلام واقعی اللہ کے نبی تھے یہ ہمیں قرآن سے پتا چلا ہے لیکن یہود کہتے ان کا توریت میں یا کتب سماوی میں ذکر نہیں اس لئے نہیں مانتے

طبری نے تفسیر میں یہی کہا ہے
قال أبو جعفر: يعني بقوله جل ثناؤه:"إن الذين يكفرون بالله ورسله"، من اليهود والنصارى="ويريدون أن يفرقوا بين الله ورسله"، بأن يكذبوا رسل الله الذين أرسلهم إلى خلقه بوحيه، ويزعموا أنهم افتروا على ربهم. (1) وذلك هو معنى إرادتهم التفريقَ بين الله ورسله، بنِحْلتهم إياهم الكذب والفرية على الله، وادِّعائهم عليهم الأباطيل="ويقولون نؤمن ببعض ونكفر ببعض"، يعني (2) أنهم يقولون:"نصدِّق بهذا ونكذِّب بهذا"، كما فعلت اليهود من تكذيبهم عيسى ومحمدًا صلى الله عليهما وسلم، وتصديقهم بموسى وسائر الأنبياء قبله بزعمهم. وكما فعلت النصارى من تكذيبهم محمدًا صلى الله عليه وسلم، وتصديقهم بعيسى وسائر الأنبياء قبله بزعمهم="ويريدون أن يتخذوا بين ذلك سبيلا"، يقول: ويريد المفرِّقون بين الله ورسله، الزاعمون أنهم يؤمنون ببعض ويكفرون ببعض، أن يتخذوا بين أضعاف قولهم:"نؤمن ببعض الأنبياء ونكفر ببعض"="سبيلا"، يعني: طريقًا إلى الضلالة التي أحدثوها، والبدعة التي ابتدعوها، يدعون أهل الجهل من الناس إليه

یعنی اہل کتاب کے جھوٹے علماء جو حق کو چھپا رہے ہیں وہ جہنمی ہیں

آیت میں ہے

أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ
الله اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرنے والے

انبیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی
تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات وآتينا عيسى ابن مريم البينات وأيدناه بروح القدس ولو شاء الله ما اقتتل الذين من بعدهم من بعد ما جاءتهم البينات ولكن اختلفوا فمنهم من آمن ومنهم من كفر ولو شاء الله ما اقتتلوا ولكن الله يفعل ما يريد

جتنا قرآن مین اور حدیث میں اس فضیلت کا ذکر آیا صحیح ہے
لیکن یہ کہنا کہ ہمارے نبی تمام انبیاء سے افضل ہیں وہ کائنات کی تخلیق کی وجہ ہیں یا سرور کائنات ہیں یہ سب غلو ہے

نصرانیون کو کہا گیا کہ تین رب یا الوہیت مسیح کا عقیدہ غلو ہے
يا أهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ولا تقولوا على الله إلا الحق إنما المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وكلمته ألقاها إلى مريم وروح منه فآمنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلاثة انتهوا خيرا لكم إنما الله إله واحد سبحانه أن يكون له ولد له ما في السموات وما في الأرض وكفى بالله وكيلا

زمین اور تحت الثری کا بیل

آج سائنس کی دنیا ہے اور بہت سے لوگ قرآن و سائنس کو ملا کر دین کی حقانیت ثابت کرتے ہیں – سائنس میں کلیات کے ساتھ ساتھ ارتقائی تجزیے بھی ہوتے ہیں- کچھ تحقیقی زوایے وقت کے ساتھ بدل جاتے ہیں – یعنی قرآن کو سائنس سے ملا کر سمجھنا صحیح نہیں الا یہ کہ اس پر بصری شواہد آ جائیں مثلا زمین گول ہے آج خلا سے اس کی تصویر لی جا چکی ہے لہذا اس کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے – لیکن کسی تھیوری کو قرآن سے ملانا جو خود حتمی نہ ہو غلط عمل ہے- زمینی حقائق کی طرف مسلمانوں نے سائنسی انداز میں تحقیق کی ہے جن کو فلسفی اور ملحد کہا گیا

بصرہ عراق کی فضا نرالی تھی یہاں محدثین میں سے حسن البصری کے شاگردوں میں سے عمرو بن عبید نکلا جو ایک محدث تھا اور اس نے المعتزلہ کی بنیاد رکھی (واصل بن عطا اس کا شاگرد تھا)- اسی طرح یہاں سے اخوان الصفا نکلے جو فلسفہ یونان اور حکمت ہند کو دین سے ملا کر رسائل لکھ رہے تھے- اخوان الصفا ایک خفیہ سوسائٹی تھی جس کا تعلق بصرہ سے تھا ان کو شوق تھا کہ اس دور کی سائنس سے دین کو ثابت کیا جائے – ان کے خیال میں شاید اسطرح دین کی قبولیت عامہ بڑھ جاتی – لہذا یہ عمل بادی النظر میں مستحسن تھا لیکن وقت نے ان دونوں کو فنا کر دیا- دوسری طرف جب آپ دین کی بات کرتے ہیں تو اس میں علماء کا ایک گروہ روایت پسندی کا شکار ہے

سبحان الله – الله سے سوا کون بے عیب ہے ؟ تحت الثری پر روایات اور علماء کیا کہتے ہیں دیکھتے ہیں

اہل سنت کی کتب

تفسیر الطبری ج ٢٣ ص ٥٢٤ میں ہے

حدثنا واصل بن عبد الأعلى، قال: ثنا محمد بن فُضَيل، عن الأعمش، عن أبي ظبيان، عن ابن عباس قال: "أوّل ما خلق الله من شيء القلم، فقال له: اكتب، فقال: وما أكتب؟ قال: اكتب القدر، قال فجرى القلم بما هو كائن من ذلك إلى قيام الساعة، ثم رفع بخار الماء ففتق منه السموات، ثم خلق النون فدُحيت الأرض على ظهره، فاضطرب النون، فمادت الأرض، فأُثبتت بالجبال فإنها لتفخر على الأرض

أبي ظبيان ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں سب سے پہلی چیز جو الله نے خلق کی وہ قلم ہے پس اس کو حکم دیا لکھ – قلم نے کہا کیا لکھوں ؟ فرمایا تقدیر لکھ پس قلم لکھنا شروع ہوا جو بھی ہو گا قیامت تک پھر اس کی سیاہی کے بخارت آڑ گئے جس سے آسمان بن گئے پھر النون کو تخلیق کیا جس پر زمین کو پھیلا دیا پھر النون پھڑکی جس سے زمین ڈگمگائی پس پہاڑ جما دیے

حصين بن جندب أبو ظبيان الجنبي کا سماع ابن عباس سے ثابت کہا جاتا ہے انہوں نے یزید بن معاویہ کے ساتھ القُسْطَنْطِيْنِيَّةَ پر حملہ میں شرکت کی – سند میں الأعمش ہے جو مدلس ہے اور اس بنیاد پر یہ روایت ضعیف ہے

الأعمش صحیحین کا بھی راوی ہے اور یہ مثال ہے کہ صحیحین کے راویوں کی تمام روایات صحیح نہیں ہیں

سوره القلم کی تفسیر میں ابن کثیر لکھتے ہیں

وَقَالَ ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَهُ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كَانَ يُقَالُ النُّونُ الْحُوتُ الْعَظِيمُ الذي تحت الأرض السابعة، وقد ذكر الْبَغَوِيُّ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ إِنَّ عَلَى ظَهْرِ هذا الحوت صخرة سمكها كغلظ السموات وَالْأَرْضِ، وَعَلَى ظَهْرِهَا ثَوْرٌ لَهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ قَرْنٍ وَعَلَى مَتْنِهِ الْأَرَضُونَ السَّبْعُ وَمَا فِيهِنَّ وما بينهن، والله أَعْلَمُ.

اور ابن أَبِي نَجِيحٍ نے کہا کہ ان کو ابراہیم بن بکر نے خبر دی کہ مجاہد نے کہا وہ (لوگ) کہا کرتے النون ایک عظیم مچھلی ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے اور البغوی نے ذکر کیا اور مفسرین کی ایک جماعت نے کہ اس مچھلی کے پیچھے چٹان ہے جیسے زمین و آسمان ہیں اور اس کے پیچھے بیل ہے جس کے چالیس ہزار سینگ ہیں

سند میں إِبْرَاهِيم بْن أَبِي بكر، الأخنسيُّ کا حال مستور ہے

کسی دور میں مسلمانوں میں یہ روایت چل رہی تھی چاہے شیعہ ہوں یا سنی ہوں کافی بعد میں انکا رد کیا گیا

مثلا ابو حیان نے تفسیر میں اس کو بے اصل بات کہا اسی طرح اللؤلؤ المرصوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع

میں القاوقجي (المتوفى: 1305هـ) نے اس کو موضوع روایت کہا – ابن قیم نے كتاب المنار المنيف في الصحيح والضعيف میں اسکو الْهَذَيَانَاتِ کہا ہے- جو بات سند سے ہو اس کو محض الْهَذَيَانَاتِ کہہ کر سلف کے محدثین کا رد کرنا اور راوی پر بحث نہ کرنا بھی عجیب ہے دوم جب یہ الْهَذَيَانَاتِ میں سے تھی تو ابن کثیر نے اسکو تفسیر جیسی چیز میں شامل کیوں کیا

حیرت ہے کہ بہت سی اسلامی ویب سائٹ پر اس کو آج تک حدیث رسول کہہ کر اس کا دفاع کیا جا رہا ہے دوسری طرف عیسائی مشنری اس کو تنقید کے طور پر پیش کر رہے ہیں

مستدرک الحاکم کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ، ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ الْأَرَضِينَ بَيْنَ كُلِّ أَرْضٍ إِلَى الَّتِي تَلِيهَا مَسِيرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ فَالْعُلْيَا مِنْهَا عَلَى ظَهْرِ حُوتٍ قَدِ الْتَقَى طَرَفَاهُمَا فِي سَمَاءٍ، وَالْحُوتُ عَلَى ظَهْرِهِ عَلَى صَخْرَةٍ، وَالصَّخْرَةُ بِيَدِ مَلَكٍ، وَالثَّانِيَةُ مُسَخَّرُ الرِّيحِ، فَلَمَّا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يُهْلِكَ عَادًا أَمَرَ خَازِنَ الرِّيحِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْهِمْ رِيحًا تُهْلِكُ عَادًا، قَالَ: يَا رَبِّ أُرْسِلُ عَلَيْهِمُ الرِّيحَ قَدْرَ مِنْخَرِ الثَّوْرِ، فَقَالَ لَهُ الْجَبَّارُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: إِذًا تَكْفِي الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا، وَلَكِنْ أَرْسِلْ عَلَيْهِمْ بِقَدْرِ خَاتَمٍ، وَهِيَ الَّتِي قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ: {مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ} [الذاريات: 42] ، وَالثَّالِثَةُ فِيهَا حِجَارَةُ جَهَنَّمَ، وَالرَّابِعَةُ فِيهَا كِبْرِيتُ جَهَنَّمَ " قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِلنَّارِ كِبْرِيتٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ فِيهَا لَأَوْدِيَةٌ مِنْ كِبْرِيتٍ لَوْ أُرْسِلَ فِيهَا الْجِبَالُ الرُّوَاسِي لَمَاعَتْ، وَالْخَامِسَةُ فِيهَا حَيَّاتُ جَهَنَّمَ إِنَّ أَفْوَاهَهَا كَالْأَوْدِيَةِ تَلْسَعُ الْكَافِرَ اللَّسْعَةَ فَلَا يَبْقَى مِنْهُ لَحْمٌ عَلَى عَظْمٍ، وَالسَّادِسَةُ فِيهَا عَقَارِبُ جَهَنَّمَ إِنَّ أَدْنَى عَقْرَبَةٍ مِنْهَا كَالْبِغَالِ الْمُؤَكَّفَةِ تَضْرِبُ الْكَافِرَ ضَرْبَةً تُنْسِيهِ ضَرْبَتُهَا حَرَّ جَهَنَّمَ، وَالسَّابِعَةُ سَقَرُ وَفِيهَا إِبْلِيسُ مُصَفَّدٌ بِالْحَدِيدِ يَدٌ أَمَامَهُ وَيَدٌ خَلْفَهُ، فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يُطْلِقَهُ لِمَا يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَطْلَقَهُ» هَذَا حَدِيثٌ تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو السَّمْحِ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ وَقَدْ ذَكَرْتُ فِيمَا تَقَدَّمَ عَدَالَتَهُ بِنَصِّ الْإِمَامِ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ "

عبد الله بن عمرو نے کہا نبی صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا : زمینیں ایک مچھلی کی پیٹھ پر ہیں

امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور الذھبی نے منکر

سوال ہے کہ ٤٠٠ سے ٨٠٠ ہجری تک جو امام حاکم اور الذھبی کے بیچ کا دور ہے لوگ اس روایت پر کیا کہتے تھے؟

شیعہ کتب

الكافي – از الكليني – ج 8 – ص 89 کی روایت ہے

حديث الحوت على أي شئ هو 55 – محمد ، عن أحمد ، عن ابن محبوب ، عن جميل بن صالح ، عن أبان بن تغلب ، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال : سألته عن الأرض على أي شئ هي ؟ قال : هي على حوت ، قلت : فالحوت على أي شئ هو ؟ قال : على الماء ، قلت : فالماء على أي شئ هو ؟ قال : على صخرة ، قلت : فعلى أي شئ الصخرة ؟ قال : على قرن ثور أملس ، قلت : فعلى أي شئ الثور ؟ قال : على الثرى ، قلت : فعلى أي شئ الثرى ؟ فقال : هيهات عند ذلك ضل علم لعلماء

باب مچھلی کی حدیث کہ یہ کس پر ہے ؟ محمد ، احمد سے وہ ابن محبوب سے وہ جمیل بن صالح سے وہ ابان بن تغلب سے وہ ابی عبد الله امام جعفر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابان نے امام سے زمین کے بارے میں پوچھا کہ یہ کس چیز پر ہے ؟ امام نے فرمایا مچھلی پر میں نے پوچھا یہ مچھلی کس چیز پر ہے ؟ فرمایا پانی پر میں نے پوچھا پانی کس پر ہے ؟ فرمایا چٹان پر میں نے پوچھا اور چٹان کس چیز پر ہے ؟ فرمایا چکنے بیل کے سینگ پر اس پر پوچھا بیل کس چیز پر ہے کہا یہ الثری پر ہے میں نے پوچھا الثری ؟ پس فرمایا دور بہت دور! علماء کا علم پر پر ضائع ہو گیا

اس پر حاشیہ لکھنے والے لکھتے ہیں

في هذا الحديث رموز إنما يحلها من كان من أهلها . (في) وذلك لان حديثهم صعب مستصعب

اس حدیث میں رموز ہیں جن کو وہی حل کر سکتا ہے جن میں اہلیت ہو اور انکی حدیث الجھی ہوئی مشکل ہے

یہ روایت تفسیر قمی میں بھی ہے اور صدوق نے اسکو قبول کیا ہے البتہ مفید نے اس کی صحت پر شک کیا ہے

اس قسم کی روایات سے باطنی شیعوں کے مطابق تاویل کا علم نکلتا ہے

زمیں ایک بیل کے سنگ پر ہے ہمالیہ کے ہندووں کا بھی عقیدہ ہے

Hindus of the Himalayas: Ethnography and Change page 105 By Gerald Duane Berreman

Himalayan Heritage page 123 By J. P. Singh Rana

گویا کسی دور میں یہ بات بہت پھیلی ہوئی تھی

آئیں ہم تحت الثری میں اترتے ہیں زمین کی سطح کے نیچے ترتیب یہ ہے

مچھلی

پانی

چٹان

بیل کے سینگ

یہ اصلا اشارت ہیں برجوں کی طرف لہذا مندرجہ ذیل برج ترتیب میں اتے ہیں

مچھلی – برج حوت

پانی – برج دلو

چٹان – برج الحمل

چکنے بیل کے سینگ – برج ثور

الحمل کے عربي میں کئی مفھوم ہیں ان میں دنبہ اور وزن بھی ہے اسی سے عربی اور اردو میں حمل ٹھرنا کہا جاتا ہے پاؤں بھاری ہونا کہا جاتا ہے لہذا چٹان کو وزن کی وجہ سے برج الحمل سے نسبت دی گئی ہے

زمین کسی دور میں گول نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ چپٹی سمجھی جاتی تھی اور اس کے نیچے سمجھا جاتا تھا کہ برج ہیں جو آسمان پر نمودار ہوتے ہیں – اوپر روایات میں برجوں کی ترتیب تمثیلی انداز میں سمجھائی گئی ہے

الغرض نہ المعتزلہ کا طریقه صحیح تھا نہ روایت پسند علماء کا اور یہ بات آج ہم سمجھ سکتے ہیں – افسوس جب ابن کثیر اس قسم کی روایت کو لکھ رہے تھے وہ اس کو سمجھ نہیں سکے

گرمی سردی کا سورج اور سورج کا قطر

مفسرین مثلا قرطبی الوسی وغیرہ نے ایک اثر نقل کیا ہے جس کے مطابق

تفسیر القرطبی، تفسیر آیت 71:16

وقيل لعبد الله بن عمر: ما بال الشمس تَقْلِينا أحياناً وتَبْرُد علينا أحياناً؟ فقال: إنها في الصيف في السماء الرابعة، وفي الشتاء في السماء السابعة عند عرش الرحمن، ولو كانت في السماء الدنيا لما قام لها شيء.

اور عبداللہ ابن عمر سے سورج کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ بعض مرتبہ جھلسا دینے والا گرم ہوتا ہے اور کبھی راحت پہنچانے والی گرمی دے رہا ہوتا ہے۔ اس پر ابن عمر نے کہا: بے شک گرمی کے موسم میں سورج چوتھے آسمان میں ہوتا ہے ، جبکہ سردیوں کے موسم میں یہ ساتویں آسمان پر اللہ کے عرش کے قریب چلا جاتا ہے۔ اور اگر سورج اس دنیا کے آسمان میں آ جائے تو اس دنیا میں کوئی چیز نہ بچے۔

اس اثر کو و جعل الشمس سراجا کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے لیکن اس کی سند نہیں ملی

اسی طرح ایک اور قول تفسیر القرطبي میں ہے

وحكى القشيري عن ابن عباس أن الشمس وجهها في السموات وقفاها في الأرض

اور القشیری نے حکایت کیا ہے ابن عباس سےکہ سورج کا چہرہ آسمانوں کی طرف اور پشت زمین کی طرف ہے

اسکی سند کتاب العظمة از ابو الشیخ ، مستدرک الحاکم میں ہے

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا هُدْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: {وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا} [نوح: 16] قَالَ: «قَفَاهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ، وَوَجْهُهُ مِمَّا يَلِي السَّمَاءَ

اس کی سند میں یوسف بن مهران ہے الميموني کہتے ہیں امام احمد اس کے لئے کہتے لا یعرف نہیں جانتا

یعنی یہ ایک مجھول شخص ہے جس سے صرف علي بن زيد نے روایت لی ہے

امام الحاکم اس کو امام مسلم کی شرط پر کہتے ہیں جو صحیح نہیں اور حاکم غلطیاں کرنے کے لئے مشھور ہیں

امام بخاری تاریخ الکبیر میں یوسف کے لئے لکھتے ہیں وكَانَ يهوديا فأَسلَمَ. یہ یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے

بہت سے اقوال یہود کی کتب کے ہمارے پاس اس وجہ سے آئے اور ان کو اسرائیلیت کہا جاتا ہے اگر وہ کسی نبی کی عجیب و غریب خبر ہو لیکن جب کائنات و تکوین کی خبر ہوتی تھی تو اس کو مفسرین لکھ لیتے تھے کیونکہ اس پر تفصیل کم تھی

اسی کتاب العظمة کی دوسری روایت ہے

حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ رَاهَوَيْهِ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ: {وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا} [نوح: 16] قَالَ: «وَجْهُهُ يُضِيءُ السَّمَاوَاتِ، وَظَهْرُهُ يُضِيءُ الْأَرْضَ

قتادہ ابن عبّاس سے روایت کرتے ہیں کہ چاند کا چہرہ آسمانوں کو روشن کرتا ہے اور اسکی پشت زمین کو روشن کرتی ہے

سند میں قتادہ مدلس ہے عن سے روایت کرتا ہے لہذا روایت ضعیف ہے

مفسرین نے ان روایات کو تفسیر میں لکھا ہے جبکہ یہ صحیح نہیں ہیں

شیعہ کتاب علل الشرائع میں ہے

سأل رجل من أهل الشام أميرالمؤمنين عليه السلام عن مسائل فكان فيما سأله أن سأله عن أول ما خلق الله تعالى قال : خلق النور ، وسأله عن طول الشمس والقمر وعرضهما ، قال : تسعمائة فرسخ في تسعمائة فرسخ

اہل شام میں سے کسی شخص نے علی علیہ السلام سے پوچھا کہ سورج اور چند کا عرض کتنا ہے؟ علی نے کہا ۹۰۰ فرسنگ

ایک فرسنگ ۵.۷ میٹر کا ہوتا ہے اور سورج و چاند کا یہ عرض نہیں ہے

تفسیر قمی میں ہے علی نے کہا سورج والشمس ستون فرسخا في ستين فرسخا یعنی ٦٠ فرسنگ اس کا قطر ہے

جس دور میں یہ کتب لکھی جا رہی تھیں اس دور میں ان مخصوص روایات کو رد کرنے کی کوئی دلیل نہیں تھی لہذا ان کو لکھ دیا گیا آج ہم سمجھ سکتے ہیں کہ رآویوں نے غلطیاں کی ہیں

افسوس بعض جہلاء کہتے ہیں کہ یہ تفسیری ضعیف روایات رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے گھڑیں! محدثین نے اگر تین ہزار روایات لکھی ہیں تو ۵۰ ہزار سے اوپر رد بھی کی ہیں اور یہ بات معروف ہے کہ لوگوں نے رسول الله پر جھوٹ باندھا اور راویوں کا حافظہ خراب ہوا کیا- آج لوگوں کا حافظہ خراب نہیں ہوتا یا وہ اختلاط کا شکار نہیں ہوتے ؟

شہاب ثاقب

قرآن کہتا ہے

تم کو کا پتا طارق کیا ہے؟ ایک بھڑکتا ہوا تارہ ہے

اس پر ایک ملحد لکھتے ہیں کہ یہ غلط ہے شہاب ثاقب صرف ٹوٹے ہوئے تارے ہیں

آج سے ۱٤۰۰ سال پہلے عربی زبان اتنی وسیع نہیں تھی کہ اس طرح کی تمام جزیات کو وہ اسی سائنسی پیرائے میں بیان کرتی جس طرح ہم سننے کے عادی ہیں

جو چٹان بھی زمین کے گرد تھی اور اس کی فضا میں داخل نہیں تھی وہ تارہ کہی گئی کیونکہ عربی میں اس کا متبادل لفظ نہیں تھا

سورج کا پانی میں ڈوبنا

قرآن میں سورہ الکھف میں ہے کہ ذو القرنین زمین فتح کرتے کرتے ایک ایسے مقام تک آیا جہاں

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ

یہاں تک کہ جب سورج غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایسا پایا کہ کیچڑ کی ندی میں ڈوب رہا ہے

اس پر بعض کا اعتراض ہے کہ یہ غیر سائنسی بات ہے- جی بات غیر سائنسی ہے لیکن ادبی ہے – یہ آیت شاہد یا آبزرور کی اپروچ سےبیان ہو رہی ہے ایسا سائنس میں بھی ہوتا ہے کہ آبزرور کس مقام سے دیکھ رہا ہے اور اس سے کیا سمجھا جا سکتا ہے

خود ہمارے سامنے ہر روز سورج غروب ہوتا ہے جو زمین یا سمندر میں اترتا لگتا ہے ادب میں بھی اس کو لکھا جاتا ہے

ذو القرنین جس ندی پر پہنچے اس کی وسعت اس قدر تھی کہ یہ منظر دیکھا

زمین کو بچھایا

قرآن 15:19

والارض مددناها والقينا فيها رواسي وانبتنا فيها من كل شئ موزون

ترجمہ: اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس پر پہاڑ رکھ دیے اوراس میں ہر چیز اندازے سے اگائی

قرآن 20:53

الذي جعل لكم الارض مهدا وسلك لكم فيها سبلا وانزل من السماء ماء فاخرجنا به ازواجا من نبات شتی

ترجمہ: جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا پھر ہم نے اس میں طرح طرح کی مختلف سبزیاں نکالیں

قرآن 43:10

الذي جعل لكم الارض مهدا وجعل لكم فيها سبلا لعلكم تهتدون

ترجمہ: وہ جس نے زمین کو تمہارا بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ

قرآن 50:7

والارض مددناها والقينا فيها رواسي وانبتنا فيها من كل زوج بهيج

ترجمہ: اور زمین کو بچھایا ہم نے اور ڈال دیے اس میں (پہاڑوں کے) لنگر اور اگائیں اس میں ہرطرح کی خوش منظر نباتات۔

قرآن 51:48

والارض فرشناها فنعم الماهدون

ترجمہ: اور زمین کو بچھایا ہے ہم نے اور کیا ہی اچھے ہموار کرنے والے ہیں ہم۔

قرآن 71:19

والله جعل لكم الارض بساطا

ترجمہ: اور اللہ نے زمین کو تمہارے لیے فرش کی طرح بچھا دیا۔

قرآن 78:6

الم نجعل الارض مهادا

ترجمہ: کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا۔

قرآن 88:20

والی الارض کیف سطحت

ترجمہ: اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟

قرآن 91:6

والارض وماطحاها

ترجمہ: اور زمین کی اور اُس ذات کی قسم جس نے اُسے بچھایا۔

اللہ نے زمین کو ہموار بھی کیا تاکہ انسان اس پر آرام سے چل سکیں اگر چاہتا تو تمام زمین اوپر نیچے کر دیتا اور انسان پہاڑوں کو عبور کرتے رہتے لہذا اللہ اپنا احسان بتا رہا ہے کہ اس نے انسانوں کے لئے آسانی کی دی

ہم جانتے ہیں اس زمین پر پہاڑ ہیں سمندر ہیں جن پر ہم چل نہیں سکتے لیکن ان کے اپنے فوائد ہیں

الغرض سائنس ایک تجرباتی و مشاہداتی و ارتقائی علم ہے اس کو اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے - قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کو عرب کے فضلا سے لے کر عام عربی بد و تک نے قبول کیا تھا قرآن نظم کائنات کا وہ نظریہ پیش کرتا ہے جو اس کو دین سے جوڑتا ہے نہ یہ فلسفہ کی بات کرتا ہے نہ منطق کی نہ سائنس کی

ذي القرنين أفريدون سے سکندر تک

ارنسٹ والس بج ایک مغربی تاریخ دان تھے اور قدیم کتب کا ترجمہ کرنے میں ماہر تھے مثلا انہوں نے اہرام مصر کی دیواروں پر موجود عبارت کا ترجمہ کیا اسی طرح ایک کتاب ان کو ملی جو سکندر کے سفر نامے پر تھی اور اس کے دو نسخنے ہیں - والس نے اس نسخے کا ترجمہ کیا جو سریانی کی زبان میں تھا- سریانی زبان والا نسخہ میں کہانی کا ایک حصہ جو ہماری دلچپسی کا ہے اس میں ہے کہ مصر اسکندریہ میں سکندر ایک جنگ کا اردہ کرتا ہے اور خدا سے مدد مانگتا ہے

And king Alexander bowed himself and did reverence, saying, “0 God, Lord of kings and judges, thou who settest up kings and destroyest their power, I know in my mind that thou hast exalted me above all kings, and thou hast made me horns upon my head, wherewith I might thrust down the kingdoms of the world۔

اور شاہ سکندر نے سجدہ کیا اور کہا اے رب مالک الملک والقضآة جو بادشاہ کرتا ہے اور انکی قوت کو تباہ کرتا ہے مجھے اپنے نفس میں خبر ہے آپ نے مجھ کو تمام بادشاہوں پر بلند کیا اور آپ نے میرے سر پر سینگ کیے جس سے میں بادشاہتوں کو دھکیل دیتا ہوں

The History of Alexander the Great, Being the Syriac Version of the Pseudo-Callisthenes,

Volume 1″,page 146, The University Press, 1889. By Ernest A. Wallis Budge

یہاں والس ایک نوٹ لگاتے ہیں

1 "Possessor of two horns," is a well-known name of Alexander. In the Ethiopic version Alexander is always referred to as ዘክልኤ: አቅርንቲሁ: "the two horned." See Spiegel, Die Alexandersage, p. 57; Kor'ân, Surah 18. Some say that the "two horned" mentioned in the Koran is Alexander, while others say that a contemporary of Abraham is meant, who was king of Persia, and others that he was a king of Yemen. For a discussion on this point see Z.D.M.G., vi. s. 506; viii. ss. 442—450; ix. ss. 214—223.

دو سینگوں والا ایک مشہور لقب ہے سکندر کا اتھوپیا کے مسودہ میں ہے .... دو سینگ – قرآن سورہ 18 – کچھ کہتے ہیں کہ قرآن میں اس سے مراد سکندر ہے جبکہ دوسرے کہتے ہیں ابراہیم کا ہم عصر ہے جو فارس کا بادشاہ تھا اور کچھ یمن کے بادشاہ کو کہتے ہیں

حکایت کے مطابق سکندر مصر کے لوہاروں کو لیتا ہے اور عراق سے ہوتا ہوا ارمنینا تک جاتا ہے اور وہاں ایک ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے قریب جنت ہے اور وہ سمندر، جھیل اور نہروں میں گھری ہے

country, said to the king: "Yea, by your majesty, my lord the king, neither we nor our fathers have been able to march one step in it, and men do not ascend it either on that side or on this, for it is the boundary which God has set between us and the nations within it." Alexander said, "Who are the nations within this mountain upon which we are looking?......" The natives of the land said, "They are the Huns." He said to them, "Who are their kings?" The old men said: "Gôg[2] and Mâgôg and Nâwâl the kings of the sons of Japhet; and Gîg and Têâmrôn, and Tiyâmrôn, and Bêth-Gamlî and Yâphô'bar, and Shûmârdâķ, and Glûsîķâ, and 'Ekshâphâr, and Salgaddô, and Nîslîķ, and Âmarphîl, and Ķâ'ôzâ, these are the kings of the Huns[3]." Alexander said, "What is their appearance, and their clothing, and their languages?" The old men answered and said to the king: "Some of them have blue eyes, and their

اے بادشاہ ہم اور ہمارے اجداد اس پہاڑ پر نہیں چڑھ پاتے اور یہ ایک سرحد کے طور ہمارے اور دیگر قوموں کے بیچ ہے سکندر نے پوچھا اس پہاڑ کے اندر تم کس قوم کو دیکھتے ہو ؟ بوڑھے نے کہا "هن" کو – سکندر نے پوچھا ان کے بادشاہ کون ہیں ؟
بوڑھے نے کہا یاجوج اور ماجوج اور نوال جو جافث کی نسل سے ہیں اور جج اورتیمروں

اور ثمروں اور یکشفر اور سلگادو اور نسلک اور معرفل اور کوزہ ھن کے شاہ ہیں –
سکندر نے پوچھا یہ دیکھنے میں کیسے ہیں کیا پہنتے ہیں کیا بولتے ہیں؟
سریانی میں سکندر کی اس کہانی میں یاجوج ماجوج کو بہت سے بادشاہوں میں
– سے چند بتایا گے ہے جو نہ صرف بائبل کے خلاف ہے بلکہ قرآن کے بھی خلاف ہے

سکندر اپنی فوج سے کہتا ہے

creation; and Alexander said to his troops, "Do ye desire that we should do something wonderful in this land?" They said to him, "As thy majesty commands we will do." The king said, "Let us make a gate of brass and close up this breach." His troops said, "As thy majesty commands we will do." And Alexander commanded and fetched three thousand smiths, workers in iron, and three thousand men, workers in brass. And they put down brass and iron, and kneaded it as a man kneads when he works clay. Then they brought it and made a gate, the length of which was twelve cubits and its breadth eight cubits[1]. And he made a lower threshold from mountain to mountain, the length of which was twelve cubits; and he hammered it into the rocks of the mountains, and it was fixed in with brass and iron. The height of the lower threshold was

سکندر نے اپنی فوج سے کہا کیا تم سمجھتے ہو ہمیں اس جگہ کوئی عظیم کام کرنا
چاہیے ؟ فوج نے کہا جیسا آپ کا حکم سکندر نے کہا ایک دروازہ اس درہ کے بیچ بناؤ
جس سے اس کو پاٹ دیں – اور سکندر نے 3 ہزار آدمی اس کام پر لگا دیے اور انہوں نے
.... آٹے کی طرح لوہا اور تانبہ گوندھ دیا جس سے دروازہ بنا
والس یہاں نوٹ لکھتے ہیں

built the Iron Gate extended four leagues. The pass referred to is probably the Pass of Derbend, "apparently the Sarmatic Gates of Ptolemy, and *Claustra Caspiorum* of Tacitus, known to the Arab geographers as the Gate of Gates (باب الابواب), but which is still called in Turkish Demîr-Kâpi or the Iron Gate, and to the ancient Wall that runs from the castle of Derbend along the ridges of Caucasus, called in the East *Sadd-i-Iskandar*, the Rampart of Alexander." Col. Yule, *The Book of Ser Marco Polo the Venetian*, I. p. 55, note 3.

[1] Knös, p. 92.

[2] *Ibid.* p. 95.

یہ گزرگاہ یا درہ وہی ہے .. جس کو ترک
Demir Kapija
کہتے تھے –
– دمیر کاپیا کا مطلب ہے آہنی دروازہ

Demir Kapija

میسی ڈونیا (مقدونیہ) کے علاقے میں ایک جگہ کا نام ہے نہ کہ ارمنینا میں

بحر الحال اس کتاب کے قصے سے بعض مستشرقین کو اشتباہ ہوا کہ یہ وہی دیوار ہے جس کا قرآن میں ذی القرنین کے قصے میں ذکر ہے

سفرنامہ سکندر پر کتاب کا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جو ارمیننا کی زبان کا ہے

THE ROMANCE OF ALEXANDER THE GREAT BY PSEUDO-CALLISTHENES

Translated from the Armenian Version with an Introduction by

Albert Mugrdich Wolohojian

COLUMBIA UNIVERSITY PRESS New York and London 1969

دوسرا نسخہ میں جو ارمنینا کا ہے اس میں سرے سے اس   دیوار کے قصے کا ذکر ہی نہیں کہ سکندر نے آرمینا میں کچھ بنوایا بھی تھا یا نہیں – اس کے علاوہ یاجوج و ماجوج کا ذکر بھی نہیں ہے

لاطینی سیاح مارکو پولو کے بقول انہوں نے بھی سد سکندری

Rampart of Alexander

کو دیکھا

The Travels of Marco Polo: The Complete Yule-Cordier Edition By Marco Polo, Sir Henry Yule, Henri Cordier

ہینری کوردئر اس پر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ مفروضہ کہ تاتار ، یاجوج و ماجوج ہیں ، سد سکندری کو دیوار چین سے ملانے کا سبب بنا – یعنی مارکو پولو دیوار چین کو سد سکندری سمجھ بیٹھا

لیکن وہاں ایک اور دلچسپ حوالہ دیتے ہیں

Ricold of Montecroce allows two arguments to connect the Tartars with the Jews who were shut up by Alexander; one that the Tartars hated the very name of Alexander, and could not bear to hear it; the other, that their manner of writing was very like the Chaldean, meaning apparently the Syriac (*anté*, p. 29). But he points out that they had no resemblance to Jews, and no knowledge of the law.

ریکولڈ مونٹکرو دو دلیل دیتے ہیں جس سے یہود کو تاتاریوں سے ملایا گیا ہے جن کو سکندر نے دیوار سے بند کیا ایک یہ کہ تاتاری سکندر کے نام سے ہی نفرت کرتے ہیں اور وہ اس کو سن نہیں سکتے اور دوسرا یہ کہ ان کی تحریر بابل جیسی ہے جو سریانی کی طرح ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہود کی اس سے کوئی مماثلت نہیں ہے اور ان کو شریعت کا پتا نہیں ہے

پس ظاہر ہوا کہ جان بوجھ کر اتھوپیا کے عیسائیوں نے یہود کی مخالفت میں اس کتاب

THE ROMANCE OF ALEXANDER THE GREAT BY PSEUDO-CALLISTHENES

کو گھڑا

اسلام سے قبل عیسائیوں اور یہود میں بنتی نہیں تھی – اس دور چپقلش میں عیسائیوں نے یہ کتاب گھڑی جس میں اپنی مذہبی آراء کو یہود کے خلاف استعمال کیا – اس کے لئے انہوں نے سکندر کا کردار چنا – وجہ یہ تھی کہ یہود بابل کے غلام تھے پھر فارس نے بابل پر قبضہ کیا اور یہود کو واپس یروشلم جانے کی اجازت دی یہود نے اپنی حکومت وہاں بنا لی لیکن سکندر کے بعد یونانیوں نے یہود کو غلام بنا لیا- یہود میں اس پر یونان مخالف جذبات پیدا ہوئے اور وہ فارس کی طرف دیکھتے کہ کوئی ائے – اور ان کو بچائے

عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یہود اور نصاری میں خوب جگھڑے ہوئے اور بالاخر عیسائیوں نے یہود کے مخالف کے طور پر سکندر کے اوپر ایک فرضی داستان گھڑی – سکندر ایک بت پرست مشرک تھا لیکن عیسائیوں نے اس کو کہانی میں الہ پرست قرار دیا – اس کو مسیح کا منتظر دکھایا جو یروشلم کو مسیح کے حوالے کرے اور یہود کا مذاق اڑایا کہ سکندر نے ایک دیوار بنا کر ان وحشی یہود کو باقی دنیا سے الگ کر دیا

واضح رہے کہ بائبل کی کتاب حزقی ایل کی کتاب کے مطابق یاجوج ایک شخص ہے اور ماجوج قوم ہے – لیکن عیسائیوں نے ارمیننا کے "هن" قوم کے بادشاہوں میں ماجوج کو بھی ایک بادشاہ قرار دے دیا اس طرح یاجوج و ماجوج قوموں کی بجائے بادشاہوں کے نام بنا دیے- اتھوپیا کے عیسائیوں نے سکندر کو ایک افریقی گینڈے کی طرح تشبیہ دی جو اپنے سینگوں سے مخالف حکومتوں کو دھکیلتا ہے-

نزول قرآن کے دور میں یہود بھی یہی کہتے ہونگے کہ ذو القرنین سکندر نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود کو بخوبی پتا تھا کہ سکندر کا یاجوج ماجوج سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ جب سکندر پیدا بھی نہیں ہوا تھا حزقی ایل جو بابل میں غلام تھے وہ یاجوج ماجوج کا تذکرہ اپنی کتاب میں کر چکے تھے – تاریخ کے مطابق سکندر کے یہود سے اچھے تعلقات تھے یہاں تک کہ یہود نے اس کی اجازت سے کوہ گزیرم پر موجود یروشلم مخالف سامرہ کے یہودیوں کی عبادت گاہ کو مسمار کیا اور وہاں موجود اس فرقے کا قتل عام کیا – گویا سکندر یروشلم پہنچ کر مسیحا کے لئے گدی

چھوڑنے کی بجائے خود یہود سے دوستی کر چکا تھا – عیسائیوں کا اس کتاب کو گھڑنا یہود کے لئے نہ تھا بلکہ وہ اپنے ہی ہم مسلک عیسائیوں کو جھوٹی کہانیاں سنا کر تسلیاں دے رہے تھے

اب اس سوال کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ ذوالقرنین کس دور میں گذرا- بابل کی غلامی کے دور میں یہود اس کی شخصیت سے واقف ہوئے جب نہ کورش تھا ن سکندر -لہذا یہ ان دونوں سے قبل گزرنے والی کوئی شخصیت ہے

قدیم مورخین کے مطابق ذو القرنین افریدوں

Fereydun

Faridon

Fereydoun

ہے جس کا ذکر قدیم فارس کی

Proto- Iranian

داستانوں میں ہے یعنی یہ ایک ایسی شخصیت ہے جو تاریخ لکھے جانے سے پہلے کا دور ہے یہی وجہ ہے کہ اس پر معلومات کم تھیں اور یہود و نصاری میں اس شخصیت پر جھگڑا تھا کہ کون ہے

فریدوں کی ایک تصویر ۱۹ صدی میں بنائی گئی جس میں اس کے ہاتھ میں عصا ہے جس پر دو سینگ ہیں

https://en.wikipedia.org/wiki/Fereydun
یقینا مصور کے پاس اس پر کوئی معلومات تھیں جس کی بنا پر افریدوں کو دو سینگوں کے ساتھ دکھایا گیا

اس سب تفصیل کو بتاتے کا مقصد ہے کہ بعض مستشرقین نے اس مذکورہ کتاب کو قرآن کی سورہ الکھف کا منبع قرار دیا اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ گویا ذو القرنین کا قصہ اصلا اس کتاب کا سرقه ہے

http://wikiislam.net/wiki/Dhul-Qarnayn_and_the_Alexander_Romance#Early_Jewish_Legends

سورہ کہف ، حکایات سکندر سے گھڑنے کی بات کس قدر احمقانہ ہے اس کا اندازہ اسی سے ہو جاتا ہے خود اہل کتاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذو القرنین پر سوال کیا تھا – انکو عیسائیوں کی یہود مخالف تحاریر کا بھی علم تھا اور اگر مذکورہ بالا سکندر پر کتاب اس وقت موجود تھی تو یقینا اس کا بھی یہود و نصاری کو علم ہو گا

قرآن نے یاجوج ماجوج کو قوم قرار دیا نہ کہ بادشاہ اول
دوم قرآن نے یاجوج ماجوج کو یہود قرار نہیں دیا
سوم ذو القرنین کو سکندر نہیں کہا حالانکہ سکندر جیسا مشہور حاکم قرار دینا نہایت آسان تھا
واللہ اعلم

قران کے علاوہ پیغمبر پر کوئی دوسری چھپی ہوئی چیز نازل نہیں ہوئی
.... محمد صلی اللہ علیہ و سلم پر اللہ کے طرف سے صرف قران نازل ہوا تھا اور قران کے علاوہ کوئی اور چیز نازل نہی ہوئی تھی لہازا قران کے علاوہ کسی اور کتاب کو حجت ماننا شرک ہے

جواب

یہ قول جاہلانہ ہے – آیات سے مطلب کشید کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والے کو عذاب ہو گا کیونکہ اس نے کلام اللہ کو بدلنے کی کوشش کی ہے

انبیاء کو حکم کس طرح ہوتا ہے ؟ کیا صرف قرآن سے ہوتا ہے کوئی اور القا یا الوحی نہیں ہوتی؟ یہ شخص کہنا چاہتا ہے کہ دور نبوی میں الوحی صرف قرآن تھا

افسوس یہ جاہل ہے

جبگ بدر میں تین ہزار فرشتے نازل ہوئے یہ بعد میں سورہ الانفعال میں تبصرے میں خبر دی گئی جبکہ واقعہ پہلے ہوا تھا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کا حکم ہوا – اپ مدینہ سے نکلے لیکن اپ کو مشرکین نے حدیبیہ میں روک لیا- خواب الوحی ہے

ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اسمعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم ہوا جو الوحی یا من جانب اللہ سمجھا گیا

بنو قریظہ کے محاصرے کے وقت درخت کاٹ دیے گئے بعد میں سورہ الحشر میں اس پر تبصرہ ہوا کہا گیا یہ اللہ کا حکم تھا

قرآن میں خود موجود ہے کہ انبیاء پر تحریری الوحی کے علاوہ بھی الوحی ہوئی ہے

یہ شخص کہنا چاہتا ہے کہ صرف وہ لوگ ہی نبی ہیں جن پر کتب نازل ہوئیں جن کو صحف یا کتب نہیں ملیں وہ انبیاء و رسل نہیں ہیں

قرآن میں بے شمار مثالیں ہیں
موسی علیہ السلام کو توریت طور پر خروج مصر کے بعد ملی لیکن اللہ کا حکم تو مصر میں بھی آ رہا تھا وہ کیا الوحی نہیں تھا

اگر اصول بنے گا تو تمام انبیاء پر لاگو کرنا ہو گا

مزید تفسیری اشکالات

اس آیت میں بکہ سے مراد کون سا مقام ہے ؟

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ

بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما

بھائی اک صاحب کا اعتراض ہے کہ ال عمران نمبر 96 میں جو لفظ بکہ آیا ہے وہ کوئی اور مقام ہے اور مکہ کوئی اور مقام ہے؟؟ آیت میں لفظ بکہ آنے کی وجہ کیا ہے؟؟---اور دوسرا اعتراض یہ کیا جا رہا ہے دوسری آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس مقام پر پھلوں کے باغات ہیں جبکہ مکہ میں 2000 سال پہلے تک بھی اس ایریا میں کوئی پھلوں وغیرہ کے باغات نہیں تھے ---- ؟؟

جواب

ایک شہر کا ایک قدیم نام ہے اور ایک جدیدبکّہ قدیم نام ہے اور مکہ جدید نام ہے

اہل کتاب سے اس سورت میں کلام ہو رہا ہے - بکہ کا نام ان کی کتب میں ہےآج کل کے اہل کتاب کہتے ہیں بکہ اصل میں یروشلم ہے یا گلیل میں ہے یا کوہ طورکے پاس ہے لیکن اغلبا دور نبوی میںوہ اس کے قائل نہیں ہوں گے بلکہ مکہ کو ہی بکہ کہتے ہوں گے

میں نے تفسیر میں اس پر بات کی ہے

[Exegesis V. 95–97] Bakkah was the old name of Makkah. In Psalm* it is said: Blessed is the man whose strength is in thee; in whose heart are the ways of them. Who passing through the valley of Baca make it a well; the rain also filleth the pools Bacca should be a bone dry land otherwise the verses of

Psalm does not make sense. It is claimed that Bacca is Jerusalem or in Sinai district or may be in Galilee. Also the translators sometimes translate it as valley of weeping or valley of balsam trees. However in no way such play with the word can be accepted. In times of David Jerusalem was not city of weeping. Also Jericho was famous for Balsam trees not Jerusalem. An Ishamelite caravan taken Joseph out of well when it was going to Egypt with Myrrah. Genesis (37:25) says: As they sat down to eat their meal, they looked up and saw a caravan of Ishmaelites coming from Gilead. Their camels were loaded with spices, balm and myrrh, and they were on their way to take them down to Egypt. Myrrah is also produced through Balsam trees in Arabia so converting the Bacca into valley of balsam would not change the issue.

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (2:126)

جب ابراہیم نے کہا، اے پروردگار! تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور یہاں کے باشندوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہوں، پھلوں کی روزیاں دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں کافروں کو بھی تھوڑا فائدہ دوں گا، پھر انہیں آگ کے عذاب کی طرف بےبس کردوں گا، یہ پہنچنے کی جگہ بری ہےجواب

ابراہیم نے دعا کی ہے کہ ان کو پھل ملیں کیونکہ مکہ (بوادٍ غير ذي زرع) بے آب وادی تھی-ابراہیم کی دعا مکہ کے لئے ہے جو بکہ ہی ہےیا ان صاحب کے نزدیک یہ دعا بکہ کے لئے ہے ؟مکہ میں جب ابراہیم پہنچے تو وہاں قبیلہ جرہم آباد ہوا تھا اور ساتھ ہاجرہ اور اسمعیل علیھما السلام بھی تھےیہ لوگ زمزم کا پانی پیتے اور تیروں سے شکار کرتے اغلبا ان پرندوں کا جو پانی پر اتے تھےمکہ میں پھل آگے نہیں وہاں تجارت سے اور قافلوں سے پہنچےمثلا مکہ کے قریب طائف ہے جو سرسبز ہے وہاں کا موسم بھی الگ ہے کیونکہ طائف پہاڑ کے اوپر ہےکعبہ کی تعمیر سے وہاں مکہ یا بکہ میں لوگوں کا آنا جانا حج وغیرہ شروع ہوااور اس طرح وہ نظم بن گیا کہ دنیا کی نعمت اہل مکہ کو مل گئی قرآن میں ہے

أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ} [القصص: 57کیا ہم نے ان کو ایک حرم میں نہیں ٹھرایا جہاں ہر چیز کا پھل پہنچتا ہے

ظاہر ہے یہ حرم مکی ہے

سوره ابراہیم آیت ۳۷ میں ہے

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ

سوره قریش

الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ

سیوطی نے تفسیر الدر المنثور میں کچھ روایات دی ہیں کہ ابراہیم کی دعا پر الله نے جبریل کو حکم کیا اور انہوں نے ملک اردن یا فلسطین کے ایک قطعہ کو عرب میں منتقل کیا جس کو طائف کہا جاتا ہے

أما قَوْله تَعَالَى: {وارزق أَهله من الثمرات} أخرج الأرزرقي عَن مُحَمَّد بن الْمُنْكَدر عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لما وضع الله الْحرم نقل لَهُ الطَّائِف من فلسطينوَأخرج ابْن جرير وَابْن أبي حَاتِم عَن مُحَمَّد بن مُسلم الطَّائِفِي قَالَ: بَلغنِي أَنه لما دَعَا إِبْرَاهِيم للحرم {وارزق أَهله من الثمرات} نقل الله الطَّائِف من فلسطينوَأخرج الن أبي حَاتِم والأزرقي عَن الزُّهْرِيّ قَالَ: إِن الله نقل قَرْيَة من قرى الشَّام فوضعها بِالطَّائِف لدَعْوَة إِبْرَاهِيم عَلَيْهِ السَّلَاموَأخرج الْأَزْرَقِيّ عَن سعيد بن الْمسيب بن يسَار قَالَ: سَمِعت بعض ولد نَافِع بن جُبَيْر بن مطعم وَغَيرهيذكرُونَ أَنهم سمعُوا: أَنه لما دَعَا إِبْرَاهِيم بِمَكَّة أَن يرْزق أَهله من الثمرات نقل الله أَرض الطَّائِف من الشَّام فوضعها هُنَالك رزقا للحرم

نکتہ ابراہیم علیہ السلام نے تو دعا کی کہ پھل مومنوں کو ملیں لیکن الله نے دعا قبول کر کے مومن ہو یا کافر سب کو پھل دیے

مکہ کو حرم الله تعالی نے قرار دیا ہےاس کی وجہ سے سال کے چار ماہ حرمت والے ہیں اس دن سے جس دن زمیں و آسمان بنے

قرآن میں سوره توبه أية ٣٦ ہے

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ

الله کے نزدیک مہینے ۱۲ ہیں جو کتاب الله میں ہیں اس روز سے جب زمین و آسمان خلق ہوئے ان میں سے چار حرمت والے ہیں

صحیح مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایاإِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَاس شہر مکہ کو الله نے حرم قرار دیا اس روز جب آسمان و زمین خلق ہوئے

ان اشکالات کا کیا جواب ہو گا

پہلا اشکال توریت موسی پر نازل نہیں ہوئی ؟
دوسرا موسی کو الواح دی گئی نہ کہ توریت
تیسرا تمام انبیاء بنی اسرائیلی کہلائیں گے جن کے پاس بھی کتاب ہو
چوتھا ایک ہی کتاب سب کو دی گئی نہ کہ چار کتابیں
بھائی کراچی کے ایک عالم ہیں شیخ محمّد جنہوں نے ایک ادارہ بنا رکھا ہے جس کا نام ہے

INTERNATIONAL ISLAMIC PROPAGATION CENTER

جو کہ مسجد رحمانیہ روڈ کراچی میں ہے

آج ان کی ایک گفتگو جو انہوں نے ایک دیوبند کے مفتی عبدالباقی سے کی سنی – انہوں نے قرآن کے متعلق بہت ساری باتیں کیں – اگر آپ کے پاس وقت ہو تو پلیز تھوڑا سا وقت نکل کر تھوڑا بہت سن لیں اور ہمیں بتایں کہ کیا ان کو سنا جا سکتا ہے – تا کہ لوگوں کو حقیقت معلوم ہو سکے

https://www.youtube.com/user/iipcpakistan

الله آپ کو جزایۓ خیر دے – آمین

جواب

پہلا اشکال توریت موسی پر نازل نہیں ہوئی ؟
جواب قرآن میں ہے توریت کے تحت انبیاء حکم کرتے تھے اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ایک ہی کتاب تھی وہی تمام انبیاء کے پاس تھی
یہ بات صحیح ہے اور فہم کا فرق ہے
میرے نزدیک جب الله کہتا ہے کہ انبیاء سے کتاب پر میثاق لیا تو اس سے مراد ام الکتاب ہے جو لوح محفوظ میں تھی اسی کا متن قرآن میں توریت میں انجیل میں زبور میں ہے
لیکن جہاں تک احکام کا تعلق ہے تو وہ انجیل میں یا زبور میں نہیں تھے
زبور کے لئے قرآن میں ہے کہ اس میں اللہ کی تسبیح تھی ذکر تھا اور جنت کی خبر تھی
اور انجیل میں احکام نہیں تھے صرف درس و تلقین تھی
احکام وہی توریت والے تھے جو تمام بنی اسرائیل پر لگ رہے تھے عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی توریت پر عمل کا حکم کرتے تھے الگ سے انجیل میں کوئی حکم نہیں ملتا بلکہ واپس توریت پر حکم کا حکم تھا

قرآن میں ہے
وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ الله مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ
اور جب وہ لایا جو تصدیق کرتا ہے اس کی جو ان کے پاس الله کی کتاب میں موجود ہے

اہل کتاب کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے ہے – اس کتاب کا نام ان موصوف کے نزدیک توریت نہیں ہے
یہ عجیب بات ہے

خیال رہے توریت کے معنی قانون ہیں یہ علمائے یہود کا قول ہے – قرآن میں اس کو قانون نہیں کہا گیا
یہود کے پاس توریت ہے قرآن میں ہے
مَثَلُ الذين حُمِّلُواْ التوراة ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الحمار يَحْمِلُ أَسْفَاراً

قرآن میں ہے

الذين يَتَّبِعُونَ الرسول النبي الأمي الذي يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِندَهُمْ فِي التوراة والإنجيل
توریت و انجیل میں نبی الامی کا ذکر ہے

سورة الاعراف

وَكَتَبْنَا لَـهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِـهَا ۚ سَاُرِيْكُمْ دَارَ الْفَاسِقِيْنَ

(145)

اور ہم نے اس کو تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، سو انہیں مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنی قوم کو حکم کر کہ اس کی بہتر باتوں پر عمل کریں، عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا ٹھکانہ دکھاؤں گا۔

موصوف کا مدعا ہے کہ انبیاء جو دیا گیا ہے وہ کتاب کہا جائے اس کو توریت یا انجیل نہ کہا جائے – توریت اگر قانون ہے تو آمد النبی کا ذکر کون سا قانون ہے ؟

قرآن میں اہل کتاب سے بات ہوتی ہے تو ظاہر ہے انہی کی اصطلاحات کی سطح پر بات ہو گی
موصوف کہتے ہیں موسی کو الواح دی گئی نہ کہ توریت – اس کو کتاب بھی کہا صحائف بھی کہا گیا
قرآن میں ہے
وَمُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التوراة
تمہارے سامنے جو توریت ہے اس میں اس کی تصدیق ہے

اب ظاہر ہے یہ بحث بے کار ہے

موصوف کہتے ہیں تمام انبیاء بنی اسرائیلی کہلائیں گے جن کے پاس بھی کتاب ہو
منٹ ٤٤

جواب یہ عجیب بات ہے ابراھیم علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ ان کے باپ ہیں
قرآن میں ہے ابراھیم کو صحف دیے

یہ پھر مغالطہ ہے

موصوف کہتے ہیں
ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ بنی اسمعیل میں کتاب نازل کر
اس سے موصوف نے استخراج کیا کہ اس میں الکتاب ہےاس کو قرآن نہیں کہا جائے

یہ وہی مغالطہ ہےجس کا موصوف بار بار اعادہ کر رہے ہیں کیونکہ یہ الکتاب جو آسمان میں ہے اس سے ہی توریت یا انجیل یا قرآن کو لیا گیا یعنی اصل الکتاب آسمان میں ہے اس کا متن زمین پر نازل ہوتا گیا
اصل کو اللہ نے بیان کیا جب قرآن میں ذکر کیا تو ١١٤ سورتیں بن گیا اسی اصل کتاب کی بات تھی لیکن ماحول و زمیں الگ تھی لہذا قرآن ہوا اور جب طور میں اسی اصل کتاب کی اللہ نے بات و شرح کی تو یہ توریت بنی -لیکن موصوف نے اس کو ملا دیا ہے کہ کتاب ایک ہی ہے جو نازل ہوئی گویا کہ قرآن حرفا حرفا وہی تھا جو توریت تھی
یہ عجیب بات ہے کیونکہ قرآن میں منافق مدینہ کا ذکر ہے جنگوں کا ذکر ہے یہ مضامین الگ ہیں موسی یا عیسیٰ کا سابقہ ان سے نہیں تھا

یہ کم فہمی ہے
اللہ فہم دے

موصوف نے الکتاب سے نکالا کہ ایک ہی کتاب سب کو دی گئی نہ کہ چار کتابیں
پھر اس سے اہل کتاب کا مفہوم یہ نکلا کہ تمام انبیاء اہل کتاب ہیں جن کے پاس کتاب آئی اور یہود و نصرانی اہل کتاب نہیں وہ تو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے تھے

یہ بھی مغالطہ ہے- اہل کتاب کے لئے قرآن میں ہے
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ

اے اہل کتاب تم کچھ نہیں یہاں تک کہ توریت و انجیل کو قائم کرو

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پمفلیٹ پر اپ کی کیا رائے ہے

http://www.muhammadshaikh.com/urdu_pdf/essa_pbuh.pdf
جواب

اس میں آیات کا ترجمہ صحیح نہیں کیا گیا
یہ معلوم نہیں کہ یہ محمد شیخ کی حرکت ہے یا کسی اور ہی نے غلط ترجمہ کیا تھا
مثلا ص ۱۲ پر سورہ النساء کی آیت کا ترجمہ کیا ہے
ان کے لئے ملتا جلتا کر دیا
جبکہ صحیح ہے
ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا

مزید کہ الفاظ کا تشریحی اضافہ ہے کہ پورا کر دیا – اس شخص نے انجیل یوحنا کے الفاظ
http://biblehub.com/john/19-30.htm
پورا کر دیا کو اس آیت میں ڈال دیا ہے
پورا کر دیا کی دلیل ص ۱۰ پر پیش کی ہے کہ الله نفس کو پورا کرتا ہے سورہ الزمر – یہ بھی غلط مطلب ہے توفی کا مطلب پورا قبضہ میں لینا پکڑنا ہے اور اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر ہے ایک موت کا دوسری نیند کا – توفی اس سے صریحا موت ثابت نہیں ہوتی
ہمارا روز نیند میں توفی ہو رہا ہے

صفحہ ۱۳ پر بھی ترجمہ میں اضافہ ہے کہ عیسیٰ کا درجہ بلند کر دیا – یہ قرآن کے الفاظ نہیں ہیں

مریم علیہ السلام کے بارے میں پمفلیٹ پر اپ کی کیا رائے ہے
http://www.muhammadshaikh.com/urdu_pdf/maryam_pbuh.pdf
جواب

اس کتابچہ ص ۱۲ پر لکھا ہے کہ وہ مقام جہاں مریم حمل لے کر گئیں وہ مکہ تھا ؟ اس کا کوئی ذکر دور دور تک آیات میں نہیں نہ قرآن میں ایسا کوئی ذکر ہے
گرمی کیا صرف سعودی عرب میں ہوتی ہے پڑوسی ملک اسرائیل میں نہیں ہوتی جہاں یروشلم یا گلیل ہے ؟
افسوس یہ شخص جاہل ہے

ص ۲۸ پر عائشہ رضی الله عنہا سے متعلق آیات افک کو مریم کی طرف موڑ دیا ہے الله کی پناہ
گویا کہ مریم دور نبوی کی کوئی عورت تھیں جن پر چار گواہ طب کیے جا رہے ہیں - یہ تحریف قرآن ہے

سوره الرعد کی آیت بھی پیش کر دی ہے کہ گویا عیسیٰ کی نسل بھی چلی ہے
جبکہ آیات میں عموم و خصوص ہوتا ہے
اس کا خصوص ظاہر ہے - کیا رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی نسل چلی؟ نہیں چلی

پھر اس میں ہے ازواجا یعنی ایک سے زائد بیویاں کیں جبکہ تمام انبیاء کی بہت سی بیویاں نہیں تھیں مثلا زکریا علیہ السلام یا آدم علیہ السلام

مفسرین کے مطابق آیت کا تعلق یہود کے قول سے ہے کہ محمد (ص) تو ہر وقت شادیاں کرتا رہتا ہے اس پر قرآن میں کہا گیا کہ سابقہ انبیاء نے بھی شادی کی ہے نسل چلی ہے
یعنی رسول علیہ السلام کا شادی کرنا کوئی گناہ نہیں ہے

قرآن میں ہے
وجعلناه هدى لبني إسرائيل ذرية من حملنا مع نوح
بنی اسرائیل وہ ذریت ہیں جو نوح کے ساتھ کشتی میں سوار تھے
http://quran.ksu.edu.sa/tafseer/tabary/sura17-aya3.html
یعنی ذریت سے مراد نسل ہے

عیسی علیہ سلام کی شادی ہوئی یا نہیں ؟

سوره الرعد ۳۸

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ

ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لئے بیویاں اور نسل کی – اور کسی رسول کے بس میں نہ تھا کہ کوئی نشانی لاتا الا یہ کہ اللہ کا اذن ہوتا -ہر انجام کتاب (میں لکھ دیا گیا) ہے

جواب

ان کی شادی کا اسلامی کتب میں کوئی ذکر نہیں ملا – انجیل کے مطابق یحیی اور عیسیٰ دونوں کی شادی نہیں ہوئی

آیات میں عموم و خصوص ہوتا ہے
اس کا خصوص ظاہر ہے – کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل چلی؟ نہیں چلی

پھر اس میں ہے ازواجا یعنی ایک سے زائد بیویاں کیں جبکہ تمام انبیاء کی بہت سی بیویاں نہیں تھیں مثلا زکریا علیہ السلام یا آدم علیہ السلام

مفسرین کے مطابق آیت کا تعلق یہود کے قول سے ہے کہ محمد (ص) تو ہر وقت شادیان کرتا رہتا ہے اس پر قرآن میں کہا گیا کہ سابقہ انبیاء نے بھی شادی کی ہے نسل چلی ہے
یعنی رسول علیہ السلام کا شادی کرنا کوئی گناہ نہیں ہے

کعبہ میں کیا بت تھے جبکہ اللہ نے اس کو مقدس مقام کہا ہے؟

قرآن کے مطابق
سورۃ البقرۃ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًاؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْـرَاهِيْمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْـرَاهِيْمَ وَاِسْـمَاعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ
(125)
اور جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لیے عبادت گاہ اور امن کی جگہ بنایا، (اور فرمایا) مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ، اور ہم نے ابراھیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

– ایک بات کو نوٹ کر لیں کہ اللہ کا گھر ہمیشہ پاک تھا اور قیامت تک رہے گا

سورۃ آل عمران

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّـذِىْ بِبَكَّـةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ
(96)
بے شک لوگوں کے واسطے جو سب سے پہلا گھر مقرر ہوا یہی ہے جو مکہ میں برکت والا ہے اور جہاں کے لوگوں کے لیے راہ نما ہے

لیکن ہمارے محدثین نے اس میں بت رکھوا دیے – اور ان بتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں تڑوا دیا- یہ بات ہے ہی قرآن کی آیات کے خلاف-

صحیح بخاری:جلد دوم:حدیث نمبر 1913 حدیث مرفوع مکررات 8 متفق علیہ 5

حمیدی، سفیان، ابن ابی نجیح، مجاہد، ابومعمر، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے وقت جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں آئے تو کعبہ کے پاس تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی آپ اس لکڑی سے ہر بت کو ٹھوکا دے کر مذکورہ بالا آیت کی تلاوت فرما رہے تھے اور یہ آیت بھی پڑھ رہے تھے

کہ (جَا ءَ الْحَ قُّ وَمَا يُبْدِي ُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ) 34۔ السبأ : 49) یعنی حق آگیا باطل مٹ گیا اور اب باطل لوٹ کر نہیں آئے گا۔

امید ہے کہ آپ کو سمجھ آ رہا ہو گا کہ یہود اور نصاریٰ نے کیسے روایات لکھوا دیں

کیا صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے

بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ جناب نبی کریمؐ نے جب بیت اللہ کے بت توڑے تو اُن میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے بت بھی تھے۔ بت اس طریقے سے بنائے گئے تھے کہ ان کے ہاتھوں میں جوئے کے تیر پکڑائے گئے تھے۔ جناب نبی کریمؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا قاتلھم اللہ اللہ ان کا بیڑا غرق کرے کہ مشرکین نے ان بزرگوں کے ہاتھوں میں بھی تیر پکڑا دیے حالانکہ ان کو پتہ تھا کہ ان بزرگوں نے زندگی میں کبھی لاٹری یا جوا نہیں کھیلا۔

جواب

صحیح بخاری کی حدیث ہے
جوئے کے نہیں پانسوں کے تیر تھے

4288 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ، أَبَى أَنْ يَدْخُلَ البَيْتَ وَفِيهِ الآلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأُخْرِجَ صُورَةُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا مِنَ الأَزْلاَمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قَاتَلَهُمُ اللَّهُ، لَقَدْ عَلِمُوا: مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ "، ثُمَّ دَخَلَ البَيْتَ، فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِي البَيْتِ، وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَقَالَ: وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

افسوس یہ شخص جاہل ہے – نہ اس کو تاریخ کا علم ہے نہ مشرک کے مذہب کا علم ہے صرف آیات کو دیکھ کر اپنا معنی نکالتا ہے
کعبہ میں بت رکھے جاتے تھے اس کو مورخ ہوں یا مفسر ہوں یا تمام فرقے ہوں کہتے آئے ہیں- اللہ تعالی نے ابراہیم کو حکم کیا کہ کعبه کو پاک رکھا جائے لیکن بعد میں انے والے عربوں نے اس میں بت رکھے - مشرک کے نزدیک کعبہ میں بت رکھنا اس کی توہین نہیں تھا اس میں ابراہیم و اسمعیل کی تصویریں بھی تھیں اور فرشتوں کے بت بھی تھے

مثلا کیا مسجد الاقصی ناپاک جگہ ہے یا پاک جگہ ہے ؟ لیکن وہاں رومیوں نے بت رکھے انبیاء کا قتل ہوا

کیا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کے لئے قوائد بنائے ؟

اس آیت کا ترجمہ کیا ہے

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْـرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْـمَاعِيْلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِـيْمُ

محمد شیخ کہتے ہیں
سورة البقرة

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْـرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْـمَاعِيْلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِـيْمُ (127)
اور جب ابراهیم اور اسماعیل کعبہ کے قوائد بنا رہے تھے ، اے ہمارے رب ہم سے قبول کر، بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔
–

سورة المائدة

جَعَلَ اللّـٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْـهَدْىَ وَالْقَلَآئِدَ ۚ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوٓا اَنَّ اللّـٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَاوَاتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّـٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْـمٌ (97)
اللہ نے کعبہ کو بنایا جو کہ بزرگی والا گھر ہے لوگوں کے لیے قیام کا باعث کر دیا ہے اور عزت والے مہینے کو بھی اور حرم میں قربانی والے جانور کو بھی اور وہ جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر کعبہ کو لے جائیں، یہ اس لیے ہے تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

– ایک عہد کا ذکر بائبل میں بھی ہے

اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزندِ نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔

لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زر خرید کا ختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا۔ اور وہ فرزند نرینہ جسکا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا۔

http://backtotorah.com/?p=455

جواب
آیت کا ترجمہ ہے

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْـرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْـمَاعِيْلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِـيْمُ

اور جب ابراهیم بیت الله کی بنیاد کو بلند کر رہا تھا اور اسمٰعیل - اے رب ہم سے اس (عمل) کو قبول کر بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے

کہاں کی کہاں سے ملا دی گئی ہے
بائبل میں ہے ایک فرزندِ نرینہ کا ختنہ - اس کو اپ کہنا چاہتے ہیں کہ مناسک حج میں سے ہے ؟ کہ گویا جو بھی داخل ہو وہ بھی ختنہ کرائے؟ یہ ادھر ادھر کی ملا کر عجیب و غریب نتیجہ ہے

پھر آیت پیش کی الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ اس کا ترجمہ کیا کعبہ کے قوائد بنا رہے تھے - یہ - لفظی تحریف ہے - کیا انبیاء نے شریعت سازی کی
الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ اور الْقَوَاعِدَ للبَيْتِ میں فرق ہے
پھر اس کو وَالْـهَدْىَ وَالْقَلَآئِدَ ۚ سے ملا دیا
یعنی الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ (کعبہ کی بنیادوں) کو ہدی کے جانور کے قَلَآئِدَ یا پٹے سے ملا دیا ہے
یہ تماشہ اردو بولنے والے کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے کوئی عرب سنے گا تو سر کے بال نوچے گا

کیا کعبہ ایک چٹان ہے جو اللہ نے زمین سے نکالی؟

محمد شیخ کہتے ہیں اللہ نے کعبہ کو خلق کیا اور روز ازل سے آج تک ایسا ہی ہے چٹان کا بنا ہوا - کعبہ ایک پہاڑ ہے
منٹ ۱۳:۱۵ پر
https://www.youtube.com/watch?v=i7kJ5dF9f_c

کعبہ انسان نے نہیں بنایا بلکہ زمین سے نکلا

جواب

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْـهَدْىَ وَالْقَلَآئِدَ ۚ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰـهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَاوَاتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰـهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْـمٌ
(97)

اللہ نے کعبہ کو محترم گھر بنایا (مقرر کیا) ہے لوگوں کے لیے قیام کا باعث کر دیا ہے اور عزت والے مہینے کو بھی اور حرم میں قربانی والے جانور کو بھی اور وہ جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر کعبہ کو لے جائیں، یہ اس لیے ہے تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے-

اس آیت میں جعل کا لفظ ہے جس کا مطلب بنایا ہوتا ہے یا مقرر کرنا یعنی اس مقام کو اللہ نے بیت اللہ کے طور پر مقرر کیا ہے

قرآن میں ہے
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لنعلم
اور ہم نے جو قبلہ اس سے پہلے بنایا جس پر تم تھے تو وہ صرف جاننے کے لئے تھا

اگر محمد شیخ کی بات مانی جائے تو معلوم ہوا کہ ایک قبلہ اور بنایا تھا جس کو مسلمان و یہود کہتے ہیں یروشلم میں تھا
یہی اشتباہ یہود کو بھی اپنے قبلے پر تھا کہ اللہ نے جو مقام قبلے کے طور پر ان کے لئے مقرر کیا یہود کہتے ہیں کہ ایک چٹان تھا جو اللہ نے بنایا

لیکن اصل میں کعبہ ہو یا ہیکل سلیمانی کا قدس الاقدس ہو دونوں کو اللہ نے قبلہ کے طور پر مقرر کیا ہے اور یہ چٹانین نہیں ہیں بلکہ اس کی اینٹیں چٹان کی ضرور ہیں - اس میں فرق ہے چٹان ہونا اور اینٹ چٹان کی ہونے میں بڑا فرق ہے

کعبہ کو ابن زبیر کے دور میں جمادی الآخرة ٦٤ ھ میں گرایا گیا اور دوبارہ بنایا گیا جس میں حطیم کو اس میں شامل کر دیا گیا اس کے بعد مخالفین نے ابن زبیر کو قتل کرنے کے لئے کعبہ پر پتھر برسائے کیونکہ ابن زبیر نے اپنے اپ کو اس میں بند کر لیا تھا کعبہ ٹوٹا اور دوبارہ تعمیر ہوا (تعجيل المنفعة صـ453) جس میں حطیم کو واپس نکال دیا گیا

بنی اسرائیل کون ہیں ہم یا یہود؟

قرآن میں ہے کہ بنی اسرائیل کو تمام عالم پر فضیلت دی تو اگر اس سے یہود لیں تو اس سے اسلام کی فضیلت ختم ہو جاتی ہے
مزید یہ کہ قرآن میں ہے کہ بنی اسرائیل سے مراد ذریت نوح ہے

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا
(3)
اے ان کی نسل جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، بے شک وہ شکر گزار بندہ تھا۔

یہ ذھن میں رکھیں کہ بنی اسرائیل اسی نسل سے ہے جن کو حضرت نوح علیہ سلام نے اپنی کشتی میں سوار کیا تھا - جیسا کہ اوپر والی آیت سے ظاہر ہے-

بنی اسرئیل شروع سے چلی آ رہی ہے - حضرت نوح علیہ سلام پھر حضرت موسیٰ علیہ سلام اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے زمانے میں بھی اس کا ذکر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ سلام ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر بھی دے رہے ہیں

جواب

یہود بنی اسرائیل میں سے ہیں کیونکہ یہودیت ایک نسلی مذھب ہے جو اولاد اسحاق یا اسحاق علیہ السلام کی نسل ہے
اپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہود میں مشرف با یہود نہیں کیا جاتا کیونکہ ان کے

مطابق الله نے وعدہ نجات صرف نسل ابراہیم کے لئے کیا ہے اور عربوں کو وہ نسل ابراہیم نہیں مانتے کیونکہ عرب تو جرہم والے تھے جو ہاجرہ علیہ السلام کے ساتھ مکہ میں آباد ہوئے جب زمزم وہاں نکلا - ہم کہتے ہیں نسل و قبیلہ تو شناخت کے طور پر ہے - مثلا ہم کہتے ہیں موسی ایک نبی اسرائیلی نبی تھے تو اس کا مطلب ہے اولاد یعقوب میں سے مسلم تھے

نصرانی بنی اسرائیل نہیں ہیں یہ نسلی مذہب نہیں اس میں رومن شامل ہوئے اور یہ آج دنیا کی سب قوموں میں موجود ہیں

مسلمان تعریفی نام ہے یعنی جو الله کا مطیع ہوا اس میں تمام انبیاء شامل ہیں سابقہ امتوں کے نیک و صالح لوگ بھی اسی میں ہیں اور امت محمد کے موحد اس میں ہیں - جب امت محمد نے اپنے اپ کو مسلم کہنا شروع کیا تو پھردور نبوی سے آج تک اس کے فرقوں کو بھی مسلم ہی کہا جاتا ہے - امت محمد میں مشرک بھی ہیں - عرف عام میں مسلمان سے مراد وہ ہے جو امت محمد کا ہو اسلام کے پانچ ارکان پر عمل کا دعوی کرتا ہو

قرآن کا حکم ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

اے ایمان والوں الله کے لئے عدل کے گواہ بن کر کھڑے ہو اور ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو اکسائے کہ عدل نہ کرو عدل کرو یہ تقوی کے قریب ہے اور الله سے ڈرو بے شک الله جانتا ہے جو تم کرتے ہو

یہود سے دشمنی میں حد یہ ہو گئی کہ اپ کہنے لگ گئے کہ وہ بنی اسرائیل بھی نہیں- اس طرح حقائق کو مسخ نہ کریں جس طرح اہل کتاب کرتے ہیں

اِنَّـآ اَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيْـهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِـهَا النَّبِيُّوْنَ الَّـذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّـذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّـٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَـرُوْا بِاٰيَاتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّـٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُـمُ الْكَافِرُوْنَ (44)

ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر الله کے فرمانبردار پیغمبر

یہود کو حکم کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑا مول مت لو، اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

اس آیت میں واضح ہے کہ توریت کو انبیاء نے استعمال کیا یہود کو حکم کیا اور ان اہل کتاب میں سے یہودی اور ربانی اور احبار بھی حکم لیتے تھے

یہ کتاب معلوم ہے کہ موسی علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے

یہود کے پاس توریت ہے قرآن میں ہے
مَثَلُ الذين حُمِّلُواْ التوراة ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الحمار يَحْمِلُ أَسْفَاراً

قرآن میں ہے

الذين يَتَّبِعُونَ الرسول النبي الأمي الذي يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِندَهُمْ فِي التوراة والإنجيل
توریت و انجیل میں نبی الامی کا ذکر ہے

یہ توریت کیا ہے اگر یہ آسمانی کتاب نہیں ہے ؟ کیا یہود کی تحریر ہے اگر ہے تو الله اس کو نافذ کرنے کا حکم کیوں دیتا ہے ؟ اس پر خوش کیوں ہے کہ احبار نے اس کتاب کو قائم کیا ہے

اور کیا مصدر تھا جس پر سابقہ انبیاء چل رہے تھے مثلا زکریا علیہ السلام جس ہیکل سلیمانی میں متعین تھے اور وہاں اقلام ڈالے گئے وہ سب کیا ہے؟

زمان و مکان کا خیال رکھیں- مدینہ کے یہود پر تنقید کی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں الله کے ہاتھ بندھے ہیں

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۚ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا
(3)
اے ان کی نسل جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، بے شک وہ شکر گزار بندہ تھا۔

یہ ذھن میں رکھیں کہ بنی اسرائیل اسی نسل سے ہے جن کو حضرت نوح علیہ سلام نے اپنی کشتی میں سوار کیا تھا - جیسا کہ اوپر والی آیت سے ظاہر ہے-

بنی اسرائیل اور تم عالم نوح کی نسل سے ہے - اپ یا ہم کس کی نسل ہیں ؟ نوح کی ہی ہیں عرب بھی نوح کی نسل ہیں یہاں تک کہ ہندو بھی نوح کی نسل سے ہیں
کیونکہ تمام دنیا غرق ہوئی صرف کشتی نوح والے بچ گئے

وَجَاوَزْنَا بِبَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُـمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُـوْدُهٝ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۖ حَتّـٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٝ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا الَّـذِىٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُـوٓا اِسْرَآئِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
(90)
اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا پھر فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم اور زیادتی سے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہا میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

بنی اسرائیل وہ ہیں جو موسی کے ساتھ نکلے پھر ان میں بارہ قبائل بنا دیے گئے جو پانی کی تقسیم پر بنے

وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

بنی اسرائیل یا یہود کو یقینا اللہ نے تمام عالم پر فضیلت دی انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی لیکن اللہ نے من و سلوی دیا انہوں نے اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا اللہ نے ان کو فرعون سے نجات دی یہ فضیلت نہیں تو اور کیا ہے

باقی اپ سورہ بقرہ پڑھ سکتے ہیں اس میں یہود پر تنقید کی جا رہی ہے اور بنی اسرائیل کا ذکر کیا جا رہا ہے اگر یہ دونوں گروہ ایک نہیں ہیں
تو غیر متعلق بات ہو گی

بنی اسرائیل عربی کا لفظ ہے اس کا مطلب نسل ہوتا ہے کہ اسرائیل کی نسل اور اسرائیل قرآن ہو حدیث ہو توریت ہو یا انجیل ہو سب میں اس کا مطلب یعقوب علیہ السلام ہی لیا جاتا ہے

اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے قرآن میں ہے
كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
ہر کھانا بنی اسرائیل کے لئے حلال تھا سوائے اس کے جو اسرائیل (یعقوب) نے اپنے اوپر حرام کیا توریت کے نزول سے پہلے پس توریت لاو اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو

اس آیت میں یہ اسرائیل کون مجہول شخص ہے ؟

جو اپ کے بقول یعقوب علیہ السلام نہیں ہیں

سورہ الاحقاف میں ہے کہ عرب جو نسل نوح میں سے تھے ان سے رسول اللہ نے کہا

قُلْ اَرَاَيْتُـمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّـٰهِ وَكَفَرْتُـمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى مِثْلِـهٖ فَـاٰمَنَ وَاسْتَكْـبَـرْتُـمْ ۖ اِنَّ اللّـٰهَ لَا يَـهْدِى الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (10)
کہہ دو بتاؤ تو سہی اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ ایک ایسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان بھی لے آیا اور تم اکڑے ہی رہے، بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔
اس آیت میں بنی اسرائیل کون ہے ؟

غور کریں اور فضول فلسفوں سے برات کا اظہار کریں

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ
اے اہل کتاب تم کیوں حق و باطل کی تلبیس کرتے ہو اور حق چھپاتے ہو اور تم جانتے ہو

وہ کون سے بیٹے تھے جن کو ابراہیم ذبح کرنے والے تھے اور ان کی کتنی بیویاں تھیں؟

کیا یہود اور نصاریٰ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ سلام نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ سلام کی قربانی دی اور اللہ نے ایک منڈھا ان کی چھری کے نیچے بھیج دیا

اور انہوں نے اس کی قربانی کر دی
جواب

یہ قرآن سورہ الصافات میں ہے

سورہ الصافات میں ترتیب میں پہلے بیٹے کا ذکر ہے جس کی قربانی کا حکم دیا گیا (جو ظاہر ہے اسمعیل ہیں) اس کے بعد کہا گیا کہ اسحاق کی بھی بشارت دی تاکہ بتایا جائے کہ قربانی والا واقعہ اسمعیل کے ساتھ ہوا – قرآن اور توریت کی کتاب پیداش کے مطابق سارہ بانجھ تھیں لیکن اولاد کا ہونا الله کی نشانی تھا اولاد نہ ہونے کی وجہ سے سارہ نے ہاجرہ سے نکاح کا ابراہیم کو مشورہ دیا تھا ظاہر ہے کہ اگر اسحاق پیدا ہو چکے ہوتے تو یہ سب کرنے کی ضرروت نہ تھی اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسمعیل بڑے اور اسحاق چھوٹے تھے – اسمعیل اور اسحاق میں بائبل کے مطابق ۱۳ سال کا فرق تھا قرآن کی سورہ الصفافات میں جس طرح بیان ہوا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ اسمعیل کی قربانی والے واقعہ کے بعد الله نے اسحاق کی بشارت دی

ابراہیم علیہ السلام کی چار زوج یا لونڈیاں تھیں

اول سارہ علیہ السلام – ان پر تمام ابراہیمی ادیان کا کہنا ہے کہ بیوی تھیں بابل کی تھیں
دوم ہاجرہ علیہ السلام ان پر یہود و نصاری کا کہنا ہے کہ یہ لونڈی تھیں جو شاہ مصر نے تحفتا دی – یہ شاہ مصر وہی ہے جو کذب ثلاثہ والی حدیث میں ظالم بادشاہ تھا اور بائبل اور حدیث کا بیان ایک ہے – البتہ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ہاجرہ بیوی تھیں
سوم قطورا ان کا ذکر بائبل میں ہے – حدیث میں ان کا ذکر نہیں ملا البتہ مسلمان مورخین نے ان کا ذکر کیا ہے
چہارم حجورا ان کا ذکر مورخین نے کیا ہے

قطورا پر ایک قول ہے کنعان سے تھیں
المعارف از ابن قتیبہ میں ہے
وتزوّج إبراهيم امرأة من الكنعانيين، يقال لها: قطورا، فولدت له أربعة نفر [1] . وتزوّج أخرى يقال لها: حجورا، فولدت له سبعة نفر./ 18/ فكان جميع ولد إبراهيم ثلاثة عشر رجلا. وعاش إبراهيم مائة وخمسا وسبعين سنة [2] .

ابن اسحاق اور ابن اثیر اور ابن خلدون کا کہنا ہے کنعان کی تھیں نام دیا ہے
قطورا بنت يقطن،
قطورا پر ایک قول ہے یمنی جرھم سے تھیں

البدء والتاريخ
المؤلف: المطهر بن طاهر المقدسي (المتوفى: نحو 355هـ)
المعارف از ابن قتیبہ میں ہے
وتزوّج إبراهيم امرأة من الكنعانيين، يقال لها: قطورا، فولدت له أربعة نفر [1] . وتزوّج أخرى يقال لها: حجورا، فولدت له سبعة نفر./ 18/ فكان جميع ولد إبراهيم ثلاثة عشر رجلا. [2] . وعاش إبراهيم مائة وخمسا وسبعين سنة
قطورا سے ٤ - حجورا سے ٧ - ایک ہاجرہ سے- ایک سارہ سے
ابن قتیبہ کے مطابق کل ملا کر ١٣ لڑکے ہوئے -

کیا موسیٰ علیہ سلام کو تختیوں پر لکھ کر دیا گیا؟
آیا وہ بھی قرآن کی طرح محفوظ ہیں

حضرت موسیٰ علیہ سلام کو جو کتاب دی گئی کیا اس کا نام قرآن میں آیا ہے اور وہ کس زبان میں تھی - کیا تاریخ میں کچھ ملتا ہے

جواب

موسی کے لئے لوح یا تختی پر لکھا گیا یعنی پتھر کی سل پر یا لکڑی کی تختی پر کیونکہ یہ لکھا جانا عالم ارضی میں ہوا
الله تعالی اپنے عرش پر تھے موسی کوہ طور پر لیکن الله کے حکم سے الفاظ تحتی پر ظاہر ہو رہے تھے
لوح عربی کا لفظ ہے انگلش میں اس کو
Tablet
کہتے ہیں
عالم ارضی کی تمام چیزیں تغیر کا شکار ہیں

قرآن لوح محفوظ میں ہے یہ عالم بالا کی خبر ہے جہاں کسی چیز پر تغیر نہیں اتا اس بنا پر اس کو خاص کرنے کے لئے محفوظ تختی یا محفوظ سل نہیں کہا جاتا بلکہ لوح کہا جاتا ہے

موسی کی توریت یا انجیل یا قرآن یا زبور یہ تمام الکتاب کا جز ہیں جو لوح محفوظ میں عالم بالا میں ہے اس کو الکتاب بھی کہا جاتا ہے - موسی کی کتاب کا نام التوراة کئی بار قران میں آیا ہے - یہود کہتے ہیں یہ معدوم رسم الخط میں تھی جس کو
paleo hebrew alphabet
کہا جاتا ہے

قرآن کیوں کہتا ہے یہود سے پوچھ لو

سورة یونس

(مکی، آیات 109)

فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَاسْاَلِ الَّـذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُـوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَـرِيْنَ

سو اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے تیری طرف اتاری تو ان سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بے شک تیرے پاس تیرے رب سے حق بات آئی ہے سو شک کرنے والوں میں ہرگز نہ ہو۔

کیا شک کی صورت میں پوچھنے کے لئے یہود اور نصاریٰ سے پوچھنے کا کہا گیا ہے اور کیا وہ یہود سچی بات کو بتا دیں گے – وہ کیسے سچی بات کو بتا سکتے ہیں

جواب

مشرکین مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ یہ قرانی نصحت اس سے قبل اہل کتاب کی کتابوں میں بھی بیان ہوئی ہے

یہاں ورقه بن نوفل اور ان کے جیسے لوگ مراد ہیں

کیا یہودیوں اور عیسایوں کے واقعی یہی عقائد ہیں جو محمد شیخ صاحب بتا رہے ہیں

https://www.youtube.com/watch?v=lrWTJi-vFT0

پلیز ان لیکچر کا ضرور جواب دیں – کیوں کہ ان میں نے بہت عقائد ہم مسلمانوں میں بھی ہیں

کیا جن کتب کے حوالے دیے جا رہے ہیں وہ صحیح ہیں

جواب

ان صاحب کے کلام میں بہت اضطراب ہے اور ان کو ان باتوں کی سمجھ نہیں جس پر یہ وڈیو ہے

اول سوال عقائد پر ہوا لیکن ان صاحب نے کلام معاملات اور احکام و شریعت پر شروع کر دیا

دوم تو اپ کو جان لینا چاہیے کہ یہ صاحب یہود کے "عقائد" پر بات کرتے کرتے ایک دم نصرانی کتاب یا پاول کی کتب کا حوالہ دینے لگ جاتے ہیں

داڑھی بڑھانا- سر کے بال یا سر ڈھکنا یا ختنہ کرنا یہ عقائد نہیں ہیں یہ احکام ہیں جو اسلام کے بھی احکام ہیں ان کی تشریح الگ ہو سکتی ہے

دھاگہ باندھنا : یہود آجکل ایسا تعویذ کے طور کرتے ہیں – ان کا حوالہ صحیح ہے لیکن
ان آیات میں تعویز کا ذکر نہیں ہے

Deut. 6:4 ¶ “Hear, O Israel: dThe LORD our God, the LORD is one.2
Deut. 6:5 You eshall love the LORD your God with all your heart and with all your soul and with all your might.
Deut. 6:6 And fthese words that I command you today shall be on your heart.
Deut. 6:7 gYou shall teach them diligently to your children, and shall talk of them when you sit in your house, and when you walk by the way, and when you lie down, and when you rise.
Deut. 6:8 hYou shall bind them as a sign on your hand, and they shall be as frontlets between your eyes.
Deut. 6:9 iYou shall write them on the doorposts of your house and on your gates.

ان آیات کو بطور تعویذ نہیں لٹکایا جاتا

یہود انسان کا قتل فورا کر دیں گے کیونکہ ہے آنکھ کے بدلے آنکھ وغیرہ -یہاں بھی خلط مبحث کر دیا ہے - یہ تو قصاص لینے کا توریت کا حکم ہے - یہ الله کا حکم ہے اس کا خاص ذکر سورہ المائدہ میں ہے کہ یہ الله نے حکم دیا
۱ Timothy
ایک نصرانی کتاب ہے
تو یہ ان صاحب کے کلام کا اضطراب ہے - پادری نصرانی میں ہوتا ہے - یہود میں نہیں

ان صاحب نے کہا ابراہیم نے کلہاڑی سے بت توڑے - ایسا یہود کی کس کتاب میں لکھا ہے - یہود کا انہوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا
میرے علم کے مطابق ایسا ان کی کتب میں نہیں لکھا - یہ قرآن میں ہے

زنا کی سزا رجم ہے اس کا حکم رسول الله نے دیا تو یہ من جانب الله ہے

Deutronomy

جنگ کرو – لوگوں کو غلام بنا لو – مال غمیمت حاصل کرو

ارے حد ہو گئی – یہ الله کے حکم کا مذاق اڑا رہا ہے
یہ توریت کا حکم تھا کہ ارض مقدس میں داخل ہو وہاں جا کر قتل ہی کرنا تھا اس پر جب یہود نے محمد شیخ کی طرح سخت سستی دکھائی تو الله نے اس زمین کو چالیس سال ان پر حرام کر دیا

مردے کا چالیس دن سوگ کا ذکر بھی خلط ملط ہے

Gen. 50:1 ¶ Then Joseph fell on his father's face and wept over him and kissed him.
Gen. 50:2 And Joseph commanded his servants the physicians to wembalm his father. So the physicians embalmed Israel.
Gen. 50:3 Forty days were required for it, for that is how many are required for embalming. And the Egyptians wept for him seventy days.

یوسف علیہ السلام نے مصر میں اپنے خادم مصریوں کو حکم دیا کہ یعقوب کو حنوط کر دیں اس میں ٤٠ دن لگ گئے اور ستر دن تک روتے رہے

یہ یہود نے لکھا ہے یہ اس حنوط کی وجہ سے ہوا
لیکن یہ عموم نہیں ہے خاص ہے
مجھے اس قصے پر شک ہے – لیکن کیا یہود کے نزدیک یہ حکم عام ہے ؟ اس حوالے سے ان کو تلمود کا حوالہ دینا چاہیے تھا

نصرانی عقیدہ کا ذکر کیا ہے
Mark 16:19 ¶ So then the Lord Jesus, after he had spoken to them, was taken up into heaven and sat down at the right hand of God.
موصوف نے کہا عیسیٰ کا آسمان پر جانا اور آنا نصرانی عقیدہ ہے
راقم کہتا ہے صحیح بات ہے لیکن یہ مسلمانوں کا بھی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ واپس آئیں گے

عیسیٰ نے کہا
Luke 12:49 “I came to cast fire on the earth, and would that it were already kindled!
اس کو تنقیدی انداز میں ذکر کیا ہے

راقم کہتا ہے یہ تو انبیاء کا قول رہا ہے کہ جنگ و جہاد کرو اس میں اشکال کیا ہے
باپ بیٹے کا دشمن ہو بیوی شوہر سے الگ ہو تو یہ کام مکی دور میں ہوا جب لوگوں نے اسلام قبول کیا
Luke 14:26 “If anyone comes to me and does not hate his own father and mother and wife and children and brothers and sisters, yes, and even his own life, he cannot be my disciple.

اس کو تنقیدی انداز میں ذکر کیا ہے
راقم کہتا ہے کہ یہ انبیاء کا قول ہے کہ شرک کو چھوڑ دو اور ہم سے اتنی محبت کرو جو ماں باپ سے بڑھ کر ہو
ایسا حدیث میں بھی ہے

Luke 19:27 But as for these enemies of mine, who did not want me to reign over them, bring them here and slaughter them before me.’”

اس کو تنقیدی انداز میں ذکر کیا ہے
راقم کہتا ہے یہ جہاد کا حکم ہے جو عیسیٰ نے دیا تھا اس میں کوئی اشکال نہیں ہے
جنگ ہوتی ہے تو قتل ہی ہوتا ہے
اللہ نے قتال کو پسند کیا ہے

منٹ پر کہا ٤٧ :١٦
یہود نے اپنی مملکت کا نام اسرائیل رکھا کیونکہ یہود نے اللہ تعالی سے کشتی لڑی نعوذ باللہ

The man asked him, “What is your name?”
“Jacob,” he answered.
28 Then the man said, “Your name will no longer be Jacob, but Israel,[a]

because you have struggled with God and with humans and have overcome."
29 Jacob said, "Please tell me your name."
But he replied, "Why do you ask my name?" Then he blessed him there.
30 So Jacob called the place Peniel,[b] saying, "It is because I saw God face
to face, and yet my life was spared."

یہ حوالہ صحیح ہے – اور یہود پر اللہ کی مار ہو جو یہ لکھا

بنی اسرائیل
اور ہم نے موسٰی کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ۔

اس آیت پر ان صاحب کا فہم ہے کہ تمام انسان بنی اسرائیل ہیں ! یہ نہایت عجیب فہم ہے – موسی کو کتاب دی اس کا ذکر توریت کے طور پر قرآن میں موجود ہے
وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ (43) إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (44) وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (45)﴾ (سورة المائدة)

اور وہ تجھے کس طرح منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں، اور یہ مومن نہیں ہیں۔
ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو حکم کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑا مول مت لو، اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔

(2) وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًا
اور ہم نے موسٰی کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ۔
(3) ذُرِّيَّةَ مَنْ حَـمَلْنَا مَعَ نُـوْحٍ ۚ اِنَّهٝ كَانَ عَبْدًا شَكُـوْرًا
اے ان کی نسل جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، بے شک وہ شکر گزار بندہ تھا۔

اس پر موصوف کا کہنا ہے کہ نوح کی تمام نسل بنی اسرائیلی ہے جبکہ یہاں ہے کہ بنی اسرائیل اسی نسل میں سے ہیں جو نوح کی ہے
راقم کہتا ہے عرب بھی نوح کی نسل میں سے ہیں
لیکن یہ موصوف اس کو الٹا سیدھا کر کے تمام انسانیت کو نوح کی نسل کہنے کی بجائے تمام کو بنی اسرائیلی قرار دے رہے ہیں جو غلط فہمی ہے
سورہ جاثیہ
وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ
اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی اور انہیں پاک رزق عطا کیا اور انہیں تمام دنیا جہان سے فضیلت دی

اس پر موصوف کا کہنا ہے یہ مملکت اسرائیل والوں سے متعلق نہیں ہے - یعنی یہ یہود کے لئے نہیں ہے- موصوف سمجتھے ہیں کہ اگر ان آیات سے مراد یہود لے لئے جائیں تو یہود افضل ہو جاتے ہیں - یہ بھی کج فہمی ہے

راقم کہتا ہے الله نے بنی اسرائیلی انبیاء کو یعنی نسل یعقوب میں انے والے انبیاء کو کتاب دی یعنی زبور انجیل توریت دی عربوں میں تو صرف ایک کتاب قرآن نازل ہوئی ہے - پھر ان کے بنی اسرائیلی انبیاء کو حکومت دی یعنی سلیمان و داود اور موسی کو اور ان کو ارض مقدس دیا جہاں برکت تھی تو یہ احسان نسل یعقوب پر الله نے کیا اس پر - ہمارا ایمان ہے - لیکن جو شری ہیں ان کا اس میں ذکر نہیں ہے
سادہ سوال ہے کہ اسرائیل کون شخص ہے جس کی نسل کی بات ہو رہی ہے موصوف کے نزدیک یہ نوح کی نسل میں کسی مجہول کا لقب ہے جو شاذ و منکر قول ہے

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

الله نے کہا یہودی یا نصرانی نہیں بلکہ ملت ابراہیم کو لو - کیونکہ دور نبوی میں بنی اسرائیل کے دس قبیلے اپنی انفرادیت کھو چکے تھے سب اپنے اپ کو یہودا

Judah
کہواتے تھے اسی سے عربی میں ان کا نام یہود نکلا
اصل میں یہ قبائلی عصبیت کا قول تھا کہ ہم قبیلہ یہود سے ہیں دینی نام نہیں تھا
تو اللہ نے کہا قبائلی نام تم سب نے اپنا لیا ہے اپنے اپ کو ملت ابراہیم کہو نہ کہ سب ایک قبیلہ بن جاو

کیا بنی اسرائیل کا تعلق یعقوب علیہ السلام سے ہے ؟ یہ اسرائیل کون ہے ؟

جواب

اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے قرآن میں ہے
كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
ہر کھانا بنی اسرائیل کے لئے حلال تھا سوائے اس کے جو اسرائیل (یعقوب) نے اپنے اوپر حرام کیا توریت کے نزول سے پہلے پس توریت لاو اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو

روایات کے مطابق اس میں اونٹ کا ذکر ہے جو یہود کے بقول حرام ہے اور رسول اللہ نے اس کو کھایا ہے لہذا یہود نے اعتراض کیا کہ یہ حرام کھانا ہے - اللہ تعالی نے بتایا کہ یعقوب کا یہ عمل توریت سے قبل تھا اب توریت لاو اس کو پڑھو کہ یہ حرمت کا حکم کہاں ہے
یعنی یہ توریت میں نہیں لکھا ہے

کیا چوہے مسخ شدہ یہودی ہیں ؟ ⇑
http://www.islamic-belief.net/q-a/علم-الحدیث/

قرآن نے اس طرح اثبات کر دیا کہ اسرائیل کوئی غلط نام نہیں ہے بلکہ یعقوب کا نام ہے
اس حوالے سے جو یہودی جاہلوں نے گھڑا اس سے ہم کو کوئی سروکار نہیں ہے
کہ ہم یہ کہنے لگ جائیں کہ یہود بنی اسرائیل یا اسرائیل کے بیٹے نہیں ہیں ہم اسرائیل کے بیٹے ہیں جیسا محمد شیخ کہہ رہے ہیں گویا ہم سب یعقوب کی نسل ہیں

قرآن میں ہے
یونس

وَجَاوَزْنَا بِبَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُـمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُـوْدُهٝ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۖ حَتّـٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٝ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا الَّـذِىٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُـوٓا اِسْرَآئِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
(90)
اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا پھر فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم اور زیادتی سے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہا میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اس سے ظاہر ہے کہ نبی اسرائیل وہ ہیں جو مصر میں آباد تھے ان کو بچا لیا گیا اور ال فرعون غرق ہوئے

اگر یہ کہا جائے کہ بنی اسرائیل نوح کی نسل تھے تو یہ قول ال فرعون پر بھی صادق اتا ہے کیونکہ تمام عالم نوح کی نسل میں سے ہے
چاہے ہندو ہو یا بدھ مت کا ہو یا مشرک ہو

کیا ابلیس فرشتہ ہے ؟

کیا شیطان جن تھا یا فرشتہ – یہاں قرآن کی کچھ آیات کا حوالہ دیا ہے محمد شیخ صاحب نے

https://www.youtube.com/watch?v=PTeFF-h_UEs

یہ دو آیات پیش کی ہیں

١.

سورة البقرة

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلَآئِكَـةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَـرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِـرِيْنَ

اورجب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ اس نے انکار کیا اورتکبر کیا اورکافروں میں سے ہو گیا۔

۲.

سورة الكهف

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلَآئِكَـةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۖ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۗ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٝ وَذُرِّيَّتَهٝٓ اَوْلِيَـآءَ مِنْ دُوْنِىْ وَهُـمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۚ بِئْسَ لِلظَّالِمِيْنَ بَدَلًا

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا سو اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، پھر کیا تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو کارساز بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، بے انصافوں کو برا بدل ملا۔

جواب

ابلیس کے بارے میں ہے
وَكَانَ مِنَ الْكَافِـرِيْنَ
وہ کافروں میں سے تھا

كَانَ مِنَ الْجِنِّ
وہ جن میں سے تھا

اس سے معلوم ہوا کہ ابلیس جن ہی تھا اور کافر جن تھا- جن مومن بھی ہو سکتا ہے جن کا ذکر سورہ جن میں ہے
ابلیس کو کافر کہا گیا
ابلیس کو تخلیق کا علم اللہ کی طرف سے ہوا جس طرح ہم کو علم ہے کہ ہم کو مٹی سے خلق کیا گیا
یعنی مخلوق جن کو ہم سے پہلے یہ علم دیا گیا کہ ان کو اللہ کی عبادت کرنی ہے وہ اگ سے پیدا کیے گئے ہیں

اگر ہم کہیں کہ ابلیس فرشتہ تھا تو وہ تو کہتا ہے کہ وہ اگ سے پیدا ہوا گویا فرشتے اگ سے پیدا ہوئے
اور پھر تمام فرشتے جن بن جائیں گے کیونکہ قرآن ہی میں ہے جن اگ سے پیدا ہوئے
- یہ مغالطہ در مغالطہ ہے
لہذا جو معلوم ہے وہ صحیح ہے کہ جنات اگ سے پیدا کیے گئے اور ابلیس جن تھا فرشتہ نہ تھا

میرا خیال ہے کہ الله تعالی نے ایک تو خبر دی کہ وہ مخلوق میں سے جنوں میں سے تھا اور اس کا انکار کرنا اس کو معلوم تھا لہذا الله نے اس کو آزمائش میں ڈالا لیکن الله علیم و خبیر کو علم تھا کہ نتیجہ کیا نکلے گا لہذا ابلیس کی قلبی کیفیت کا ذکر کیا کہ وہ کافروں میں سے تھا

اب اشکال یہ جنم لیتا ہے کہ اگر وہ کافروں میں سے تھا تو وہ جنت میں کیا کر رہا تھا؟ اسی اشکال سے بچنے کے لئے لوگوں نے ترجمہ میں تبدیلی کی جس سے یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ ابلیس خود پسندی کا شکار ہو چکا تھا اور جنت تک رسائی پانے کی وجہ سے غرور میں مبتلا ہوا - اس سے قبل متقی تھا لیکن عزت ملنے پر اس میں تکبر آیا اور عناصر اربعہ میں سے اگ کو مٹی پر فوقیت دینے لگا کہ یہ میرا عنصر تخلیق ہے میں سب سے افضل ہوں - الله کے علم میں تھا کہ ابلیس کے قلب میں کیا آ رہا ہے لیکن اس کو اس کے حال پر رہنے دیا اور آدم کی تخلیق کا اعلان کیا کہ جیسے ہی اس میں روح آئے سات آسمان میں سب اس کے آگے سجدے میں جھک جائیں
و الله اعلم

کان من سادی عربی ہے کہ وہ تھا - قرآن عربی میں ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں کہ یہ صغیہ ماضی ہے

غلط ترجمہ کرنے والوں نے اس ترجمہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے شرح کی ہے
مثلا تفسیر قرطبی ص ۳۱۱ میں ہے

https://www.mediafire.com/folder/m2y2373314zsi/تفسير_قرطبی_ترجمہ_الجامع_لأحكام_القرآن_المعروف_بتفسير_القرطبي_تأليف_أبو_عبد_الله_محمد_بن_أحمد_بن_أبو_بكر_بن_فرح_القرطبي

http://www.mediafire.com/file/g5mstz528hu15h4/سب+سے+پہلے+کون+ترجمہ+الأوائل+لابن+أبي+عاصم+والطبراني+والسيطي+مترجم+محمد+عظيم+حاصلپوری.pdf

کہ اس آیت میں لفظ کان کو لفظ صار لیا جائے کہ وہ ہو گیا جیسا کہ سورہ ہود میں ولد نوح کے لئے ہے
فکان من المغرقین

ابن فورک نے کہا یہ قول غلط ہے - پھر قرطبی نے نقل کیا کہ اکثر تاویل کرنے والوں کا قول ہے کہ الله کے علم میں تھا یہ کفر کرے گا
اس رائے کو قرطبی نے پسند کیا

لیکن اردو مترجم نے اس تفسیر کا ترجمہ کرتے وقت الفاظ قرآن کا ترجمہ ص ۳۰۵ واپس وہی کر دیا ہے کہ وہ کافروں میں سے ہو گیا

ابلیس کو اپ فرشتہ مانیں یا جن دونوں صورتوں میں وہ ایک ذہنی کشمکش میں رہا ہے پہلے مومن تھا اسی لئے جنت میں تھا لیکن جب سجدہ کا وقت آیا اس وقت تک کافر ہو چکا تھا

فکان من المغرقین
سورة الهود ٤٣

DR. GHALI
so he was (among) the drowned.
——
DR. MUSTAFA KHATTAB, THE CLEAR QURAN
and his son was among the drowned.
——
YUSUF ALI
and the son was among those overwhelmed in the Flood.
————
SHAKIR
so he was of the drowned.
———
PICKTHALL
so he was among the drowned.

———-

MUHSIN KHAN

so he (the son) was among the drowned.

ان سب کا ترجمہ ہے کہ وہ غرق ہو جانے والوں میں سے تھا

لیکن اردو میں اس کو ہو گیا ترجمہ کیا گیا ہے

—-

محمد جوناگڑھی

اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آجاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا، نوح ﴿علیہ السلام﴾ نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں، صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہوا۔ اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا

اللہ تعالی نے

فرشتوں کو حکم کیا گیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوال ہے کہ ابلیس کو کیوں طنز و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا کیونکہ حکم تو اس جنس کے لئے نہیں تھا - اس اشکال کی بنیاد کر بعض کا کہنا ہے کہ ابلیس فرشتہ تھا اور پھر نکتہ سنجی کی کہ اگ کی قسمیں ہیں - جنات کی اگ الگ تھی اور ابلیس کی اگ الگ

راقم کہتا ہے یہ جھل صریح ہے قرآن میں ہے

وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ

اور جن کو نار سموم سے خلق کیا گیا

اور قرآن میں ہے

وخلق الجان من مارج من نار

اور جنات کو اگ کی لفٹوں سے پیدا گیا

اس طرح اگر ہم تقسیم کریں تو ہم قرآن سے ہی کئی قسم کے انسان پیدا کر دیں گے وہ جن کو مٹی سے پیدا کیا گیا وہ جن کو سنسناتی مٹی سے پیدا کیا گیا وہ جن کو گیلی مٹی سے پیدا کیا گیا وہ جن کو سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا گیا اور ہے بار ان سب کو فرستوں سے سجدہ کرایا گیا - ظاہر ہے یہ قول غلط ہے تو اسی طرح جنات کی تقسیم بھی نہیں کی جا سکتی

یہ قول کہ ابلیس فرشتہ تھا یہ قول یہود کا ہے جو فالن انجیل
Fallen Angels
کا تصور رکھتے ہیں

ابلیس اگر کافر تھا تو جنت میں کیسے اتا رہا ؟

اب جب ابلیس کافر ہو گیا تو اس کے بعد اس کا آنا جانا جنت میں کسیے ہو گیا – اور وہ حضرت آدم علیہ سلام اور اماں حوا علیہ سلام کو ورغلا گیا – ایک کافر کیسے جنت کے مزے لیتا رہا

جب اس کو کافر ڈکلئیر کر دیا گیا تو پھر یہ بات کہاں سے آ گئی

کیا کافر جنت کی سیر کرتا رہا

پلیز اس کی وضاحت کر دیں
جواب

اپ نے پہلے کہا تھا کہ کہ ابلیس فرشتہ تھا کافروں میں سے ہو گیا – اس موقف پر بھی یہی سوال آئے گا یعنی دونوں صورتوں میں یہ بات پیدا ہو گی کہ ابلیس اگر کافر ہو گیا تو جنت میں کیسے اتا رہا؟ جواب : اس کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں کہ کیسے اتا رہا – ہم قرائن کی بنیاد پر کہیں گے کہ الله نے اس کو چھوٹ کا وعدہ دے دیا تھا کہ وہ آدم و بنی آدم کو بہکا سکتا ہے لہٰذا اس وعدہ الہی کی عملی شکل کے طور پر جنت تک اس کی رسائی پر قدغن نہیں لگائی گئی

و الله اعلم

وہ گروہ جو بنی اسرائیل سے ہی ہے جو ایمان لایا اور غالب رہا وہ کہاں گیا؟

سورة الصف

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَـمَ يَا بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّـٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٝٓ اَحْـمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُـمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ
(6)
اور جب عیسٰی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں (اور) تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہو گا، پس جب وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آگیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ بنی اسرائیل صرف یہود اور نصاریٰ ہی ہیں تو یہ گروہ جو بنی اسرائیل سے ہی ہے جو ایمان لایا اور غالب رہا وہ کہاں گیا – اللہ نے ان کو تم جہانوں پر فضیلت دی

جواب

سورہ بقرہ میں مخاطب بنی اسرائیلی یہود ہیں نہ کہ نصرانی کیونکہ دور نبوی میں نصرانی کسی نسل کے لوگ نہیں تھے ان میں رومی شامل تھے افریقی بھی تھے چینی میں بھی تھے اور عربوں میں بھی نصرانی تھے لہذا فضیلت بنی اسرائیل سے مراد نصرانی نہیں یہود ہیں

اللہ نے بنی اسرائیل کو فضیلت دی تو وہیں ذکر ہے کہ ان کو فرعون سے نجات دی- یہ ہے ان کی فضیلت -ان کو من و سلوی دیا جبکہ دیگر امتوں کو یہ نہیں ملا – اس وقت بنی اسرائیل میں کافر مشرک گوسالہ پرست مومن سبھی تھے – مصر سے یہ سب نکلے تھے موسی نے فرعون سے کہا
کہ بنی اسرائیل کو جانے دے جبکہ موسی پر مصر میں چند لوگ ایمان لائے تھے

سورہ یونس مین ہے
فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ ۚ
پس موسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں ان کو تکلیف پہنچائے

سورہ طہ میں ہے اللہ نے موسی و ہارون کو حکم کیا
فَاْتِيَاهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْـهُـمْ
اس کے پاس جاو اور کہو ہم دونوں تمہارے رب کے رسول ہیں ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دو ، اور انہیں عذاب و تکلیف سے دوچار نہ کرو

یہاں بنی اسرائیل میں تمام قوم مراد ہے صرف ایمان والے چند لوگ مراد نہیں ہیں

تو ان لوگوں پر اللہ نے احسان کیا ان کو عذاب سے نجات دی من و سلوی دیا جبکہ یہ ملے جلے لوگ مومن و مشرک سب تھے
پھرباوجود ان میں تمام مسلم نہ تھے اللہ نے ارض مقدس ان کے لئے لکھ دی وہاں ان پر سرکشی کی وجہ سے عذاب بھی آیا ان کو غلام بنایا گیا اور ان سب کو یہود کا نام ملا کیونکہ جو قبیلہ باقی رہا اس کا نام ان کو ملا باقی گیارہ قبائل منتشر ہو گئے – اس وجہ سے آج یہود بھی اپنے اپ کو اسی قبیلہ سے روشناس کراتے ہیں

اسی حال میں ان میں عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور یہود دو گروہوں میں بٹ گئے ایک عیسیٰ کو حق پر ماننے والا دوسرا ان کو فراڈ قرار دینے والا – اس میں جو عیسیٰ کو حق مانتا تھا وہ باقی رہا ان کے مخالف ان کو قتل نہ کر سکے اور عیسیٰ بھی بچ گئے اس کا ذکر سورہ صف میں ہے کہ حواریوں کو ظالم یہودی قتل نہ کر سکے بلکہ یہود پر رومیوں کا عذاب آیا ان کا قتل ہوا اور رومیوں نے نصرانی مذہب قبول کر لیا

قرآن میں ہے کہ عیسیٰ کی وجہ سے بنی اسرائیل کا اک گروہ ایمان لایا اور ایک نے کفر کیا – یہ صرف بنی اسرائیل میں تفریق کا ذکر ہے پھر وہ جو مومن بنی اسرائیل کا گروہ تھا اس کو تمام عالم پر فضیلت نہیں دی اس کو اس کافر دشمن یہودی و بنی اسرائیلی گروہ پر مدد دی گئی
فَاَيَّدْنَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُـوْا عَلٰى عَدُوِّهِـمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاهِرِيْنَ

آج یہود سے مراد وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ اور محمد علیہما السلام کی نبوت کے انکاری ہیں اور قرآن میں بھی ان کو یہود ہی کہا گیا ہے
وہ گروہ بنی اسرائیل جو عیسیٰ کا ماننے والا تھا وہ وقت کے ساتھ معدوم ہو گیا اور ان میں الوہیت عیسیٰ کا عقیدہ پیدا ہوا اس کا ذکر بھی قرآن سورہ مریم میں ہے
فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا

روح کا قرآن میں کیا مطلب ہے ؟

جواب

عام آدمی یا آدم علیہ السلام کے لئے جب روح کا لفظ اتا ہے تو اس سے مراد انسانی روح ہے
اس آیت میں اس کا ذکر ہے
سورة ص
فَاِذَا سَوَّيْتُهٝ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَـهٝ سَاجِدِيْنَ
(72)
پھرجب میں اسے پورے طور پر بنا لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدہ میں گر پڑنا۔

روح سے مراد اللہ کا امر یا حکم ہے
سورة الاسراء
وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآ اُوْتِيْتُـمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا
(85)
اور یہ لوگ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہہ دو روح میرے رب کے حکم میں سے ہے اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔
میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت الروح یا امر یا الوحی سے متعلق ہے نہ کہ انسانی روح سے متعلق

سورة النحل
يُنَزِّلُ الْمَلَآئِكَـةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٓ ٖ اَنْ اَنْذِرُوٓا اَنَّهٝ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ

(2)
وہ اپنے بندوں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو روح (یا امر) دے کر بھیج دیتا ہے یہ کہ خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

سورة غافر
رَفِيْعُ الـدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِۚ يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ
(15)
وہ اونچے درجوں والا عرش کا مالک ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے روح اپنے حکم سے ڈالتا ہے تاکہ وہ ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈرائے۔

سورة الشوری
وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَـٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ
﴿٥٢﴾

ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے - تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے، مگر اُس روح (الله کی الوحی) کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو

سورة النحل
يُنَزِّلُ الْمَلَآئِكَـةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوٓا اَنَّهٝ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ
(2)
وہ اپنے بندوں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو روح (وحی) دے کر بھیج دیتا ہے یہ کہ خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

ان سب میں روح کو امر یا حکم یا الوحی کے مترادف بیان کیا گیا ہے

اپ نے جو ترجمے دیے ہیں ان میں نے تصحیح کی ہے کیونکہ لوگوں نے روح کے لفظ کو ترجمہ سے نکال دیا تھا

قرآن میں ایک اور مفہوم میں بھی روح کا لفظ ہے – یہ الروح اس سے الگ ہے جس کا ذکر الوحی کے حوالے سے قرآن میں ہے – تمام عالم فرشتوں سے بھرا ہے – ہمارے ساتھ کراما کاتبین ہیں اور جتنے انسان ہیں اتنے ہی فرشتے یا اس زائد اس عالم ارضی میں ہوئے یہ سب الله کے حکم پر عمل کر رہے ہیں اور آسمان پر چڑھتے اترتے ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ جس فرشتے کو اہمیت ہے وہ جبریل ہیں جو الوحی پر مقرر تھے یا کوئی ایسا خاص حکم ہو غیر نبی کو کیا جائے- اس لئے ان کو خاص کر نے کے لئے روح القدس کہا جاتا ہے -

یہودی روح القدس سے مراد بھی الوحی کا آنا لیتے ہیں اور اس کو ناموس بھی کہا جاتا ہے
ناموس
Nomos
یونانی لفظ ہے جو نیک روح کا ترجمہ ہے -
اور عربی لغت مختار الصحاح کے مطابق عرب اہل کتاب اس کو روح القدس کے لئے بولتے ہیں اس سے مراد جبریل ہیں
یہ لفظ ورقه بن نوفل نے رسول الله سے بولا تھا کہ تم پر ناموس آیا ہے
اور ٨٩ بار یہ ناموس کا لفظ عہد نامہ جدید میں پاول کے خطوط میں آیا ہے

زبور کتاب ٥١ آیت ١١ میں روح القدس کا لفظ ہے
Psa. 51:11 Cast me not away from your presence, and take not your Holy Spirit from me.

اب قرآن کو دیکھتے ہیں اس میں بھی یہی مفہوم ہے کہ روح القدس فرشتہ ہے جو الوحی لاتا ہے اور قرآن کہتا ہے یہ جبریل ہیں

قرآن مین سورہ بقرہ میں اس کی وضاحت کی گئی
قل من كان عدوا لجبريل فإنه نزله على قلبك بإذن الله
کہ یہ جبریل ہیں جو قلب محمد پر اس کو نازل کر رہے ہیں

یعنی جبریل جب الوحی یا حکم لے کر جائیں تو اس وقت وہ روح القدس کہلاتے ہیں

سورة النحل

قُلْ نَزَّلَـهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُـثَبِّتَ الَّـذِيْنَ اٰمَنُـوْا وَهُدًى وَبُشْـرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ
(102)
اِن سے کہو کہ اِسے تو روح القدس نے ٹھیک ٹھیک میرے رب کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو پختہ کرے اور فرماں برداروں کو زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائے اور اُنہیں فلاح و سعادت کی خوش خبری دے

یہی روح جبریل ہیں جو عیسیٰ پر بھی نازل ہوئے
سورة البقرة

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۖ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَـمَ الْبَيِّنَاتِ وَاَيَّدْنَاهُ بِـرُوْحِ الْقُدُسِ ۗ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَـهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَـرْتُـمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُـمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ
(87)
اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد بھی پے در پے رسول بھیجتے رہے، اور ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی تائید کی، کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لایا جسے تمہارے دل نہیں چاہتے تھے تو تم اکڑ بیٹھے، پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کیا۔

ان کو الروح الامین بھی کہا جاتا ہے
سورة الشعراء

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ
(193)
اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے

لیلہ القدر میں بھی جبریل کا حکم کے ساتھ نزول ہوتا ہے
سورة القدر
تَنَزَّلُ الْمَلَآئِكَـةُ وَالرُّوْحُ فِيْـهَا بِاِذْنِ رَبِّـهِـمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ
(4)
اس میں فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر۔

غیر نبی مریم علیہ السلام پر بھی فرشتہ آیا

سورة مریم
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِـهِـمْ حِجَابًاۖ فَاَرْسَلْنَـآ اِلَيْـهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَـهَا بَشَـرًا سَوِيًّا
(17)
اور لوگوں کی طرف پردہ ڈال دیا تو ہم نے اپنی روح کو بھیجا جو ان کے سامنے ایک آدمی بن کر پیش ہوا

یہ فرشتہ بشر کی صورت حاضر ہوا

سورة مریم
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِـهِـمْ حِجَابًاۖ فَاَرْسَلْنَـآ اِلَيْـهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَـهَا بَشَـرًا سَوِيًّا
(17)
اور لوگوں کی طرف پردہ ڈال دیا تو ہم نے اپنی روح کو بھیجا جو ان کے سامنے ایک آدمی بن کر پیش ہوا

یہاں روح اللہ کا کلام نہیں ہے ورنہ یہ نصرانی عقیدہ ہو جائے گا کہ اللہ کا کلام عیسیٰ کی صورت بن گیا لہذا روح سے مراد فرشتہ ہے نہ کہ امر - اسی روح کے مسئلہ کو نہ سمجھ پانے کی وجہ سے نصرانی عقیدہ ہے کہ اللہ کا کلام (لوگوس) غیر مخلوق ہے وہ امر تھا جو روح القدس تھا مجسم ہوا اور روح بن کر مریم کے بطن میں اتر گیا اس بنا پر ان کا کفریہ عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ - اللہ - باپ بیٹا اور روح القدس ہیں

لب لباب ہوا کہ روح کا لفظ تین مفاہیم میں اتا ہے
اول روح بطور انسانی روح
دوم بطور اللہ کا امر جو انبیاء پر آیا
سوم روح بطور روح القدس جو جبریل علیہ السلام ہیں

مریم میں روح کس نے پھونکی اللہ نے یا فرشتے نے ؟

روح پھونکنا اللہ کا کام ہے جیسے اس نے حضرت آدم علیہ سلام میں پھونکی - بد قسمتی سے ہمارے ہاں روح کو ایک ہی چیز بنا کر پیش کیا گیا -اور ترجمہ میں ڈنڈیاں ماری گئی

سورة التحريم
وَمَرْيَـمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِىٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُـتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ
(12)
اور مریم عمران کی بیٹی (کی مثال بیان کرتا ہے) جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کو اور اس کی کتابوں کو سچ جانا اور وہ عبادت کرنے والو ں میں سے تھی۔

اس آیت میں اللہ خود کہہ رہا ہے کہ ہم نے اپنی طرف سے اس میں روح پھونکی

جواب

جو آیات دیں ان کو ملا کر دیکھیں فرشتہ مریم علیہ السلام کے پاس آیا ان کے سامنے ایک بشر کی صورت ظاہر ہوا مریم نے اللہ کی پناہ مانگی – فرشتے نے خبر دی کہ وہ اللہ کا فرشتہ ہے ان کو بیٹا دینے آیا ہے اور اس نے اللہ کے حکم سے روح عیسیٰ ان کے بطن میں پھونک دی
فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا
ہم نے اس میں اپنی روحوں میں سے ایک روح پھونک دی

ممکن ہے کہ یہ ایسا ہی ہو جیسا کہ ہر ماں کے پیٹ میں فرشتہ آ کر روح پھونکتا ہے لیکن مریم کے بطن میں جو مادہ خلق ہوا اور عیسیٰ کا جسم بنا جس میں روح ڈالی گئی وہ خالصتا اللہ کا کام تھا

اس کی وجہ ہے کہ قرآن میں ہے
قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا
فرشتے نے کہا میں آیا ہوں کہ تجھ کو ایک پاک لڑکا دوں

فرشتہ نے لڑکا دیا – یہاں خبریہ نہیں ہے کہ اللہ بیٹا دے رہا ہے بلکہ فرشتہ نے اس کو اپنی طرف مضاف کیا ہے اور کہا ہے میں بیٹا دے رہا ہوں اور اللہ تعالی نے اس کو بیان کیا
اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اللہ تعالی کیا فرشتوں سے کام نہیں لیتا؟ یقینا لیتا ہے اور پھر اس کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے کیونکہ فرشتہ اللہ کے حکم کے علاوہ کچھ اور نہیں کرتا

اختلاف قرات میں اس آیت کو الگ الگ پڑھا جاتا ہے - قرآن کی دس متواتر قرات کو دیکھا جائے تو یہ معاملہ حل ہو جاتا ہے

قرأ أبو عمرو ونافع في رواية ورش وقالون عنه (ليهب لك) بالياء (ربك غلاما) الباقون (لاهب) بالهمزة
http://www.hodaalquran.com/rbook.php?id=10432&mn=1

اہل مدینہ کی قرات : نافع بن عبد الرحمن بن أبي نعيم المدني المتوفى ١٦٩ ھ ان کی قرات کی سند ابی بن کعب اور ابو ہریرہ رضی الله عنہما تک جاتی ہے ان کی قرات کی سند قالون سے ہے اور ورش سے ہے
اہل بصرہ کی قرات : أبو عمرو بن العلاء البصري المتوفى ١٦٨ ھ کی قرات کی سند سعید بن جبیر اور مجاہد تک جاتی ہے
ان سب کی قرات میں ہے
ليهب لك غلام زكياً
کہ وہ (اللہ) تجھ کو ایک لڑکا دے

باقی جن میں عاصم بن بھدلہ کی قرات ہے اس میں ہے
لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا
کہ میں تجھ کو لڑکا دوں

یعنی جبریل نے الله کے حکم سے روح پھونکی - اس کو تشریحی اختلاف کہا جا سکتا ہے

قرآن (پڑھائ) میں اور الکتاب (لکھائ) میں کیا فرق ہے؟

سورة یونس

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَـرٰى مِنْ دُوْنِ اللّـٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّـذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ
(37)

https://www.youtube.com/watch?v=UXCEFgqJsVY&feature=em-subs_digest
جواب

اور یہ قرآن الله کے سوا اور کون گھڑ سکتا ہے - بلکہ یہ تو تصدیق ہے جو تمہارے سامنے ہے اور الکتاب کی تفصیل ہے جس میں شک نہیں ہے کہ رب العالمین کی طرف سے ہے

الکتاب وہی عالم بالا میں لوح محفوظ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ قرآن جو زمین پر آ رہا ہے وہ الکتاب کی تفصیل ہے

ان کو یہاں اشتباہ ہوا ہے یہاں پڑھائی یا لکھائی کا کوئی ذکر نہیں ہے - قرآن کا مطلب پڑھنے والی چیز ہے اس کو کتاب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ جب مکمل ہو گی تو کتاب کی شکل میں ہو گی مثلا سورہ بقرہ میں ہے
یہ کتاب ہے جس میں شک نہیں
جبکہ اس وقت تک قرآن کتاب کی شکل میں نہیں تھا اور مکمل بھی نہیں ہوا تھا صرف مکی سورتیں تھیں

سابقہ کتاب سماوی کو بھی اللہ نے قرآن ہی کہا ہے مثلا توریت کو قرآن کہا ہے

(89) وَقُلْ اِنِّـىٓ اَنَا النَّذِيْـرُ الْمُبِيْنُ
اور کہہ دو بے شک میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

(90) كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ
جیسا ہم نے (عذاب) ان بانٹنے والوں پر بھیجا ہے۔
(91) اَلَّـذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ
جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔

سوره الحجر
اسی طرح حدیث میں زبور کو قرآن کہا گیا ہے کہ داود علیہ السلام پر قرآن کی قرات آسان تھی

بَيْنَ يَدَيْهِ کا کیا ترجمہ ہو گا؟

سورة یونس

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَـرٰى مِنْ دُوْنِ اللّـٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّـذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ

یہاں بَيْنَ يَدَيْهِ سے مراد کتاب سماوی کب ہوا – اگر ایسی بات ہے تو کتب کے نام کیوں لئے گیۓ

جواب

بَيْنَ يَدَيْهِ عربی میں محاورہ ہے یعنی جو چیز سامنے ہو یا لفظی ترجمہ کریں تو ہو گا جو ہاتھوں کے درمیان ہے
ظاہر ہے جو چیز اپ کے ہاتھ میں ہو وہ اپ کی نظر کے سامنے ہو گی

لغت میں اس کا ترجمہ
ہاتھوں میں یا سامنے کیا گیا ہے

https://www.almaany.com/en/dict/ar-en/بَيْنَ-يَدَيْهِ/
اس کا ترجمہ
before
بھی کیا گیا ہے یعنی
put before
کے مفہوم میں کہ سامنے رکھنا

یہ الفاظ بہت بار قرآن میں آئے ہیں

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ
سوره بقره
٩٧

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ
سوره ال عمران
٣

مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ
سوره مائده
٤٦

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ
سوره الانعام

الغرض وہ کتاب سماوی جو پہلے سے اہل کتاب کے پاس ہیں ان کو بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ کہا گیا یعنی یہود کے ہاتھوں میں جو توریت ہے یعنی یہ انسانوں کی بات ہو رہی ہے
اپ نے جو لنک بھیجا ہے
https://www.youtube.com/watch?v=UXCEFgqJsVY&feature=em-subs_digest

اس میں اس محمد شیخ نے ترجمہ ١:١٢ منٹ کیا ہے
یہ پڑھائی الله کے علاوہ کوئی نہیں جو اس کو گھڑ لے لیکن تصدیق کرتی ہے جو اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے

کس کے ہاتھوں کے درمیان ہے ؟ رسول الله یا اہل کتاب ؟ کا کے ہاتھوں کی بات ہو رہی ہے

مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ
سورہ مائدہ ٤٦ میں وضاحت آ گئی کہ اہل کتاب کے ہاتھوں میں جو ہے ان کی کتب سماوی التَّوْرَاةِ کی بات ہو رہی ہے

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِـمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَـمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَاٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُـوْرٌۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (46)
اور ہم نے ان کے پیچھے انہیں کے قدموں پر مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا جو اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا تھا، اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، ان کے پاس جو تورات ہے اس کی تصدیق کرنے والی تھی اور وہ راہ بتانے والی تھی اور ڈرنے والوں کے لیے نصیحت تھی۔

سورہ مائدہ ٤٦ میں وضاحت آ گئی کہ اہل کتاب کے ہاتھوں میں جو ہے ان کی کتب سماوی التَّوْرَاةِ کی بات ہو رہی ہے
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ
یہاں نام موجود ہے کہ عیسیٰ نے تصدیق کی توریت کی جو ان کے ہاتھوں میں ہے یا سامنے ہے
یہی کام رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا توریت کی تصدیق کی کہ اللہ کی کتاب ہے

عیسیٰ علیہ السلام کے توفی پر اپ کی کیا تفسیر ہے ؟

جواب
ایک قول ہے کہ ان پر نیند طاری کی گئی اور اٹھا لیا گیا دوسرا ہے کہ ان کو قبضہ میں

لے کر اٹھایا گیا موت نہیں ہوئی تیسرا ہے کہ تین ساعتوں کے موت طاری کی گئی اس میں اٹھایا گیا
ان سب کے مطابق عیسیٰ کی اصل موت واقع نہیں ہوئی
——
ایک منقطع السند قول ابن عباس سے مروی ہے کہ موت واقع ہوئی
لیکن علی بن ابی طلحہ کا سماع ابن عباس سے نہیں ہے

لہذا صحیح توفی کا ظاہری مطلب ہی ہے کہ زندہ قبضہ میں لیا بلند کیا گیا

موسی کو کتاب دی یا فرقان؟

سورة البقرة
وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ
اور ہم نے موسی کو کتاب فرق کرنے والی دی کہ تم ہدایت لو

سورة آل عمران

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّـذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيَاتِ اللّـٰهِ لَـهُـمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّـٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ

جواب

سورة البقرة
وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ
اور ہم نے موسی کو کتاب فرق کرنے والی دی کہ تم ہدایت لو

یہاں واو عطف ہے جو تفسیر کر رہا ہے - یہ عربی کا انداز ہے اس واو کو اور کے مفہوم میں نہیں لیا جاتا بلکہ تشریحی لیا جاتا ہے خیال رہے کہ اس دور میں فل اسٹاپ یا کاما نہیں تھے

سورة آل عمران
نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ
مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّـذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيَاتِ اللّـٰهِ لَـهُـمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ
وَاللّـٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ
اس نے تم پر کتاب نازل کی حق کے ساتھ تصدیق کرنے والی جو ان کے ہاتھوں میں ہے اور نازل کیا توریت و انجیل کو * اس سے قبل اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اور نازل کیا فرق کرنے والی کو- جو اللہ کی آیات کا کفر کرتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے اور الله زبردست انتقام لینے والا ہے

نوٹ یہاں آیت کو بیچ میں سے توڑا گیا ہے لیکن اس کا متن پچھلی آیت سے جڑا ہے فرق کرنے والی کتاب توریت و قرآن ہے یہ اس کی خاص بات ہے اس لئےقرآن میں وضاحت کے طور پر ذکر کیا ہے

سورة الانبیاء
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهَارُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَـآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ
اور بے شک ہم نے موسی و ہارون کو فرق کرنے والی اور روشنی اور نصحت متقیوں کے لئے دی

سورة الفرقان
تَبَارَكَ الَّـذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُـوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْـرًا
با برکت ہے وہ جس نے فرق کرنے والی کو نازل کیا اپنے بندے پر کہ تمام عالمین کے لئے ڈرانے والی ہو

سورة آل عمران

وَاِنَّ مِنْـهُـمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوُوْنَ اَلْسِنَتَـهُـمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ ۚ
وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّـٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّـٰهِ الْكَذِبَ وَهُـمْ يَعْلَمُوْنَ
اور ان میں ایک گروہ ہے جو کتاب میں زبان کی کروٹ کرتا ہے کہ گمان کریں کہ وہ کتاب میں سے ہے جبکہ وہ اس میں سے نہیں ہے اور کہتے ہیں یہ الله کی طرف سے ہے اور جنکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا اور یہ الله پر جھوٹ بولتے ہیں اور یہ جانتے ہیں

فرقان یا روشنی یا نصحت ایک ہی چیز پر واو عطف لگا کر شرح کی گئی ہے یعنی کتاب الله توریت

اس واو کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں- کر دیں تو بھی مطلب اس کا شرح ہے -مثلا
(قد جاءکم من الله نور وکتاب مبین) المائدة (١٥)
الله کی طرف سے تمھارے پاس نور اور کتاب مبین آ چکے

بریلوی کہتے ہیں یہ واو الگ کرتا ہے کتاب الله الگ ہے نور الگ ہے اور وہ رسول الله ہیں ہم اس طرح کی تمام واو کو تفسیر کہتے ہیں
یہی اصول یہاں بھی ہے کہ اس واو میں تشریح کی گئی ہے

عرب نحوی أبو جعفر النَّحَّاس المتوفى: 338هـ کی کتاب إعراب القرآن کی کتاب میں ہے
وَالْفُرْقانَ عطف على الكتاب. قال الفراء: وقطرب «1» : يكون وَإِذْ آتَيْنا مُوسَى الْكِتابَ أي التّوراة، ومحمدا صلّى الله عليه وسلّم الفرقان. قال أبو جعفر: هذا خطأ في الإعراب والمعنى، أما الإعراب فإن المعطوف على الشيء مثله وعلى هذا القول يكون المعطوف على الشيء خلافه، وأما المعنى فقد قال فيه جلّ وعزّ: وَلَقَدْ آتَيْنا مُوسى وَهارُونَ الْفُرْقانَ

اور فرقان واو عطف ہے – الفراء کا کہنا ہے ممکن ہے کہ موسی کو کتاب توریت دی اور محمد صلی الله علیہ وسلم کو فرقان – أبو جعفر النَّحَّاس نے کہا یہ قول معنی اور اعراب میں غلط ہے – تو اعراب میں ہے کہ جس چیز کی طرف معطوف کیا جائے وہ اسی کی جیسی ہو اور اس الفراء کے قول میں ہو جاتا ہے کہ معطوف الگ ہے (یعنی توریت و فرقان کو الگ کرنا) اور معنی میں غلطی یہ ہے کہ الله تعالی نے کہا بے شک ہم نے موسی و ہارون کو فرقان دیا

یعنی ابو جعفرالنَّحَّاس کے مطابق جو ترجمہ میں کر رہا ہوں وہ صحیح ہے
کتاب اور فرقان ایک ہی ہے

کیا مریم علیہ السلام مخنث تھیں؟

اور محمد شیخ نے بھی ان کو مخنث ثابت کرنے کی کوشش کی ہے

http://www.muhammadshaikh.com/urdu_pdf/maryam_pbuh.pdf

https://www.youtube.com/watch?v=L5ODbRvx1M4

جواب

https://www.youtube.com/watch?v=LEWXF31BQW8
محمد شیخ نے ۷:۰۰ منٹ پر کہا مریم دونوں جنس کیری کر رہی تھیں

– راقم کہتا ہے یہ سب بیووقوفی کی باتیں ہیں
جب الله تعالی نے کہہ دیا کہ سب کن کے کہنے سے ہوا تو اس کی سائنسی توجیہ کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم کہیں کہ وہ مخنث تھیں اور پھر اپنے ہی نطفے سے وہ حاملہ ہو گئیں – مریم علیہ السلام کا ذکر قرآن میں ماں کے طور پر ہے – مخنث کو کوئی ماں نہیں کہتا اس کو تمام عالم میں مرد کے صیغے سے پکارا جاتا ہے مریم علیہ السلام کے لئے واضح آیا ہے کہ وہ مونث تھیں

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ سورہ مومنون

اگر مریم ایک انوکھی مخنث تھیں اور ان کی جیسی اور بھی ہوں گی ان کے بچے بھی ہوئے ہوں گے اور یہود کے علم میں بھی ہو گا کہ یہ تو مکمل عورت نہیں اس کے ساتھ ایسا ہوا ہے
تو یہ تمام نہ تو الله کا کمال رہنا ہے نہ معجزہ بنتا ہے
جبکہ الله تعالی مسلسل بیان کر رہا ہے کہ یہ معجزہ تھا

اہل کتاب کے بعض باطنی فرقوں کے نزدیک مریم اور یحیی علیہ السلام نعوذ باللہ مخنث تھے مثلا کہا جاتا ہے کہ مشہور مونا لیزا کی تصویر اصل میں مریم علیہ السلام کی تصویر ہے جو ایک مخنث کی تصویر ہے اسی طرح اسی جاہل لیونارڈو نے یحیی علیہ السلام کی بھی اسی قسم کی ایک تصویر بنائی تھی – یہ قول نصرانیوں سے مسلمانوں میں آیا ہے کہ مریم ایک مخنث تھیں کیونکہ ان کے تمام فرقے اس کے قائل نہیں کہ مریم ایک پاک باز عورت تھیں

اس آیت کا ترجمہ کیا ہو گا؟

سورة الاحقاف

وَمِنْ قَبْلِـهٖ كِتَابُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْـمَـةً ۚ وَهٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّـذِيْنَ ظَلَمُوْاۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ

کیا اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے

اس سے قبل موسی کی کتاب رہبر و رحمت تھی- اور یہ کتاب عربی زبان کی تصدیق کرتی ہے – تا کہ وہ خبر دار کرے ان لوگوں کو جو ظلم کرتے ہیں اور احسان کرنے والوں کے لئے بشارت ہے

جواب

اس سے قبل موسی کی کتاب (توریت) رہبر و رحمت تھی اور یہ کتاب (قرآن) اس (توریت) کی تصدیق کرتی ہے عربی میں زبان میں کہ ظلم کرنے والوں کو ڈرائے اور احسان کرنے والوں کے لئے بشارت ہے

اپ نے جو ترجمہ کیا وہ غلط ہے

عربی زبان کی تصدیق کی کیا ضرورت ہے ؟ کس قسم کی تصدیق زبان کی درکار ہے ؟ یہ معنی غلط سلط ہے

الله نے جبریل کا الگ ذکر کیوں کیا؟

سورة البقرة

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّـٰهِ وَمَلَآئِكَـتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكَالَ فَاِنَّ اللّـٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِـرِيْنَ (98)
جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو، تو بیشک اللہ بھی ان کافروں کا دشمن ہے۔

یہاں فرشتوں کو الگ بیان کیا گیا اور جبرائیل اور میکائیل کو الگ - کیا یہ دونوں فرشتے نہیں - پلیز وضاحت کر دیں

جواب

یہ آیت سورہ بقرہ کی ہے اس میں یہود کا رد ہو رہا ہے کہ ان کو جبریل ومِیْکَالَ کا دشمن کہا گیا

اسلام میں قرآن و حدیث میں جبریل و مِیْکَالَ کو فرشتے ہی کہا گیا ہے لیکن فرشتوں میں جن کا یہود سب سے زیادہ ذکر کرتے ہیں وہ جبریل میکائل اور ابلیس (یہود کے مطابق یہ فرشتہ ہے) ہیں - اس بنا پر اس آیت میں الگ سے ان کا خاص ذکر کیا ہے - تفسیروں میں ہے کہ یہود کا کہنا تھا کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر جب بچہ تھا تو ہم نے اس کو قتل کرنے کسی کو بھیجا لیکن جبریل نے روک دیا - بعد میں اس بادشاہ نے یروشلم برباد کیا - اس وجہ سے یہودی کہتے جبریل یہود کا دشمن فرشتہ ہے - میری معلومات جو یہودی لٹریچر پر ہیں ان میں ہے کہ فرشتوں کو اور ابلیس کو متضاد ڈیوٹی اللہ تعالی نے دی ہوئی ہے - ابلیس بھی یہود کے مطابق آسمان میں ایک فرشتہ ہے جو یہود کے دشمنوں کو اکساتا ہے لیکن بنو اسرائیل کا خاص فرشتہ مِیْکَالَ ہے جو جبریل سے بھی زیادہ طاقت ور ہے وہ ان کی مدد کرتا ہے

اس آیت میں اللہ نے عمومی ذکر کیا ہے کہ فرشتوں سے دشمنی اصل میں اللہ سے دشمنی ہے

قرآن میں جنت کا ذکر ہے
فِيهِما فاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّان
اس میں ہوں گے پھل اور کھجور اور انار

اب ہم یہ نہیں کہیں گے کہ کھجور اور انار پھل نہیں تھے

و اللہ اعلم

هُوْدًا کا ترجمہ یہود ہے یا ھود علیہ السلام؟

سورۃ هود

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّـذِيْنَ اٰمَنُـوْا مَعَهٝ بِرَحْـمَةٍ مِّنَّاۚ وَنَجَّيْنَاهُـمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ
(58)
سورۃ البقرۃ
اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْـرَاهِيْمَ وَاِسْـمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُـوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُـمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّـٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٝ مِنَ اللّـٰهِ ۗ وَمَا اللّـٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ
(140)
ان آیات میں کا لفظ ہے لیکن ترجمہ کرتے وقت ایک مقام پر ہود کیا جاتا ہے اور ایک مقام پر یہود
ا
ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے
یا تم کہتے ہو کہ ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور قبیلے جو ھود یا نصرانی کے تھے، کہہ دو کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو گواہی چھپائے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے، اور اللہ بے خبر نہیں اس سے جو تم کرتے ہو۔

کیا ہم قرآن کی عربی کو عبرانی زبان پر پرکھیں گے - قرآن میں ہی ہے کہ اللہ کے کلمات کو کوئی نہیں بدل نہیں سکتا
سورۃ الانعام

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْـمُ
اللہ کے کلمات تبدیل نہیں ہوتے۔

جواب

ہود علیہ السلام عرب عاربہ میں بھیجے گئے یعنی قدیم عربوں میں جو ابراہیم سے بھی قبل گزرے ہیں – لفظ ہود کا مصدر الگ زبان و علاقہ ہے
لیکن عربی میں منصوب حالت میں انے کی وجہ سے ہودا بولا گیا
اور اپ نے دو الگ الفاظ کو مکس کر دیا

سادہ بات ہے کہ هُوْدًا اور هادوا میں فرق ہے یہ دو الگ الفاظ ہیں

وَالَّذِينَ هادُوا
والواو فاعل (الواو) عاطفة (الذين) اسم موصول معطوف على الاسم الأول في محلّ نصب (هادوا)

هادُوا نصب کی وجہ سے اس حال میں ہے
فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هادُوا حَرَّمْنا عَلَيْهِمْ طَيِّباتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيراً
اس ظلم کی وجہ سے ہم نے هادُوا (یہود) پر طیبات کو حرام کر دیا جو حلال تھا

ظاہر ہے اگر هادُوا سے مراد ہود علیہ السلام نہیں ہیں اس کے علاوہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی بات کی جا رہی ہے

قرآن میں ہے

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُـمْ هُوْدًا
اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا

اگر ترجمہ کیا جائے یہ ترجمہ کہ عاد کی طرف ان کے بھائی یہود کو بھیجا ، تو نہ تو یہ سیاق و سباق پر پورا اترتا ہے نہ ہی صحیح کلام ہے نہ حقیقیت ہے

یہاں بھائی کا لفظ ہے جس سے ظاہر ہے قوم نہیں ایک شخص مراد ہے

سورہ بقرہ کی آیت کا ترجمہ صحیح ہے

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْـرَاهِيْمَ وَاِسْـمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُـوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُـمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّـٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٝ مِنَ اللّـٰهِ ۗ وَمَا اللّـٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ
(140)
یا تم کہتے ہو کہ ابراهیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے، کہہ دو کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو گواہی چھپائے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے، اور اللہ بے خبر نہیں اس سے جو تم کرتے ہو۔

یہاں بھی اگر ہود علیہ السلام اور نصرانی ترجمہ کر دیا جائے تو یہ غلط سلط ترجمہ ہو جائے گا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا

اسی طرح قرآن میں ہے
[إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا} [المائدة: 44
ہم نے توریت کو نازل کیا جس میں ہدایت و نور ہے اس سے یہود کے لئے حکم کرتے وہ انبیاء جو مسلمان تھے

ظاہر ہے ہود اور هادوا الگ الفاظ ہیں- ہود علیہ السلام تو ایک شخص ہیں جبکہ هادوا سے مراد یہودی ہیں – لہذا جو ترجمہ متدوال ہے وہ ہی صحیح ہے

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
اور یہ کہتے ہیں جنت میں داخل نہ ہو گا جو یہودی یا نصرانی ہو
ظاہر ہے یہ ترجمہ صحیح ہے

ہود تو ایک شخص تھے جبکہ یہود ایک قوم ہیں

اصل میں اللہ نے وہ لفظ بولا جو عبرانی میں یہود کا نام ہے
Yehudah
اس کو اصل عبرانی میں یہودا بولا جاتا تھا – فارس کی غلامی میں ارض مقدس کا نام یہودا فارسیوں نے رکھا- اس کے بعد اس صوبہ میں تمام قبائل اپنے اپ کو یہودا کہنے

لگے اور تمام بنی اسرائیلی چاہے کسی بھی قبیلے کا ہو اس کو یہودی کہا جانے لگا
یہی لفظ عربی میں ہودا یا یہود ہو گیا

اپ نے کہا بقرہ کی آیت کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْـرَاهِيْمَ وَاِسْـمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُـوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُـمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّـٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّـٰهِ ۗ وَمَا اللّـٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ
(140)

یا تم کہتے ہو کہ ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور قبیلے جو ھود یا نصرانی کے تھے، کہہ دو کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو گواہی چھپائے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے، اور اللہ بے خبر نہیں اس سے جو تم کرتے ہو۔
جواب
الفاظ جو ھود یا نصرانی کے تھے، نہیں ہو سکتا کیونکہ ہود عرب عاربہ میں ایک نبی گزرے ہیں اور یہود و نصاری کے مطابق عرب میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا
لہذا یہ ترجمہ غلط ہے

الله کا کلام یہود سے چل رہا ہے ہم تو سن رہے ہیں کہ یہود یہ کہتے تھے اللہ تعالی تو ان کا جواب دے رہے ہیں- جو یہود نے کہا وہ ان کی تاریخ ہے جس میں کوئی قبیلہ اپنی شناخت باقی نہ رکھ سکا سوائے یہودا قبیلہ کے اور تمام بنی اسرائیل اپنے اپ کو یہودا کہنے لگے
اس پر الله تعالی نے کلام کیا ہے - اپ اپنے تئیں معنی متعین کریں گے تو اپ یہ سمجھ ہی نہ سکیں گے کہ یہود کے کس اشکال کا جواب دیا جا رہا ہے - اپ کو دیکھنا پڑے گا کہ یہود کا کیا موقف تھا اور ہے اور قرآن نے ان کی کس بات کا جواب دیا ہے اور الله کا حکم بھی ہے
فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ

خود عربی کے متعدد الفاظ عبرانی کے ہی ہیں وہیں سے آئے ہیں - عربی لغت میں اور شروحات میں ان کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے

اپ کے نزدیک توریت بھی عربی میں تھی- اپ کے قول کا مطلب ہوا کہ مصر میں اور اس سے قبل سب انبیاء اور ان کی نسلیں عربی بولتے تھے - یہ قول زبانوں کی تاریخ سے لا علمی کا ہے

بخاری کی حدیث میں ہے
وَشَبَّ الْغُلاَمُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ
اور لڑکا (اسمعیل) جوان ہوا اور ان (قبیلہ جرھم) سے عربی (بھی) سیکھ لی

یعنی عربی صرف اسمعیل نے سیکھی - اسحاق و ابراہیم و یعقوب و سارہ یا موسی یہ نہیں بولتے تھے

اپ کے اس قول سے احادیث کا بھی انکار ہوتا ہے تاریخ لغت و لسان کا بھی اور یہ قول محض خیالی و افسانوی ہے

اپ نے آیت کا غلط ترجمہ کیا ہے

سورة الاحقاف
وَمِنْ قَبْلِـهٖ كِتَابُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْـمَـةً ۚ وَهٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّـذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ
اس سے قبل موسی کی کتاب رہبر و رحمت تھی- اور یہ کتاب عربی زبان کی تصدیق کرتی ہے - تا کہ وہ خبر دار کرے ان لوگوں کو جو ظلم کرتے ہیں اور احسان کرنے والوں کے لئے بشارت ہے

عربی زبان کی کوئی تصدیق نہی کی جاتی- کسی عرب مفسر کو بھی یہ اچھوتے خیال نہیں آئے کہ عربی کی فضیلت اس طرح تمام زبانوں پر قائم کرے

قرآن میں ہے بنی اسرائیل کو ارض مقدس میں داخلے کے وقت حکم دیا
وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّداً وَقُولُوا حِطَّةٌ
دروازے سے داخل ہو حِطَّةٌ (مالک گناہ ہوئے) کہتے ہوئے

حِطَّةٌ کا لفظ عربی میں مستعمل نہیں ہے - یہ عبرانی کا لفظ
hatta
ہے جس کا مطلب گناہ ہے

– اس سے معلوم ہوا کہ دشت میں بنو اسرائیل عبرانی بولتے تھے

اسی طرح ایل کا لفظ عبرانی ہے کو فرشتوں کے ناموں میں ہے
قَالَ فِي (إِيلٌ) مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عِبْرَانِيٌّ أَوْ سُرْيَانِيٌّ
تفسير القرآن الحكيم (تفسير المنار) المؤلف: محمد رشيد بن علي رضا :
وَجِبْرِيلُ اسْمٌ عِبْرَانِيٌّ لِلْمَلَكِ الْمُرْسَلِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى بِالْوَحْيِ لِرُسُلِهِ مُرَكَّبٌ مِنْ كَلِمَتَيْنِ
التحرير والتنوير از محمد الطاهر التونسي (المتوفى : 1393هـ)
—
مشرک عربوں نے انکار کیا کہ رحمان کوئی عربی کا لفظ ہے
مثلا
[قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ} [الفرقان: 60
انہوں نے کہا یہ رحمان کیا ہوتا ہے

مسلمان عربوں نے اقرار کیا کہ یہ عبرانی کا لفظ ہے
قال أبو بكر محمد بن القاسم بن (5) بشار: سألت أبا العباس (6) لم جمع بين الرحمن والرحيم؟ فقال: لأن الرحمن عبراني فأتى معه الرحيم العربي
التَّفْسِيرُ البَسِيْط المؤلف: أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي،

قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ الزَّجَّاجُ فِي مَعَانِي الْقُرْآنِ: وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى:" الرَّحِيمُ" عربي و" الرحمن" عِبْرَانِيٌّ، فَلِهَذَا جَمَعَ بَيْنَهُمَا.

تفسیر نفسی میں ہے
إذ قال {يُوسُفَ} اسم عبراني لا عربي
یوسف عربی نام ہی نہیں
تفسير النسفي (مدارك التنزيل وحقائق التأويل) المؤلف: أبو البركات عبد الله النسفي (المتوفى: 710هـ)
ويوسف اسم عبراني، وقيل عربي وليس بصحيح، لأنه لو كان عربياً لا نصرف لخلوّه عن سبب آخر سوى التعريف

عیسیٰ بھی غیر عربی نام ہے
وفي القاموس عيسى عليه الصلاة والسلام اسم عبرانيّ أو سريانيّ
حَاشِيةُ الشِّهَابِ عَلَى تفسيرِ البيضَاوِي

یہ چند امثال ہیں

یہ تمام عرب مفسر و نحوی و لغوی ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ نام عربی کے نہیں ظاہر ہے جو زبان بولی جاتی ہے اسی میں نام رکھا جاتا ہے

اپ نے نکتہ سنجی کی ہے
//
قرآن میں ہی ہے کہ الله کے کلمات کو کوئی نہیں بدل نہیں سکتا
سورة الانعام
وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْـمُ
اللہ کے کلمات تبدیل نہیں ہوتے۔
///

اس کا اس بحث سے تعلق اپ نے یہ بنایا ہے کہ اصل توریت و انجیل و زبور یہ سب عربی میں تھیں تمام لوگ عربی بولتے تھے اور سمجھتے لکھتے تھے پھر انہوں نے پہلے عربی کو بدلا اور اس کو عبرانی کر دیا
یہ خیال محض فسانہ ہے - اگر ایسا ہوتا تو حدیث میں اس کا ذکر ہوتا اور دنیا کہتی کہ آثار قدیمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرق وسطی میں ہر مقام پر عربی بولی لکھی سمجھی جاتی تھی جبکہ عربی کا کوئی وجود ان علاقوں میں نہیں ملا
اپ تکے بازی نہ کریں اور متن قرآن کو اپنے خیال کی بھینٹ مت چڑھائیں

اللہ کے کلمات لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ کا مطلب ہے الله کا وعدہ تبدیل نہیں ہو گا

ایک زبان میں ہی کلمات بدل سکتے ہیں مثلا عربی کا قرآن ہے لیکن قرات دس متواتر چلی آ رہی ہیں جن میں الفاظ بھی بدل رہے ہیں - میں نے تو صرف سورہ فاتحہ کا تقابل کیا ہے

سورہ فاتحہ میں ملک یوم الدین اگر اپ پڑھیں تو لوگ اپ کو سمجیں گے کہ غلط قرات کر دی کیونکہ دس متواتر قرات میں اختلاف کا اردو بولنے والوں کو علم نہیں ہے - بعض مسلمان ممالک ہیں جہاں صبح و شام نماز میں مالک یوم الدین کی بجائے ملک یوم الدین پڑھا جاتا ہے

اپ ان تمام قرات کو جمع کریں اور تقابل کر کے دیکھ لیں ان میں الفاظ بھی بدل جاتے ہیں

تمام مسلمان فرقے ان قراتوں کو متواتر مانتے ہیں اور سعودی عرب اور دیگر ممالک میں ریڈیو پر الگ الگ سند سے یہ قرات کی بھی جاتی ہے ان میں الفاظ الگ الگ بھی ہیں
یعنی وہ قرات جو میں یہاں لکھتا ہوں وہ وہ ہے جو بر صغیر میں چلتی ہے جس کو حفص بن عاصم کی سند سے جانا جاتا ہے

قرآن کو قول رسول کیوں کہا گیا

سورة الحاقة

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ
(40)

یہاں قَوْلُ رَسُوْلٍ سے کیا مراد ہے

جواب

اس پر دو قول ہیں
اول : رسول کریم سے مراد فرشتہ جبریل ہیں
تفسیر طبری میں ہے
حدثنا بشر، قال: ثنا يزيد، قال: ثنا سعيد، عن قتادة، أنه كان يقول: (إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ) يعني: جبريل.
حدثنا ابن عبد الأعلى، قال: ثنا ابن ثور، عن معمر، عن قتادة، أنه كان يقول: (إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ) قال: هو جبريل.

دوسرا قول ہے کہ قرآن میں ہی ہے
وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ

کہ فرعون کے پاس رسول کریم کو بھیجا اس سے مراد موسی علیہ السلام ہیں لہذا
تفسیر طبری میں ہے
قوله: (إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ) يقول تعالى ذكره: إن هذا القرآن لقول رسول كريم، وهو محمد
صلى الله عليه وسلم يتلوه عليهم.
اس قول سے مراد خود رسول اللہ ہیں کہ قرآن ان کا قول ہے یعنی ان کی تلاوت ہے

اس ویڈیو پر آپ کی کیا رائے ہے

جواب

اس ویڈیو کو سمجھنے کے لئے اپ کو میری تفسیر کی کتاب پڑھنی چاہیے

اصل میں یہ شخص اہل کتاب کے
Revisionist Historians
میں سے ہے
اس گروہ کی تحقیق کا آغاز سن ۷۰ کی دہائی میں ہوا اور ان کا مقصد ہے کہ یہ ثابت کیا
جائے کہ قرآن اور اسلام کاآغاز اردن یا شام میں ہوا ہے
لہذا انہوں نے اس سلسلے میں بہت سی کتب لکھی ہیں جن میں نصرانی شعراء کی
شاعری کو آخری پارہ کی سورتوں کا اصل کہا گیا ہے
ان کے نزدیک وہ بت جو عرب پوجتے تھے وہ سارے نبطی تھے
وڈیو کے نکات ہیں

مکہ کا نام قرآن میں صرف ایک بار اتا ہے جب اس کو بکہ کہا جاتا ہے
مکہ کو مسجد الحرام بھی کہا گیا ہے
مکہ کاروان کے راستہ میں نہیں اتا تھا
شمالی عرب میں پیٹرا میں اسلام کا آغاز ہوا
مکہ میں آثار قدیمہ کو ختم کیا جا رہا ہے اور وہاں کوئی تاریخی چیز باقی رہنے نہیں
دی گئی ہے
مکہ میں کچھ نہیں اگتا مذہبی کتب میں مکہ کو پھلوں کی جگہ کہا گیا ہے
مکہ اسلام سے قبل کسی نقشے میں موجود نہیں ہے تجارت کے طور پر بھی اس کا ذکر
نہیں ہے
اسلام کے ریکارڈ میں اور آثار قدیمہ میں تفاوت ہے
محمد ایک الگ جگہ پیدا ہوئے مکہ میں نہیں

عرب ان بتوں کو پوجتے تھے جو جیومتری کی شکل تھے اور یہ لوکل خدا تھے
تمام مندروں میں جنگ حرام تھی
آلات ایک نبطی دیوی تھی
مسجد الحرام کا مطلب جہاں لوگ جمع ہوں
اسلام سے قبل وہاں کا حج ہوتا تھا اور ایسا پیٹرا میں بھی ہوتا تھا
مسجدوں میں محراب کا رخ قبلہ کی طرف ہے لیکن قبلہ کیا مکہ ہی تھا یہ واضح نہیں ہے
مسلمان یروشلم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر مسجد الحرام کی طرف رخ کیا جو پتا نہیں کیا ہے
سو سال پہلے اس قسم کی تحقیق ممکن نہیں ہے گوگل ارتھ سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ قبلہ کا رخ کیا ہے
شروع کی مسجدوں میں قبلہ کا رخ ستاروں سے متعین کیا گیا ہے
مسجد قبلتین مدینہ میں اس کا اصل پہلا قبلہ کہاں تھا
تمام مسجدوں کا قبلہ الگ الگ تھا اس میں گیارہ مسجدیں لی گئی ہیں

سب سے پہلے تو سمجھ لیں کہ عرب نبطی بتوں کو نہیں پوج رہے تھے

یہ بت اصلا اہل کتاب سے ملے

اہل کتاب کہتے ہیں کہ ٹیمپل اف ابراہیم شام میں تھا جس کو مسلمان عرب میں کہتے ہیں

مسجدوں کے قبلہ کی بات بھی احمقانہ ہے کیونکہ یہ کیسے ثابت ہو گا کہ محل میں محراب مسجد ہی تھی یہ ان کا خیال ہے

باقی قرآن میں مکہ کو واد غیر ذی زرع کہا گیا ہے یعنی بے اب و گیاہ وادی

یہ بات صحیح ہے کہ مکہ میں آثار قدیمہ تباہ ہو چکے ہیں ان کی حفاظت نہیں کی گئی جو کیا جانا چاہیے تھا

کعبہ کو پیٹرا میں لا کر یہ لوگ یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ اسلام اصل میں نبطی مذھب تھا

قدیم نقشوں سے ان کی مراد یونانییوں کے نقشے ہیں جن میں ان کے بقول مکہ نہیں ملتا اگر یہ اہم ہوتا تو ملتا
یونان والوں نے نقشے اپنی جنگوں کی وجہ سے بنائے تھے عرب میں وہ داخل نہیں ہوئے لہذا عرب جزیرہ کا کوئی یونانی نقشہ نہیں ہے
یہ ہے اصل بات لیکن یہ گھما کر کچھ بات کرتے ہیں

ان لوگوں کا ایک مدعا یہ بھی ہے کہ ثابت کریں کہ اللہ کا نام الات کی ایک شکل ہے یہ نصرانی جاہل ہیں کیونکہ اسلام سے نفرت میں اس قدر آگے چلے گئے ہیں کہ یہ اس حقیقت کو بھی جھٹلانا چاہتے ہیں کہ ہم نصرانی اور یہودی ایک ہی رب کو مانتے ہیں
یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بت پرستوں کے مذھب میں تھوڑی تبدیلی کی
باقی قرآن بنو امیہ کا شام میں تیار ہوا اور کعبہ کو ابن زبیر نے مکہ میں بنا دیا
یہ سب جھل در جھل ہے

کیونکہ اس تھیوری کا مواد ان کو مل نہیں رہا تو یہ آثار قدیمہ پر آ گئے ہیں تاکہ کھود کھاد کے اپنی پسند کی بات کہہ دیں

کیا یروشلم ارض مقدس ہے ؟

سورہ مائدہ میں ہے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يَا قَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّـٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتَاكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِيْنَ (20)
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم میں نبی پیدا کیے اور تمہیں بادشاہ بنایا، اور تمہیں وہ دیا جو جہان میں کسی کو نہ دیا تھا۔
يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِىْ كَتَبَ اللّـٰهُ لَكُمْ وَلَا تَـرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَـتَنْقَلِبُوْا

(21) خَاسِرِيْنَ
اے میری قوم! اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے مقرر کر دی اور پیچھے نہ ہٹو ورنہ نقصان میں جا پڑو گے۔
قَالُوْا يَا مُوْسٰٓى اِنَّ فِيْـهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَـهَا حَتّـٰى يَخْرُجُوْا مِنْـهَاۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْـهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ (22)
انہوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک وہاں ایک زبردست قوم ہے، اور ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے یہاں تک کہ وہ وہاں سے نکل جائیں، پھر اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہوں گے۔

کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مکہ سے متعلق ہے؟

سورہ طہ میں ہے

(11) فَلَمَّآ اَتَاهَا نُـوْدِىَ يَا مُوْسٰى
پھر جب وہ اس کے پاس آئے تو آواز آئی کہ اے موسٰی۔
(12) اِنِّـىٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۖ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى
میں تمہارا رب ہوں سو تم اپنی جوتیاں اتار دو، بے شک تم پاک وادی طوٰی میں ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسی تو وادی طوٰی میں تھے جو پہلے ہی مقدس تھی تو اب وہ اپنی قوم کو کسی اور ارض مقدس کی طرف کیوں لے جا رہے تھے

جواب

موسی علیہ السلام کی قوم کا مسکن مصر سے نکلنے کے بعد ارض مقدس کنعان کو قرار دیا گیا جو اصل میں ابراہیم و اسحاق و یعقوب کا مسکن تھا اور وہاں ان کو مسجد الاقصی کی تعمیر کرنی تھی

ظاہر ہے اس سے مراد مکہ نہیں جس کو قرآن وادی غیر ذی زرع کہتا ہے

قرآن میں سورہ شعراء میں ہے

(57) فَاَخْرَجْنَاهُـمْ مِّنْ جَنَّاتٍ وَّعُيُوْنٍ

پھر ہم نے انہیں باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا۔
(58) وَكُنُـوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْـمٍ
اور خزانوں اور عمدہ مکانو ں سے۔
(59) كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنَاهَا بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ
اسی طرح ہوا، اور ہم نے ان چیزوں کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا۔

الله نے نبی اسرائیل کو ان سب کا مالک کیا اور ہم کو معلوم ہے یہ مکہ کی خصوصیت نہیں ہے وہاں نہ باغ تھے نہ چشمے

پھر اس ارض مقدس میں جو مسجد الاقصی تھی اس کو دو بار تباہ کیا گیا - اس کا ذکر قرآن میں سورہ الاسراء یا بنی اسرائیل میں ہے - کعبه کو ظاہر ہے تباہ نہیں کیا گیا اس کی حفاظت کی گئی

موسی وادی مقدس میں تھے لیکن ان کو قوم کے لئے وہ مقام چھوٹا تھا - الله کو ان کو ایک بڑی آبادی میں تبدیل کرنا تھا لہذا ان کو کہا گیا کہ اپنے ابا و اجداد کے اصل علاقے کی طرف منتقل ہو

حدیث کے مطابق موسی علیہ السلام نے حج کیا ہے لیکن وہ اپنی زندگی میں اس ارض مقدس میں داخل نہ ہو سکے کیونکہ الله نے یہ زمین ٤٠ سال ان پر حرام کر دی اور پھر یوشع بن نون علیہ السلام کے دور میں اس میں داخل ہوئے

الغرض یروشلم ہی ارض مقدس ہے جوقوم موسی کو الله نے دی تھی اسی زمین پر انبیاء کا ظہور ہوا ہے اور مکہ میں اسمعیل علیہ السلام کے بعد صرف ہمارے نبی صلی الله علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے

کیا موسی (ع) کی کتاب محمد (ص) کو دی گئی

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُن فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ
اورتحقیق ہم نے موسی کو کتاب دی بس تو اس کتاب کے ملنے سے شک میں نہ ہو اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا

يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآءَكُم رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْـرًا مِّمَّا كُنْتُـمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْـرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّـٰهِ نُـوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ

https://www.youtube.com/watch?v=tZj-6seHrEE

جواب

اور ہم نے موسٰی کو کتاب دی تو تم ان (موسی) سے ملنے پر شک میں نہ آنا اور ہم نے اس (کتاب) کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا
سوره سجده

یہ ضمیر کا معاملہ ہے
اس سے پچھلی آیت سے جوڑ دین
وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ (22) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ
تو ضمیر ربه پر پلٹنے کی وجہ سے ترجمہ ہو گا
تم اپنے رب سے ملنے پر شک میں نہ آنا

اس میں لقاء کا لفظ ہے جس کا مطلب ملاقات ہے کسی چیز کا حاصل کرنا نہیں بلکہ کسی ذات سے ملاقات کرنا
لہذا درست ترجمہ دو ہیں

تم اپنے رب سے ملنے پر شک میں نہ آنا
تم موسی سے ملنے پر شک میں نہ آنا

یہ دو ترجمے صحیح ہیں
التبيان في إعراب القرآن از المؤلف : أبو البقاء عبد الله بن الحسين بن عبد الله العكبري (المتوفى : 616هـ) میں اس کا ذکر ہے

قَالَ تَعَالَى {وَلَقَد آتَيْنَا مُوسَى الْكتاب فَلَا تكن فِي مرية من لِقَائِه وجعلناه هدى لبني إِسْرَائِيل}
قَوْلُهُ تَعَالَى: (مِنْ لِقَائِهِ) : يَجُوزُ أَنْ تَكُونَ الْهَاءُ ضَمِيرَ اسْمِ اللَّهِ؛ أَيْ مِنْ لِقَاءِ مُوسَى اللَّهَ،
.فَالْمَصْدَرُ مُضَافٌ إِلَى الْمَفْعُولِ؛ وَأَنْ يَكُونَ ضَمِيرَ مُوسَى؛ فَيَكُونَ مُضَافًا إِلَى الْفَاعِلِ
. وَقِيلَ: يَرْجِعُ إِلَى الْكِتَابِ؛ كَمَا قَالَ تَعَالَى: (وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ) [النَّمْلِ: 6]
.وَقِيلَ: مِنْ لِقَائِكَ يَا مُحَمَّدُ مُوسَى، صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمَا، لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ

یہ ترجمہ کرنا کہ اس کتاب کے ملنے سے عربی کے حساب سے غلط ہے کیونکہ یہ اردو کا انداز ہے کہ ملاقات کو ملنا کہا جاتا ہے لیکن عربی میں یہ انداز نہیں ہے

يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْـرًا مِّمَّا كُنْتُـمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْـرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّـٰهِ نُـوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ
اے اہل کتاب بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول آئے جنہوں نے تمہارے اوپر بہت کچھ واضح کیا جو تم کتاب میں چھپا رکھتے ہو اور بہت کچھ معاف کیا بلا شبہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آ چکی

قرآن میں ہے
إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النبيون الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا
ہم نے توریت کو نازل کیا جس میں ہدایت و نور ہے اس سے فرمانبردار نبیوں نے حکم کیا یہود کے لئے

یعنی توریت منزل من اللہ ہے جس سے یہود پر اللہ کا حکم نافذ کیا جاتا تھا

رسول اللہ نے توریت پر حکم دیا ہے اس کی مثال حدیث میں موجود ہے کہ رجم کا حکم توریت سے لیا گیا ارتاد اور عہد شکنی کی سزا توریت کے مطابق ہے

توریت کا مطلب قانون ہے یہ یہود کا قول ہے

قرآن میں موجود ہے کہ توریت میں اللہ کا حکم لکھا تھا آنکھ کے بدلے آنکھ .. یہ حکم قرآن میں موجود نہیں تھا جبکہ یہ سن ۹ ہجری کا دور ہے جب سورہ مائدہ نازل ہوئی

یہاں تک کہ اس حکم کو قرآن میں بیان کیا گیا
اس سے ظاہر ہے کہ قرآن اور توریت دو الگ کتب ہیں ایک ہی نہیں تھیں ان کی زبان ان کے احکام میں فرق ہو سکتا ہے لیکن اصل میں دونوں من جانب الله تھیں
اس کی مثال اس طرح بھی ہے کہ قرآن میں حج کا حکم فرض ہے جبکہ حج قرآن کے مطابق صرف اسمعیل و ابراہیم و محمد علیھما السلام نے کیا ہے
ظاہر ہے اگر ایک ہی کتاب ہوتی تو تمام انبیاء پر حج فرض ہو جاتا ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ سب نے حج بیت الله نہیں کیا

کیا الجان اور الجن ایک ہی مخلوق ہے؟

الجان اور الجن ایک ہی مخلوق نہیں ہے۔ الجان وہ مخلوق ہیں جو اگ سے بنائی گئی تھی اور وہ اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔ الجن اگ والی مخلوق نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جو ہمارے نظر سے اوجھل ہو اس چیز پر جن کا اطلاق ہوتا ہے مثلا جو انسان پہاڑی علاقوں میں رہتے ہیں اور عام معاشرے سے ان کا رابطہ نہ ہو تو ان پر بھی جنات کا اطلاق ہوتا ہے اس کے علاوہ وہ انسان جو عام معاشرے میں رہتے ہیں لیکن انکے کرتوت باقی لوگوں سے پوشیدہ یا خفیہ ہوتے ہیں تو ان پر بھی جنات کا اطلاق ہوتا ہے۔ عرب معاشرے میں اس بندے کو بھی جن کہا جاتا ہے جو کسی جگہ میں جاکر بہت جلدی واپس پہنچھتا ہے یعنی اپنا کام انتہائی جلدی سے ختم کرتا ہے۔ کچھ لوگ الجان کی تعریف اسی طرح کرتے ہیں کہ الجان ادم کے طرح پہلا جن تھا جس کو اللہ پاک نے اگ سے بنایا تھا اور پھر اس ایک الجان سے جنات وجود میں اگئے لیکن یہ مفروضہ قران کے خلاف ہے کیونکہ قران کے مطابق الجان انسانوں کے طرح مخلوق تھے اور اس کی دلیل سورہ رحمن میں ملتا ہے۔ سورہ رحمن کے ایت نمبر 14 اور 15 میں اللہ پاک کا ارشاد پاک ہے:

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ ﴿۱۴﴾۔
وَ خَلَقَ الۡجَآنَّ مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ ﴿۱۵﴾}۔

اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی ۔ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

ایت نمبر 14 میں اللہ پاک انسان کی پیدائیش کا زکر کرتا ہے صرف ایک ادم کی نہیں بلکہ تمام انسانی مخلوق کا زکر کر رہا ہے جبکہ ایت نمبر 15 میں اللہ پاک الجان کی پیدائیش کا زکر کر رہا ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان اور الجان دو الگ الگ مخلوق ہیں اور الجان ایک ہی بندہ یعنی جنات کا جد مراد نہیں ہے بلکہ الجان سے مراد وہ تمام مخلوق مراد ہے جس کو اگ سے بنایا گیا تھا۔ اگر الجان جنات کی جد کا نام ہے تو پھر اس ایت میں اللہ پاک اس کو انسان کے ہم منصب کے طور پر یا انسان کے مقابلے میں استعمال نہیں کرتا بلکہ اس ایت میں پھر اللہ پاک الجان کے بجائے جنات یا جن کا لفظ استعمال کرتا اور یا الجان کے مقابلے میں انسان کے بجائے ادم کا نام لکھتا لیکن نہیں کیونکہ الجان ہی انسان کے ہم منصب مخلوق ہے جو اگ سے بنائے گئے تھے۔

سورہ رحمن ایت نمبر 74 میں اللہ پاک فرماتا ہے:

لَمۡ یَطۡمِثۡہُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَہُمۡ وَ لَا جَآنٌّ ﴿ۚ۷۴﴾

ان کو ہاتھ نہیں لگایا کسی انسان یا جن نے اس سے قبل ۔

اس ایت میں بھی اللہ پاک نے انسان کے مقابلے میں الجان کا لفظ استعمال کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انس یا انسان کا ہم منصب الجان ہی ہے اور اس ایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ الجان جنات کی جد کا نام نہیں ہے بلکہ الجان خود ایک مخلوق ہیں کیونکہ اس الجان کو اللہ پاک نے اس ایت میں انسان کے ہم منصب کے طور پر استعمال کیا۔ اگر الجان جنات کی جد کا نام ہوتا تو پھر اس کو اللہ پاک کبھی بھی انسان کے ہم منصب یا مقابلے میں استعمال نہیں کرتا بلکہ پھر اللہ پاک اس کو ادم کے مقابلے میں استعمال کرتا۔

سورہ رحمن کے ان دلائیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ الجان جنات کے جد کا نام نہیں ہے بلکہ انسان کا ہم منصب مخلوق ہے جس کو اگ سے بنایا گیا تھا۔

بھائی اس کا تحقیقی جواب درکار ہے ۔۔۔جزاک اللہ

جواب

کہا گیا الجان خود ایک مخلوق ہے
الجان وہ مخلوق ہیں جو اگ سے بنائی گئی تھی اور وہ اب اس دنیا میں موجود نہیں

ہے۔
الجان سے مراد وہ تمام مخلوق مراد ہے جس کو اگ سے بنایا گیا تھا۔

الجن پوشیدہ مخلوق ہے
اس میں جو لوگ شہروں میں نہ رہتے وہ شامل ہیں

راقم کہتا ہے میرا سوال یہ ہے کہ یہ کس نے خبر دی کہ الجان اب معدوم ہیں
جیسا کہا ہے الجان وہ مخلوق ہیں جو اگ سے بنائی گئی تھی اور وہ اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے؟۔
اس قول پر نص قرانی درکار ہے
جو لوگ شہروں میں نہ رہتے وہ شامل ہیں – اس قول پر کسی لغت سے دلیل درکار ہے
سورہ جن میں کیا لکھا ہے
http://quranurdu.org/72
جنات کان لگا کر سنتے

(8) وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا
اور ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو ہم نے اسے سخت پہروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا۔
(9) وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْـهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَـهٝ شِهَابًا رَّصَدًا
اور ہم اس کے ٹھکانوں (آسمانوں) میں سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے، پس جو کوئی اب کان دھرتا ہے تو وہ اپنے لیے ایک انگارہ تاک لگائے ہوئے پاتا ہے۔

جس نے یہ اقتباس لکھا ہے اس کو بتانا چاہیے کہ کیا جن وہ ہیں جو شہروں میں نہیں رہتے ؟ یا کوئی اور مخلوق جس پر شہاب پھینکا جاتا ہے

راقم کہتا ہے الجان الجن کی جمع ہے – یہ عربی لغت میں موجود ہے

عربی میں جن چھپی ہوئی چیزوں پر بولا جاتا ہے یا وہ جو چھپا دے

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا
جب رات طاری ہوئی یا رات نے سب چھپا دیا
http://quran.ksu.edu.sa/tafseer/katheer/sura6-aya76.html

جن سے ہی جنین کا لفظ ہے جو حمل میں ہوتا ہے
اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب عورتیں جنوں کو پیدا کرتی ہیں

جان کا لفظ عربی میں
جن پر
شیطان پر
سانپ پر
استعمال ہوتا ہے
یہ سیاق و سباق سے طے کیا جاتا ہے کہ الجان میں جنات و شیطان مراد ہیں یا الجان میں سانپ مرد ہیں

جان یا سانپ کا ذکر
سورہ النمل میں ہے
وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ
اپنا عَصَا پھینک – پس جب اسکو دیکھا جان کی طرح پھڑک رہا ہے وہ (موسی) پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا

ایک روایت میں الفاظ ہیں
أنه سئل عن قتل الجان
انہوں نے الجان کے قتل پر سوال کیا

غریب الحدیث از خطابی میں ہے
الجانُّ: حية بيضاء كبيرة،
الجان سفید اژدھا ہے

یہاں جان پر ال لگا ہے یعنی کوئی مخصوص سانپ ہے جس کی وضاحت کی گئی کہ سیفد اژدھا
امام بخاری صحیح میں لکھتے ہیں
وَالحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ، الجَانُّ وَالأَفَاعِي وَالأَسَاوِدُ
حیات (یعنی سانپوں) کی جنس ہیں
الجان اور الأَفَاعِي اور الأَسَاوِدُ

الأَفَاعِي سے ہی اردو میں افعی کا لفظ نکلا ہے جو سانپ پر استعمال ہوتا ہے

جان کا لفظ اسم الجمع کے طور پر

عربی میں یہ بات معلوم ہے کہ الف لام لگنے پر اسم معرفہ ہو جاتا ہے اس بنا پر الجان اسم معرفہ جمع ہے لہذا اگر جان پر الجان آئے تو سانپ نہیں مخلوق جن لیا جائے گا

سورہ رحمان

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ ﴿۱۴﴾-
وَ خَلَقَ الۡجَآنَّ مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ ﴿۱۵﴾-

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ الجان کو اگ کے شُّعْلَةُ سے بنایا

اور یہی قول شیطان کا ہے کہ مجھ کو اگ سے بنایا

اس میں نکتہ سنجی کی جاتی ہے کہ شیطان کو اگ سے اور الجان کو اگ کی پلٹ سے بنایا
لیکن یہ بے وقوفی کی باتیں ہیں کیونکہ اصلا عنصر ایک ہی رہتا ہے

گیلی مٹی ہو سنسناتی مٹی ہو بلبلوں والی مٹی ہو اس سے مختلف طرح کے انسان قرآن نے نہیں بنائے ان سب کا اطلاق آدم پر کیا ہے
سائنس میں اگ جلتی ہوئی گیس ہے جس میں آکسیجن ہو اور ریایکشن میں کاربن ڈآئی آکسائڈ اور پانی نکل رہا ہو
اس تناظر میں اگ یا اگ کی لپٹ میں کوئی فرق نہیں رہتا

الجان کو انسان کے ہم منصب کے طور پر یا انسان کے مقابلے میں استعمال اس لئے کیا گیا کیونکہ جنات و انسان مکلف مخلوقات ہیں

نوٹ : وہ سانپ جو آبادی میں رہتے ہوں ان کو جان کے علاوہ عوامر بھی کہتے ہیں

لسان العرب میں ہے
العَوامِرُ الحيّات التي تكون في البيوت
عوامر وہ سانپ ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں

صحیح مسلم کی حدیث میں الفاظ ہیں

إن لهذه البيوت عوامر فإذا رأيتم شيئا منها فحرجوا عليها ثلاثا فإن ذهب وإلا فاقتلوه فإنه كافر
ان گھروں میں سانپ ہیں پس جب تم ان کو دیکھو تو تین دن دیکھو اگر نہیں جائیں تو ان کو قتل کر دو یہ کافر ہیں

عربی میں عامر کا مطلب آباد کرنے والا ہے اور اسی مادہ سے عوام اور پھر عوامر نکلا ہے

بعض راویوں نے اس میں خلط ملط کر دیا مثلا صحیح مسلم میں ہے
إِنَّ بِالْمَدِينَةِ جِنًّا قَدْ أَسْلَمُوا، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا، فَآذِنُوهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ، فَاقْتُلُوهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ
مدینہ میں جن ہیں جو مطیع ہو گئے ہیں ان کو دیکھو تو ان کو تین دن کا اذن دو اس کے بعد قتل کر دو کیونکہ یہ شیطان ہے
الفاظ ہیں مدینہ میں جن ہیں اور دوسری حدیث میں ہے عوامر ہیں یعنی سانپ کی بات کی گئی تھی
ان کو قتل کر دو تو یہ قتل سانپ کا ہی ممکن ہے جن کا قتل ہم نہیں کر سکتے وہ اپنی ہیت نہیں بدلتے اور جو سمجھتے ہیں کہ جن ہیت بدل سکتے ہیں جب وہ دیکھیں گے کہ کوئی مارنے آ رہا ہے وہ غائب ہو جائیں گے
لہذا صحیح بات یہی ہے کہ درست ترجمہ ہو گا

إِنَّ بِالْمَدِينَةِ جِنًّا قَدْ أَسْلَمُوا، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا، فَآذِنُوهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ، فَاقْتُلُوهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ

مدینہ میں سانپ ہیں جو مطیع ہو گئے ہیں ان کو دیکھو تو ان کو تین دن کا اذن دو اس کے بعد قتل کر دو کیونکہ یہ شیطان (بمعنی شریر) ہیں

اور انسان کے پیدائیش سے پہلے ہم نے جان کو لو والی اگ سے پیدا کیا۔

قران میں جہاں کہی بھی "من قبل" کا لفظ اجائے یعنی قران میں جب بھی قبل، قبلکم، قبلھم وغیرہ الفاظ سے پہلے اگر لفظ "من" اجائے تو پھر وہ چیز ضرور ماضی کا حصہ ہوتا ہے

سب سے پہلے تو یہ بات ذھن میں رکھئے کہ قران میں اللہ پاک جان کی پیدائیش کا زکر اگ سے کررہا ہے۔ قران میں ایک بھی ایت ایسی نہیں ہے جس میں اللہ پاک جن کی پیدائیش کا زکر اگ سے کرتا ہو۔ اس کے علاوہ اس ایت میں سب سے بڑا دلیل "من قبل" ہے۔ قران میں جہاں کہی بھی "من قبل" کا لفظ اجائے یعنی قران میں جب بھی قبل، قبلکم، قبلھم وغیرہ الفاظ سے پہلے اگر لفظ "من" اجائے تو پھر وہ چیز ضرور ماضی کا حصہ ہوتا ہے اور اس چیز کا وجود پھر حاضر وقت میں نہیں ہوتا۔ اس کے قران میں لا تعداد دلائیل موجود ہیں لیکن تحریر کے اختصار کے لیے میں ان میں سے صرف چند دلائیل پیش کرونگا:

پہلا دلیل:
سورہ الحج ایت نمبر 78 میں اللہ پاک فرماتا ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا ۔

دین اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا قائم رکھو اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اس قرآن سے پہلے اور اس قران میں بھی۔

اس ایت میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس قران سے پہلے ہم نے پہلے شریعتوں میں بھی تمہارا نام مسلم رکھا تو قران کے نزول کے وقت وہ پرانے لوگ یا شریعت جس کا نام المسلمین رکھا وہ قران کے نزول کے وقت موجود نہیں تھے۔ من قبل کا مطلب یہ ہوا کہ قران کے نزول کے وقت جن لوگوں کے لئے المسلمین کا نام رکھا وہ لوگ موجود نہیں تھے بلکہ پہلے گزرچکے تھے۔

دوسرا دلیل:
سورہ ال عمران ایت نمبر 144 میں اللہ پاک فرماتا ہے:

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے بلکہ رسول ہے ان سے پہلے بہت سے رُسول گزر چکے ہیں۔

اس ایت میں بھی "من قبل" کا لفظ ایا ہے جس کے زریعے اللہ پاک یہ فرمارہا ہے کہ محمد علیہ السلام سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں یعنی محمد علیہ السلام جب مبعوث ہورہا تھا تو محمد علیہ السلام سے پہلے جتنے بھی رسول تھے وہ اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ تو "من قبل" ہمیشہ کے لئے اس بات کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کا خاتمہ پہلے ہوچکا ہو اور وہ بات یا وہ چیز ماضی کا حصہ بن چکا ہو تو بلکل اسی طرح ادم کے پیدائیش کے وقت ادم سے پہلے تمام جنات کا خاتمہ "من قبل" سے ہوچکا تھا۔

تیسری دلیل:
سورہ ال عمران ایت نمبر 137 میں اللہ پاک فرماتا ہے:

قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ سُنَنٌ ۙ فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۱۳۷﴾

تم سے پہلے بھی ایسے واقعات گُزر چکے ہیں ، سُو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ (آسمانی تعلیم کے) جُھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

اس ایت میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ تم سے پہلے بہت سے واقعات گزر چکے ہیں یعنی یہ واقعات ماضی کا حصہ بن چکی ہیں اب وہ واقعات موجود نہیں ہے تو اس ایت میں بھی "من قبل" نے یہ ثابت کردیا کہ قران میں جہاں کہی بھی قبل، قبلکم یا قبلھم سے پہلے "من" اجائے تو وہ بات، واقعہ یا چیز ماضی کا حصہ ہوتی ہے اور اس کا وجود موجودہ وقت میں نہیں ہوتا۔

چھودویں دلیل:
سورہ ال عمران ایت نمبر 3 میں اللہ پاک فرماتا ہے:

نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَ الۡاِنۡجِيۡلَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ۔

اس ایت میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس قران سے پہلے ہم نے تورات اور انجیل کو لوگوں کے ہدایت کے لئے نازل کی تھی۔ اس ایت میں بھی "من قبل" نے یہ ثابت کیا کہ "من قبل" جس بات، حکم یا چیز کے ساتھ اجائے تو وہ بات، حکم یا چیز ماضی کا حصہ ہوتی ہے اور وہ موجودہ وقت میں موجود نہیں ہوتا۔ اللہ پاک نے پرانے کتابوں کو ختم کرکے نیا کتاب یعنی قران نازل کیا۔ قران کے نزول سے پرانے کتابیں منسوخ ہوگئی۔

جواب

عربی زبان قرآن نازل ہونے سے پہلے سے ہے اور اس میں قبل کا مطلب وہی ہے جو اردو میں لفظ پہلے کا ہے - یہ نہیں کہ جس کی بات ہو رہی ہے وہ یقینا معدوم وجود ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء آئے ان کی وفات ہوئی لیکن ان سے پہلے سے امت موسی و امت عیسیٰ موجود ہے یا یہود و نصرانی موجود ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہود و نصرانی معدوم ہیں

مثلا قرآن میں ہے
وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً وَهَذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِسَانًا عَرَبِيًّا لِيُنْذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرَى لِلْمُحْسِنِينَ
سوره الاحقاف
اور اس سے قبل موسی کی کتاب امام و رحمت تھی

اس کا مطلب یہ نہیں کہ موسی کی کتاب دنیا سے معدوم ہو گئی بلکہ قرآن میں ہے
سوره مائده
قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ
اے اہل کتاب تم کچھ نہیں یہاں تک کہ تم توریت و انجیل کو قائم کرو

یعنی دور نبوی میں یہ کتب موجود تھیں تبھی ان کو قائم کرنے کی بات ہو رہی ہے - اہل کتاب کے علماء کو علم تھا کہ اصل توریت کیا ہے اصل انجیل کیا ہے لیکن اس کو قائم نہیں کر رہے تھے

قرآن میں ہے جنات کو انسانوں سے قبل تخلیق کیا یہ نہیں کہ یہ معدوم ہو گئے

عقل کی بات ہے کہ انبیاء وفات پا گئے لہذا ان کے حوالے دے کر یا معذب قوموں کے حوالے دے کر یہ ثابت کرنا کہ قبل سے مراد عدم وجود ہے جہالت ہے
کیونکہ ظاہر ہے ان کی وفات ہو گئی

قرآن سورہ حدید میں ہے
لا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا}

تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں،

یہاں ہے من قبل اور جنات والی آیت میں بھی من قبل ہے
(27) والجان خلقناه من قبل من نار السموم
سورہ حجر

سورہ بقرہ ۸۹ میں ہے یہود پہلے (بحث میں) فتح پاتے
وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ
اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ یہودی دور نبوی تک معدوم ہو گئے

مشرکین مکہ کے لئے کہا
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ
سورہ ال عمران
یہ لوگ من قبل گمراہی میں تھے

اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ گمراہ لوگ مر گئے

تفسیر کے حوالے سے بعض تفصلی مباحث

رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ

الله تعالی نے فرمایا

ومِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ

اور رات اور دن اور سورج اور چاند اُس کی نشانیوں میں سے ہیں، نہ سورج کو سجدہ کیا کرو اور نہ ہی چاند کو، اور سجدہ صرف اﷲ کے لئے کیا کرو جس نے اِن (سب) کوخلق کیا ہے اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو

اور الله تعالی نے سوره الحج میں فرمایا

الَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ

کیا تم دیکھتے نہیں الله کو سجدہ کر رہے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے ایسے جن پر عذاب ثبت ہو چکا- قرآن میں اصول بیان ہوا ہے کہ غیر الله کو سجدہ حرام ہے اور یہ اس وقت بھی حرام تھا جب انسان نہ تھا - بعض گمراہ لوگ اس آیت کی تاویل کرتے ہیں کہ اگر سجدہ تعظیمی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ہم الله کی عبادت کرتے ہیں اور سجدہ تعظیمی کرتے وقت ہماری نیت عبادت کی نہیں ہوتی

یہ بھی کہتے ہیں کہ سجدہ تعظیمی تقوے سے بھرپور ایک عمل تھا جس کی گواہی خود قرآن نے یوسف کو سجدہ کرنے سے دی

سوره یوسف میں بیان ہوا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا

قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ

اے میرے والد! میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے، میں نے دیکھا وہ مجھے سجدہ کررہے ہیں

یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کو سننے کے بعد یہ نہیں کہا کہ ہماری شریعت میں سجدہ جائز ہے یہ کوئی خاص چیز نہیں بلکہ آپ علیہ السلام نے اندازہ لگا لیا کہ اللہ کی طرف سے یوسف کی توقیر ہونے والی ہے. یعقوب علیہ السلام نے خواب چھپانے کا حکم دیا

قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِينٌ

کہا اے بیٹے اس خواب کا تذکرہ اپنے بھائیوں سے نہ کرنا ورنہ وہ تمھارے خلاف سازش کریں گے بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے

پھر یوسف کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں پھینکا وہاں سے اللہ نے مصر پہنچایا اور اللہ نے عزیز مصر کا وزیر بنوایا پھر قحط پڑنے کی وجہ سے بھائیوں کو مصر آنا پڑا اور بلاخر ایک وقت آیا کہ خواب سچ ہوا

رَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّواْ لَهُ سُجَّدًا وَقَالَ يَا أَبَتِ هـٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا

اور احترام سے بٹھایا اس نے اپنے والدین کو تخت پر اور جھک گئے سب اس کے لئے سجدے میں۔ (اس وقت) یُوسف نے کہا: ابّا جان! یہ ہے تعبیر میرے خواب کی (جو میں نے دیکھا تھا) پہلے۔ کر دکھایا ہے اسے میرے رب نے سچّا

یہ ایک خاص واقعہ تھا اور اس کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا لیکن عوام میں اس سجدے کے حوالے سے اشکال رہتا ہے کہ سجدہ کس نے کس کو کیا – آیت میں سجدہ کرنے کے حوالے سے کئی آراء پائی جاتی ہیں

اہل تشیع کی ایک رائے : سجدہ اللہ کو تھا

ابي الحسن علي بن ابراهيم القمي المتوفى ٣٢٩ ھ کی تفسیر میں ہے کہ اس آیت میں سجدہ اللہ کے لئے ہے

حدثني محمد بن عيسى عن يحيى بن اكثم وقال سأل موسى بن محمد بن علي بن موسى مسائل فعرضها على ابي الحسن عليه السلام فكانت احديها اخبرني عن قول الله عزوجل ورفع ابويه على العرش وخروا له سجدا سجد يعقوب وولده ليوسف وهم انبياء، فاجاب ابوالحسن عليه السلام اما سجود يعقوب وولده ليوسف فانه لم يكن ليوسف وإنما كان ذلك من يعقوب وولده طاعة لله وتحية ليوسف كما كان السجود من الملائكة لآدم ولم يكن لآدم إنما كان ذلك منهم طاعة لله وتحية لآدم فسجد يعقوب وولده وسجد يوسف معهم شكر الله لاجتماع شملهم

محمّد بن عیسی عن یحیی بن أکثم سے روایت ہے کہ بے شک موسی بن محمّد نے سوال کیے جن کو علی نے ابی حسن علی بن محمّد پر پیش کیا پس ان میں سے کسی نے کہا مجھ کو خبر دیں یعقوب اور ان کی اولاد کی یوسف کو سجدے کے بارے میں کہ انہوں نے یوسف کو سجدہ کیا جبکہ انبیاء ہیں ؟ پس امام ابو حسن نے جواب دیا یعقوب اور ان کے بیٹوں کا سجدہ یوسف کے لئے نہ تھا ان کا سجدہ اللہ کی اطاعت اور یوسف کا ادب تھا جیسے فرشتوں کا سجدہ اللہ کی اطاعت اور آدم کی تکریم تھا پس یعقوب کا سجدہ اور ان کی اولاد کا سجدہ اللہ کا شکر تھا اس وقت ساتھ ملنے پر

محمد حسن النجفي الاصفهاني کتاب جواهر الكلام ج 10 – ص 126 – 129 میں کہتے ہیں

وخروا له سجدا " قيل : إن السجود كان لله شكرا له كما يفعل الصالحون عند تجدد النعم ، والهاء في قوله تعالى " له " عائدة إلى الله ، فيكونون سجدوا لله وتوجهوا في السجود إليه كما يقال صلى للقبلة ، وهو المروي عن أبي عبد الله (عليه السلام) وفي المحكي عن تفسير علي بن إبراهيم عن محمد بن عيسى عن يحيى بن أكثم " إن موسى بن محمد سئل عن مسائل فعرضت على أبي الحسن علي بن محمد (عليهما السلام) فكان منها أن قال له : أخبرني عن يعقوب وولده اسجدوا ليوسف وهم أنبياء ؟ فأجاب أبو الحسن (عليه السلام) سجود يعقوب وولده لم يكن ليوسف ، إنما كان ذلك منهم طاعة لله وتحية ليوسف ، كما أن السجود من الملائكة لآدم كان طاعة لله وتحية لآدم ، فسجود يعقوب وولده شكرا لله لاجتماع شملهم ، ألا ترى أنه يقول في شكر ذلك الوقت رب قد آتيتني من الملك " الآية وفي المحكي عن تفسير العسكري عن آبائه عن النبي (عليهم الصلاة والسلام) قال : " لم يكن

سجودهم يعني الملائكة لآدم ، إنما كان آدم قبلة لهم يسجدون نحوه لله عز وجل ، وكان بذلك معظما مبجلا ، ولا ينبغي أن يسجد لأحد من دون الله يخضع له كخضوعه لله ، ويعظمه بالسجود له كتعظيم الله ، ولو أمرت أحدا أن يسجد هكذا لغير الله لأمرت ضعفاء شيعتنا وسائر المكلفين من شيعتنا أن يسجدوا لمن توسط في علوم علي وصي رسول الله (عليهما الصلاة والسلام) ومحض ‹ صفحة 127 › وداد خير خلق الله علي (عليه السلام) بعد محمد رسول الله (صلى الله عليه وآله) " إلى غير ذلك من النصوص ، فاللائق حينئذ لزائري أحد المعصومين (عليهم السلام) أن يتركوا هذا الصورة التي يفعلها السواد إلا إذا قرنت بأحد الوجوه التي سمعتها في النصوص مما ينفي كونها لغير الله ، ويشبه ما يقع من الاستحسان من بعض الناس بجعل السجود لأمير المؤمنين (عليه السلام) زيادة في تعظيم الله باعتبار أن وعوعه له من جهة مرتبته عند الله وعظمته وعبوديته – فالسجود له حينئذ زيادة في تعظيم الله – ما وقع في أذهان المشركين الذين حاجهم النبي (صلى الله عليه وآله) بما سمعت ، والله أعلم

وخروا له سجدا کہا جاتا ہے ان کا سجدہ ایسا ہی تھا جیسا اللہ کو شکر کرنے کے لئے صالح لوگ کرتے ہیں نعمت ملنے پر اور اس میں الھا جو قول میں لہ ہے اللہ کے لئے ہے کہ پس اللہ کے لئے سجدے میں گئے اور اور سجدے میں متوجہ ہوئے اس کی طرف جیسا کہا جاتا ہے قبلے کے لئے نماز پڑھو اور یہ مروی ہے امام جعفر علیہ السلام سے اور بیان ہوا ہے تفسیر علی بن ابراہیم عن محمّد بن عیسی عن یحیی بن أکثم سے کہ بے شک موسی بن محمّد نے سوال کیے جن کو علی نے ابی حسن علی بن محمّد پر پیش کیا پس ان میں سے کسی نے کہا مجھ کو خبر دیں یعقوب اور ان کی اولاد کی یوسف کو سجدے کے بارے میں کہ انہوں نے یوسف کو سجدہ کیا جبکہ انبیاء ہیں ؟ پس امام ابو حسن نے جواب دیا یعقوب اور ان کے بیٹوں کا سجدہ یوسف کے لئے نہ تھا ان کا سجدہ اللہ کی اطاعت اور یوسف کا ادب تھا جیسے فرشتوں کا سجدہ اللہ کی اطاعت اور آدم کی تکریم تھا پس یعقوب کا سجدہ اور ان کی اولاد کا سجدہ اللہ کا شکر تھا اس وقت ساتھ ملنے پر- کیا تم نے دیکھا نہیں؟ انہوں نے شکر میں اس وقت کہا اللہ نے بے شک مجھ کو ملک دیا آیت اور المحکي ، امام عسکری کی تفسیر میں ہے اپنے ابا سے وہ رسول اللہ سے کہ ان فرشتوں کا سجدہ آدم کے لئے نہ تھا بلکہ آدم ان کے لئے قبلہ نما تھا سجدے کے لئے اللہ کی طرف سے اور اس میں عظمت و جلالت تھی اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ غیر اللہ کو سجدہ کرے اس سے خضوع کرے جیسا اللہ سے کیا جاتا ہے اور سجدہ کر کے تعظیم کرےجیسے اللہ کی کی جاتی ہے اور اگر اس کا حکم کرتا کہ کوئی غیر اللہ کو سجدہ کرے تو اپنے کمزور شیعوں کو اور تمام مکلفین کو کرتا کہ ان کو سجدہ کرو جن کے توسط سے اللہ کے وصی علی کے علوم ملے

تفسیر نور الثقلین از عبد علی بن جمعة کے مطابق

عن ابن ابي عمير عن بعض أصحابنا عن أبي عبدالله عليه السلام في قول الله

ورفع ابويه على العرش قال : العرش السرير ، وفي قوله : وخروا له سجدا قال كان سجودهم ذلك عبادة لله .

أبي عبدالله عليه السلام نے الله کے قول اور اس نے والدین کو عرش پر بلند کیا کہا عرش تخت اور قول اس کے لئے سجدے میں گر گئے کہا ان کا سجدہ تھا الله کی عبادت کے لئے

اہل تشیع کی دوسری رائے: سجدہ یوسف کو تھا

أبي جعفر محمد بن الحسن الطوسي تفسير تبیان میں کہتے ہیں

الثاني انهم سجدوا إلى جهة يوسف على وجه القربة إلى الله، كما يسجد إلى الكعبة على وجه القربة إلى الله.

انہوں نے سجدہ کیا یوسف کی طرف الله کے قرب پانے کے لئے جیسا الله کا تقرب پانے کے لئے کعبہ رخ ہوتے ہیں

اہل سنت کی ایک رائے: سجدہ الله کو تھا

التجريد لنفع العبيد = حاشية البجيرمي على شرح المنهج (منهج الطلاب اختصره زكريا الأنصاري من منهاج الطالبين للنووي ثم شرحه في شرح منهج الطلاب) کے مطابق

(قَوْلُهُ: وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا) تَحِيَّةً وَتَكْرِمَةً فَإِنَّ السُّجُودَ عِنْدَهُمْ كَانَ يَجْرِي مَجْرَاهَا وَقِيلَ مَعْنَاهُ خَرُّوا لِأَجْلِهِ سُجَّدًا لِلَّهِ شُكْرًا، وَقِيلَ الضَّمِيرُ لِلَّهِ وَالْوَاوُ لِأَبَوَيْهِ وَإِخْوَتِهِ وَالرَّفْعُ مُؤَخَّرٌ عَنْ الْخُرُورِ وَإِنْ قُدِّمَ لَفْظًا لِلِاهْتِمَامِ بِتَعْظِيمِهِ لَهُمَا

الله تعالی کا قول وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا یہ تحیت ہے اور تکریم ہے کیونکہ سجدہ ان کی طرف سے ہو گیا اور کہا جاتا ہے کہ معنی ہے کہ وہ جھکے سجدے کے لئے تو یہ الله کا شکر بجا لانے کے لئے تھا اور کہا گیا ہے کہ ضمیر الله کی طرف ہے اور واو ان کے باپ اور بھائیوں کے لئے … اور یہ لفظ ان کی تعظیم کے لئے ہے

كتاب النكت الدالة على البيان في أنواع العلوم والأحكام از أحمد محمد بن علي بن محمد الكَرَجي القصَّاب (المتوفى: نحو 360هـ) دار النشر: دار القيم – دار ابن عفان کے مطابق

وأما الذي عندي في: (وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا) أي: خر يوسف وإخوته وأبوه وخالته سجدا لله حيث جمع شملهم بعد تبديده.

اور جو میرے نزدیک ہے کہ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا وہ یہ ہے کہ یوسف جھک گئے اور ان کے بھائی اور ان کے باپ اور خالہ بچھڑنے کے بعد ملنے پر الله کے لئے سجدہ میں

كتاب فتح الرحمن بكشف ما يلتبس في القرآن از زكريا بن محمد بن أحمد بن زكريا الأنصاري، زين الدين أبو يحيى السنيكي (المتوفى: 926هـ)   دار القرآن الكريم، بيروت – لبنان 1403 هـ – 1983 م کے مطابق

قوله تعالى: (وَخَرُّوا لَهُ سُجَّداً.) الآية.

إن قلتَ: كيف جاز لهم أن يسجدوا ليوسف، والسجودُ لغير الله حرامٌ؟!

قلتُ: المرادُ أنهم جعلوه كالقِبْلَةِ، ثم سجدوا للهِ تعالى، شكراً لنعمة وُجْدَان يوسف، كما تقول: سجدتُ وصلَّيتُ للقِبْلة.

الله تعالی کا قول ہے وَخَرُّوا لَهُ سُجَّداً وہ سب سجدے میں جھک گئے آیت ہے

میں السنيكي کہتا ہوں اس سے مراد ہے کہ انہوں نے ان کو قبلہ کیا پھر الله تعالی کے شکر کے لئے سجدہ کیا یوسف کو پانے کی نعمت پر جیسا کہ کہا جاتا ہے سجدہ کیا اور قبلہ کے لئے نماز پڑھی

كتاب معاني القرآن أبو زكريا يحيى بن زياد بن عبد الله بن منظور الديلمي الفراء (المتوفى: 207هـ) کے مطابق

«سُجود تَحيَّة وطاعة لا لربوبيّة وهو مثل قوله فى يوسف (وَخَرُّوا لَهُ سُجَّداً) «5 .

سجدے تحیت اور رب کی اطاعت پر ہیں اور یہ یوسف کے لئے قول ہے اس کے لئے سجدے میں جھک گئے

اہل سنت میں دوسری رائے ہے کہ یہ سجدہ بشکل رکوع یوسف تھا

کتاب حاشیتا قليوبي وعميرة ج١ ص ٣٩ از أحمد سلامة القليوبي وأحمد البرلسي عميرة ، دار الفكر – بيروت الطبعة: بدون طبعة، 1415هـ-1995م کے مطابق

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: صُورَةُ الرُّكُوعِ الْوَاقِعَةُ مِنْ الْعَوَامّ بَيْنَ يَدَيْ الْمَشَايِخِ حَرَامٌ وَيَأْثَمُ فَاعِلُهَا وَلَوْ بِطَهَارَةٍ وَإِلَى الْقِبْلَةِ، وَهِيَ مِنْ الْعَظَائِمِ، وَأَخْشَى أَنْ تَكُونَ كُفْرًا، وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: {وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا} [يوسف: 100] أَيْ رُكَّعًا إمَّا مَنْسُوخٌ أَوْ أَنَّهُ شَرْعُ مَنْ قَبْلَنَا

ابن حجر نے کہا : عوام میں (غیر اللہ کے لئے) رکوع کی صورت جو ہے یہ مشائخ کے نزدیک حرام ہے اور اس کو کرنے والے پر گناہ ہے چاہے طہارت کے بغیر ہو قبلہ رخ نہ بھی ہو اور یہ الْعَظَائِمِ میں سے ہے اور خوف ہے کہ یہ کفر ہے اور اللہ تعالی کا قول وہ سجدے میں جھک گئے یعنی رکوع میں تو یا تو یہ منسوخ ہے یا یہ پچھلی شریعت میں تھا

اسی طرح اس کتاب میں ج١ ص ١٨٠ پر ہے

قَوْلُهُ: (السُّجُودُ) وَهُوَ لُغَةً التَّطَامُنُ وَالذِّلَّةُ وَالْخُضُوعُ وَشَرْعًا مَا سَيَأْتِي، وَقَدْ يُطْلَقُ عَلَى الرُّكُوعِ، وَمِنْهُ {وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا} [يوسف: 100] كَمَا مَرَّ

اور اللہ کا قول السُّجُودُ تو یہ لغت میں کم ہونا یہ ذلت ہے اور خُضُوعُ ہے ... اور اس کا اطلاق رکوع پر بھی ہے اور اللہ تعالی کا قول {وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا} [يوسف: 100] میں

یعنی أحمد سلامة القليوبي وأحمد البرلسي عميرة کے نزدیک یہ سجدہ رکوع جیسا تھا یہ یوسف کو ہوا لیکن اس میں اغلبا یہ انکی شریعت میں تھا

اہل سنت میں تیسری رائے : سجدہ یوسف کو ہوا ، پچھلی شریعت کے مطابق

محدث عثمان بن عبد الرحمن، أبو عمرو، تقي الدين المعروف بابن الصلاح (المتوفى: 643هـ) فتاوی میں کہتے ہیں جب مسئلہ پیش ہوتا ہے

مَسْأَلَة طَائِفَة من الْفُقَرَاء يَسْجُدُونَ بَعضهم لبَعض ويزعمون أَن ذَلِك تواضع لله وتذلل للنَّفس ويستشهدون بقوله تَعَالَى وَرفع أَبَوَيْهِ على الْعَرْش وخروا لَهُ سجدا فَهَل يجوز أَو يحرم

وَهل يخْتَلف بِمَا إِذا كَانَ يسْجد مُسْتَقْبل الْقبْلَة أم لَا وَهل الْآيَة فِي ذَلِك مَنْسُوخَة فِي مثل ذَلِك أم لَا

أجَاب رَضِي الله عَنهُ لَا يجوز ذَلِك وَهُوَ من عظائم الذُّنُوب ويخشى أَن يكون كفرا وَالسُّجُود فِي الْآيَة مَنْسُوخ أَو يتَأَوَّل وَالله أعلم

مَسْأَلَة : فقراء (صوفیوں) کا ایک گروہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ اللہ سے لو لگانا ہے اور نفس کی تذلیل کرنا ہے اور وہ استشھاد کرتے ہیں اللہ تعالی کے قول سے وَرفع أَبَوَيْهِ على الْعَرْش وخروا لَهُ سجدا اور والدین کو عرش پر بٹھایا اور جھک گئے ان کے لئے سجدے میں ، تو کیا جائز ہے یا حرام ہے اور کیا یہ اس سے مختلف ہے جب قبلہ کو آگے کیا جائے یا نہیں یا یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں

عثمان بن عبد الرحمن، أبو عمرو، تقي الدين المعروف بابن الصلاح (المتوفى: 643هـ) رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ جائز نہیں ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور خوف ہے کہ کفر ہے اور اس آیت میں سجدے منسوخ ہیں‌انکی تاویل کی جائے

الكتاب: فتاوى نور على الدرب از عبد العزيز بن عبد الله بن باز (المتوفى: 1420هـ) کے مطابق

قال: {وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا} (2)، وكانت السجدة ذلك الوقت مباحة للإكرام والتحية وليست للعبادة، وكما سجد الملائكة لآدم إكراما، وتعظيما لا عبادة، فهذه السجدة ليست من باب العبادة، بل هي من باب التحية والإكرام، وهي جائزة في شرع من قبلنا، ولكن في شريعة محمد عليه الصلاة والسلام ممنوع ذلك، ولهذا ثبت عنه عليه الصلاة والسلام أنه قال: «لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها، لعظم حقه عليها (1)»

بن باز نے کہا : اللہ کا قول {وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا} اس دور میں سجدہ اکرام و تحیت کے لئےمباح تھا اور یہ عبادت نہ تھا جیسا کہ فرشتوں نے آدم علیه الصلاة والسلام کی تکریم کے وقت کیا اور تعظیم کے لئے کیا نہ کہ عبادت کے لئے پس یہ سجدہ عبادت کے باب میں نہیں بلکہ تکریم میں ہے ، اور یہ پچھلی شریعتوں میں جائز تھا لیکن شریعت محمد علیه الصلاة والسلام میں ممنوع ہے اور یہ ثابت ہے علیه الصلاة

والسلام سے فرمایا اگر میں کسی کو سجدے کا حکم کرتا تو عورت کو کرتا کہ وہ شوہر کو کرے اس حق کی تعظیم پر جو شوہر کو اس پر ہے

اہل سنت میں چوتھی رائے : سجدہ بس مشیت الہی کے تحت ہو گیا

کتاب منهج شيخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب في التفسير از مسعد بن مساعد الحسيني الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة کے مطابق

كذا قوله عند قول الله تعالى إخباراً عن يوسف عليه السلام: {وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّداً ... } الآية إلى قوله: {إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ} 7. رد هذه المسألة الجزئية إلى القاعدة الكلية وهي: إنه ربه تبارك وتعالى لطيف لما يشاء، فلذلك أجرى ما أجرى

الله تعالی نے یوسف علیہ السلام کے حوالے سے خبر دی {وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّداً ... } الآية إلى قوله: {إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ} ... بے شک اللہ تعالی غیر محسوس انداز میں چاہتا ہے پس یہ سجدہ جاری ہوا جو ہو گیا

اہل سنت میں ایک رائے یہ ہے کہ سجدہ یوسف کو ہی ہوا اس کی تاویل کرنا صحیح نہیں

مجلة جامعة أم القرى کے مطابق

السجود المذكور في الآية الأولى رؤيا منام، والمذكور في الآية الأخرى هو وقوعها، وأبواه: يعقوب عليه السلام وأم يوسف وقيل بل خالته، وظاهر القرآن أنها أمه (2) ، والذين خروا له سجدا أبواه، وذلك مصداق رؤيا الشمس والقمر، وإخوته الأحد عشر وذلك مصداق رؤيا الأحد عشر كوكبا.

اس آیت میں جو سجدے مذکور ہیں وہ نیند میں دیکھے اور دوسری آیت میں یہ واقعہ ہوئے اور والدین سے مراد یعقوب علیہ السلام اور ام یوسف ہیں اور کہا جاتا ہے انکی خالہ لیکن قرآن کا ظاہر ہے کہ یہ والدہ ہیں اور وہ جو سجدہ میں جھکے وہ والدین ہیں جو سورج و چاند کا مصداق تھے اور ان کے بھائی گیارہ ستارے ہیں

اسی مجلہ کے مطابق

وقد أجمع المفسرون أن سجود أبوي يوسف وإخوته على أي هيئة كان فإنما كان تحية لا عبادة (6) ، والأظهر أنه كان على الوجوه وليس انحناء ولا إيماء لقوله تعالى {وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا} (7) ، قال الجوهري (ت393هـ) : ((وخرَّ لله ساجدا يّخِرُّ خُرُورا أي: سقط)) (8) .

وقيل الضمير في {لَهُ} لله عز وجل وهو قول مردود (1) ، ولا يلتئم مع السياق، ولا يتوافق مع الرؤيا (2) في قوله تعالى: {إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ} (يوسف/4) .

وقال الزمخشري (ت538هـ) : ((وقيل معناه: وخروا لأجل يوسف سجدا لله شكرا وهذا أيضا فيه نَبْوة)) (3) .

وكل هذه التأويلات الضعيفة لأجل الخروج من أن يكون السجود لغير الله، ومن استبان له تاريخ السجود زالت عنه هذه الإشكالات.

مفسرین کا اجماع ہے کہ یوسف کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ تکریم کے تحت تھا نہ کہ عبادت کے لئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ سجدہ چہرے پر تھا اور یہ ذرا جھکنا یا سر ہلانا نہ تھا کہ اللہ تعالی کا قول ہے اس کے لئے سجدے میں جھک گئے اور الجوهري (ت393ھ) نے کہا اور سجدے میں اللہ کے لئے جھک گئے گرے یعنی گر پڑے اور کہا جاتا ہے کہ اس میں {لَهُ} کی ضمیر اللہ تعالی کے لئے ہے اور یہ قول مردود ہے یہ سیاق و سباق سے نہیں ملتا نہ خواب سے موافقت رکھتا ہے کیونکہ اللہ کا قول ہے یوسف نے کہا میں نے دیکھا گیارہ ستارے اور سورج و چاند میرے لئے سجدہ کر رہے ہیں اور الزمخشري (ت538ھ) نے کہا وہ گرے یوسف کی وجہ سے اللہ کو سجدے کرتے ہوئے اور یہ بھی بشارت میں تھا اور یہ تمام تاویلات کمزور ہیں کہ اس سے یہ نکالنا کہ یہ سجدے غیر اللہ کو تھے اور جو تاریخ سے واقف ہو تو یہ تمام اشکالات ختم ہو جاتے ہیں

بحث

سجدہ اللہ تعالی کے لئے ہوا یا یوسف علیہ السلام کو قبلہ مانتے ہوئے ہوا یہ قرآن میں صریحا نہیں آیا اور جو سیاق و سباق ہے اس میں کوئی قرینہ اس تاویل کے لئے نہیں ہے البتہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ مان لیا کہ یہ سجدہ یوسف علیہ السلام کو ہوا تو یہ شرک ہے جس کا صدور انبیاء سے ممکن نہیں ہے – یہ بات درست ہے کہ انبیاء وہ عمل نہیں کرتے جس سے اللہ نے منع کیا ہے لیکن بے ساختہ و بلا ارادہ کسی عمل کا ہو جانا ممکن ہے –

قرآن کے الفاظ وَخَرُّواْ لَهُ سُجَّدًا سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک بے اختیاری فعل تھا کیونکہ سب بلا قیل و قال جھک گئے. یہ سب اللہ کی مشیت کے تحت ہوا کیونکہ یہ خواب کی عملی شکل تھا جو یوسف نے دیکھا اور اس خواب کے حوالے سے وہ خود خلجان میں تھے کہ انہوں نے یہ کیا دیکھا ہے اسی لئے انہوں نے اس کا تذکرہ صرف اپنے والد سے خفیہ کیا. اگر اس زمانے کی شریعت میں اس کی اجازت ہوتی تو پھر یہ کوئی عجیب بات بھی نہیں تھی اور اتنا خفیہ اس کو رکھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی

انبیاء کے خواب: تمثیل یا حقیقی کا فرق

کہا جاتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جو خواب دیکھا وہ تمثیل تھا – سورہ یوسف میں چار خواب بیان ہوئے ہیں ایک نبی کا ہے اور تین غیر نبی پر ہیں یعنی بادشاہ اور دو قیدی – اس میں غیر نبی پر انے والے خواب تمثیل کے انداز کے تھے اوران کی تاویل کوئی نہ کر سکا سوائے یوسف علیہ السلام کے – قرآن و حدیث سے ہمیں معلوم ہے کہ انبیاء پر تمثیلی خواب بھی اتے ہیں اور ایسے بھی جو روز روشن کی طرح عیاں ہوتے ہیں مثلا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں لہذا اس کو اس کے ظاہر پر لیا اور مکہ گئے لیکن حدیبیہ پر کفار نے روک لیا لیکن اللہ نے خبر دی کہ خواب یقینا سچا ہے ان شاء اللہ اپ مسجد الحرام میں داخل ہوں گے- اسی طرح اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ میں لیلہ القدر کی رات کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں اور ایسا ہی ہوا کہ موسلا دھار بارش ہوئی اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ میں سجدہ کیا – اس کے علاوہ سمرہ بن جندب کی روایت کو بھی ظاہر پر علماء نے لیا ہے

کہ عالم البرزخ میں یہ سب اسی طرح قیامت تک ہو گا جس کی آج فرقہ پرست تاویل کرتے ہیں کہ یہ تمثیلی انداز تھا – انبیاء پر خواب تمثیلی بھی ہوتے ہیں جس کی بہت سی مثالیں ہیں لیکن جب بھی تمثیل خواب ہوتا ہے اسی روایت میں اس کی شرح بھی ہوتی ہے لہذا جب خواب بیان ہو اور ساتھ کوئی شرح نہ ہو تو ایسا خواب حقیقی سمجھا جاتا ہے- سورہ یوسف میں بادشاہ خواب دیکھتا ہے اس کے بعد اس کے اس تمثیلی خواب کی فورا تعبیر دی گئی ہے – اسی سورہ میں دو قیدی خواب دیکھتے ہیں اور فورا ان کے تمثیلی خواب کی تاویل دی گئی ہے – لیکن جب یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذکر ہوتا ہے تو دونوں انبیاء یوسف و یعقوب علیھما السلام اس کو فورا تمثیلی قرار نہیں دیتے اس کو اس کے ظاہر پر ہی لیتے ہیں اور چھپا دیتے ہیں – یعقوب علیہ السلام انداز لگا لیتے ہیں کہ یوسف کی توقیر ہو گی اور وہ یوسف کو حکم کرتے ہیں کہ بھائیوں سے اس کا ذکر مت کرنا – یوسف علیہ السلام کے خواب کو تمثیل قرار دینے کا کوئی قرینہ نہیں ملتا

بچھڑے لوگوں کا ملنا

کہا جاتا ہے کہ جب بچھڑے ہوئے لوگ ملتے ہیں تو لوگ اللہ کا شکر کرتے ہیں نہ کہ ایک دوسرے کو سجدہ کریں – یہ بات نہایت سرسری ہے اور کہنے والے کی طفولیت کی نشاندھی کرتی ہے – یوسف علیہ السلام کسی میلہ میں یا بازار میں نہیں کھوئے تھے ان کے بھائیوں نے اقدام قتل کیا تھا – یوسف سے ملنے کی بھائیوں کو کوئی خواہش بھی نہیں تھی یہاں تک کہ ان پر واضح ہوتا ہے جس کو قتل کر دیا تھا وہ تو زندہ نکلا اور اس کے بعد یوسف علیہ السلام کے مقام و مرتبہ نے ان پر ایسی ہیبت طاری کی کہ تمام بھائی ان کے سامنے شرمندگی سے گر پڑے

یہ تفسیر کہ آیت میں له کی ضمیر اللہ کی طرف ہے اہل تشیع میں محمد هادی الهمدانی کتاب مصباح الفقيه میں پیش کرتے ہیں

قيل ان السجود كان لله شكرا له كما يفعل الصالحون عند تجدد النعم والهاء في قوله له عائدة إلى الله فيكونون سجدوا لله وتوجهوا في السجود اليه كما يقال صلى للقبلة

کہا جاتا ہے کہ ان کے سجدے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے تھے جیسا صالحین نعمت ملنے پر کرتے ہیں اور اس آیت میں (له کی الھا) اللہ کی طرف ہے … جیسا کہتے ہیں قبلہ کے لئے نماز پڑھو

یہ قول اوپر پیش کیا گیا ہے کہ اہل سنت میں بھی مقبول رہا ہے لیکن اس قول میں سیاق و سباق نہیں دیکھا گیا کہ یوسف یقینا یعقوب علیہ السلام کے نزدیک بچھڑے ہوئے تھے لیکن بھائیوں کے لئے وہ ایک مردہ شخص تھے جس کو وہ کنواں میں پھینک کر آئے تھے

كتاب الجدول في إعراب القرآن الكريم از محمود بن عبد الرحيم صافي کے مطابق

آیت فَلَمَّا دَخَلُوا عَلى يُوسُفَ آوى إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِنْ شاءَ اللَّهُ آمِنِينَ (99) وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّداً میں له کی ضمیر کی طرف ہے جو آیت ۹۹ میں ہے

و (الهاء) ضمير في محلّ جرّ متعلّق ب (خرّوا) ، (سجّدا) حال منصوبة من فاعل خرّوا

اور (الهاء) ضمیر ہے جو جر کے مقام میں ہے اور یہ متعلق ہے خرّوا سے اور سجدا یہ حال منصوبہ ہے فاعل خروا کا

یعنی یہ ضمیر الله کی طرف نہیں اور سجدا حال ہے

راغب الأصفهانى كتاب المفردات في غريب القرآن میں کہتے ہیں

وقوله: وَخَرُّوا لَهُ سُجَّداً [يوسف/ 100] ، أي: متذلّلين، وقيل: كان السّجود على سبيل الخدمة في ذلك الوقت سائغا

یعنی وہ کم تر ہوئے اور کہا جاتا ہے یہ سجدے (خدام کی طرح) بر سبیل خدمت اس وقت کے اثر کے تحت ہوئے

خر کا مطلب کیا ؟

کہا جاتا ہے کہ قرآن میں ہے کہ انبیاء

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا

جب وہ آیات رحمان کی تلاوت کرتے ہیں گرتے ہیں سجدے میں اور روتے ہیں

کیا جب بھی کسی کے گرنے کا ذکر ہوتا ہے تو کیا وہ عبادت کے تحت ہو رہا ہوتا ہے ؟ جبکہ خر گرنے کا لفظ عام ہے ان آیات میں موجود ہے کہ جب وہ تلاوت کرتے ہیں تو خشوع سے گرتے ہیں جبکہ سورہ یوسف میں بھائیوں پر عبادت والے خشوع کا ذکر نہیں ہے بلکہ شرم و ندامت کا ذکر ہے

قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ (97) قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

انہوں نے کہا اے والد ہمارے لئے مغفرت طلب کریں ہم سے غلطی ہو گئی (یعقوب نےکہا) کہا میں تمہارے لئے استغفار کروں گا اپنے رب سے بے شک وہ غفور و رحیم ہے

قرآن میں داود علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انہوں نے توبہ کی تو

وَخَرَّ رَاكِعًا

اور وہ رکوع میں جھک گئے

یہاں خر کا لفظ ہے اور اس کا مطلب یہاں گرنا نہیں کیا جا سکتا البتہ اس جھکنے میں یک دم پوشیدہ ہے کہ وہ فورا رکوع میں چلے گئے

کتاب الزاھر فی معانی کلمات الناس از أبو بكر محمد بن القاسم الأنباري کے مطابق

قول الله عز وجل (وخروا له سُجَّداً) (82) فيه ثلاثة أقوال (20 ب) أحدهن أن تكون الهاء تعود على الله تعالى فهذا القول لا نظر فيه لأن المعنى خروا لله سجدا وقال آخرون الهاء تعود على يوسف ومعنى السجود التحية كأنه قال وخروا ليوسف سجداً سجود تحية لا سجود عبادة قال أبو بكر سمعت أبا العباس يؤيد هذا القول ويختاره وقال الأخفش معنى الخرور في هذه الآية المرور قال وليس معناه الوقوع والسقوط

اللہ تعالی کا قول (وخروا له سُجَّداً) میں تین اقوال ہیں ایک یہ ہے الھا کی ضمیر اللہ کی طرف ہے تو اس قول میں کوئی نظر نہیں کیونکہ معنی ہوا کہ کہ اللہ کو سجدہ کیا اور دوسروں نے کہا کہ الھا کی ضمیر یوسف کی طرف ہے اور یہ سجدہ تحیت ہے

جیسے کہا جائے کہ یوسف کے لئے سجدہ کیا نہ کہ عبادت کے لئے اور ابو بکر نے ابو العباس سے سنا انہوں نے اس قول کو لیا اور الأخفش نے کہا کہ اس آیت میں الخرور (گرنا) کا مطلب (المرور) گزرنا ہے اور اس کا مطلب گرنا نہیں ہے

الأخفش عربی کے مشہور نحوی ہیں اور ان کے نزدیک اس آیت میں خر کا مطلب گرنا نہیں ہے الأخفش کے الفاظ کا مطلب ہے کہ آیت میں عربی مفہوم ہے کہ وہ اس طرح داخل ہوئے کہ گویا سجدہ ہو

عربی لغت تاج العروس من جواهر القاموس از الزَّبيدي کے مطابق سجد کا ایک مطلب إِذا انْحَنى وتَطَامَنَ إِلى الأَرضِ زمین کی طرف جھکنا بھی ہے – لغت مجمل اللغة لابن فارس کے مطابق وكل ما ذل فقد سجد ہر کوئی جو نیچے آئےاس نے سجد کیا – آیت میں لہذا خر کا لفظ اشارہ کر رہا ہے کہ یہ فعل یک دم ہوا – اس سجدہ کو نماز و عبادت والے سجدہ سے ملانے کی کوئی دلیل نہیں ہے – مفسرین میں سے بعض نے کہا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ سجدہ نماز کے سجدے جیسا نہیں تھا اور صرف ہلکا سا جھکنا تھا تو خر کا لفظ یعنی گرنا یا جھکنا اس کے خلاف ہے- جبکہ یہ بھی زبر دستی ہے خر کا مطلب صرف بے ساختگی کی طرف اشارہ کرتا ہے قرآن میں ہے خر موسی صعقا موسی علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے- موسی جان بوجھ کر نہیں گرے تھے وہ آنا فانا گرے تھے – قرآن میں ہے فَخَرَّ عَلَيْهِمْ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ پس ان پر چھت اوپر سے گری- خر (گرنے) کے مفہوم میں یک دم اور بے ساختگی پوشیدہ ہے

تفسیری اقوال کی صحت

اس حوالے سے کسی صحابی کا کوئی تفسیری قول ثابت نہیں ہے –

الرازي نے اپنی تفسیر میں قول بیان کیا ہے

وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي رِوَايَةِ عَطَاءٍ أَنَّ الْمُرَادَ بِهَذِهِ الْآيَةِ أَنَّهُمْ خَرُّوا لَهُ أَيْ لِأَجْلِ وِجْدَانِهِ سَجَدًا لِلَّهِ تَعَالَى

اور یہ قول ابن عباس کا ہے عَطَاءٍ کا روایت کردہ کہ اس میں گرنے سے مراد ہے کہ ان کو پانے پر الله کا شکر بجا لائے

لیکن باوجود تلاش کے اس کی سند نہیں ملی

تفسیر ابن ابی حاتم میں دوسرا قول قتادہ کا ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، ثنا أَبُو الْجُمَاهِرِ، ثنا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ، ثنا قَتَادَةُ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا وَكَانَ تَحِيَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ السُّجُودُ بِهَا يُحَيِّي بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَأَعْطَى اللَّهُ هَذِهِ الأُمَّةَ السَّلامَ، تَحِيَّةَ أَهْلِ الْجَنَّةِ كَرَامَةً مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً.

اس کے مطابق یہ سجدہ اس دور میں تحیت تھا

تفسیر طبری کے مطابق

حدثني محمد بن سعد، قال: حدثني أبي، قال: حدثني عمي، قال: حدثني أبي، عن أبيه، عن ابن عباس: (وخرُّوا له سجدًا) ، يقول: رفع أبويه على السرير، وسجدا له، وسجد له إخوته.

ابن عباس کا قول ہے کہ سجدہ یوسف کو کیا گیا

اوپر والے یہ تین اقوال ہیں جو ایک ہی سجدے سے متعلق ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ ابتدائی مفسرین بھی اس میں اختلاف کر رہے تھے – واضح رہے کہ ان اقوال کی اسناد بھی مضبوط نہیں ہیں چہ جائیکہ ان کو اصحاب رسول کی تشریحات قرار دیا جائے

لہذا اس سلسلے میں کوئی صحیح السند تفسیری قول نہیں ہے

سجدہ کی کیفیت

قرآن میں اس آیت میں سجدہ کی نوعیت کا علم نہیں دیا گیا کہ یہ چہرہ والا ہی سجدہ ہے یا صرف جھکنا ہے جیسا عموما بادشاہوں اور امراء عجم کے سامنے پیشی پر ہوتا تھا- اس کے علاوہ یہ دعوی کرنا کہ اس دور میں نماز والا سجدہ بادشاہوں کوتمام دنیا میں کیا جاتا تھا بھی بلا دلیل ہے – قرآن میں سجدہ کا لفظ سورج چاند شجر پہاڑ کے لئے بھی آیا ہے جو ہم کو معلوم ہے کہ اس سجدے جیسا نہیں ہے جو ہم نماز میں کرتے ہیں لہذا زبردستی اس آیت میں سجدے کو نماز والا سجدہ کہنا اسراف ہے- عربی میں

سجد زمین کی طرف جھکنے کے لئے ہے اور یہ جھکنا اتنا بھی ہو سکتا ہے جو رکوع جیسا نہ ہو ایسا آج کل بھی جاپان میں معروف ہے جو ان کا سلام کا طریقه ہے – کہا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے اتے ہیں تو ان کو سلام کرتے ہیں نہ کہ اس طرح جھکتے ہیں- ابراہیم علیہ السلام نے وہ کیا جو الله کی طرف سے ان کو حکم تھا اگر یوسف علیہ السلام کی ملاقات یعقوب علیہ السلام سے کنعان میں ہوتی تو وہ بھی ایک دوسرے کو سلام ہی کرتے لیکن جب ان کے بھائی مصر کے دربار میں پہنچے تو یوسف کے بھائی شرم و ندامت سے جھک گئے اور اس طرح وہ خواب حق ہو گیا جو دیکھا تھا – یہ سجدہ تعظیمی نہ تھا یہ صرف زمین کی طرف جھکنا تھا جس کو الانحناء بھی کہا جاتا ہے

یوسف علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو فرمایا

وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ

اے باپ یہ میرے پچھلے خواب کی تاویل تھی (آج) میرے رب نے اس کو حق کر دیا

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ سجدہ کی یہ کیفیت الله کے شکر و سپاس کے تحت نہیں ہوئی بلکہ شرم و ندامت کے تحت بھائیوں کا جھکنا ہوا اور چونکہ وہ سب بڑے بھائی تھے ان تمام کا ایک ساتھ یوسف کے سامنے جھکنا ممکنات میں سے نہ تھا -یوسف علیہ السلام کو الله تعالی تاویل خواب کا علم بہت پہلے دے چکے تھے لہذا یوسف جان چکے تھے کہ ان کے خواب کا کیا مطلب ہے اور آگے کیا ہو گا لیکن صرف منتظر تھے کہ ایسا کب ہوتا ہے

رسول اللہ آیات بھول جاتے تھے؟

صحيح البخاري: كِتَابُ فَضَائِلِ القُرْآنِ (بَابُ اسْتِذْكَارِ القُرْآنِ وَتَعَاهُدِهِ) صحیح بخاری: کتاب: قرآن کے فضائل کا بیان (باب: قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھتے اور یاد کرتے رہنا)

5032

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنْ النَّعَمِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ مِثْلَهُ تَابَعَهُ بِشْرٌ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ وَتَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ شَقِيقٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا ، ان سے منصور نے ، ان سے ابو وائل نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت برا ہے کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ یوں (کہنا چاہیے) کہ مجھے بھلادیا گیا اور قرآن مجید کا پڑھنا جاری رکھو کیونکہ انسانوں کے دلوں سے دور ہوجانے میں وہ اونٹ کے بھاگنے سے بھی بڑھ کر ہے ۔ ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا ، کہا ہم سے جریر بن عبد الحمید نے ، اوران سے منصور بن معتمر نے پچھلی حدیث کی طرح ۔ محمد بن عرعرہ کے ساتھ اس کو بشر بن عبد اللہ نے بھی عبد اللہ بن مبارک سے ، انہوں نے شعبہ سے روایت کیا ہے اور محمد بن عرعرہ کے ساتھ اس کو ابن جریج نے بھی عبد ہ سے ، انہوں نے شقیق بن مسلمہ سے ، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے ایسا ہی روایت کیا ہے ۔

بھول جانا انبیاء کی بشریت ہے مثلا موسی مچھلی کو بھول گئے جب خضر سے ملاقات کرنے نکلے

فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ} [الكهف]

مچھلی کو تو میں بھول ہی گیا اور اس کو شیطان نے ہی بھلایا ہے

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ نے فرمایا

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي

بے شک میں تمہارے جیسا بشر ہوں ، بھول جاتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو ، جب میں بھولوں تو یاد دلا دو

اگر اس روایت میں صرف بھولنے کا ذکر ہوتا تو مسئلہ نہیں تھا لیکن اس میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوحی کی وہ آیات بھول گئے جو اصحاب رسول قرات کرتے رہے یہاں تک کہ اپ نے جب سنا تو خوش ہوئے اور ان صحابی کو دعا دی -

یہ متن منکر ہے -

اس روایت کی اسنادی علت

ہشام بن عروہ کی روایت کوفہ عراق والوں نے لی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیات بھول جاتے تھےاس روایت کو ہشام سے ان لوگوں نے لیا ہے

أَبُو الصَّلْت زَائِدَة بن قدامَة الثَّقَفِيّ الكوفى - عِيسَى بن يُونُس بن أَبِي إِسْحَاق عَمْرو السبيعِي الْهَمدَانِي الْكُوفِي - أبو أسامة حماد بن أسامة الكوفى - أبو الحسن على بن مسهر القرشى الكوفى - أبو محمد عبدة بن سليمان الكلابى الكوفى - أبو سفيان وكيع بن الجراح بن مليح الكوفى - أَبُو مُعَاوِيَة مُحَمَّد بن حَازِم الضَّرِير التَّمِيمِي السَّعْدِيّ الْكُوفِي - ابُو هِشَامٍ عَبْدُ اللهِ بنُ نُمَيْرٍ أ الهَمْدَانِيُّ الكوفى

عراق میں ہشام نے بعض روایات بیان کیں جن پر امام مالک کو بھی اعتراض رہا اگرچہ معلوم نہیں ان میں کون کون سی روایات تھیں

تعداد آیات

روایت کے الفاظ ہیں يرحمه الله لقد اذكرني كذا وكذا آية كنت انسيتها من سورة كذا وكذا

اللہ اس پر رحم کرے اس نے یاد کرا دیں وہ اور وہ آیات جن کو میں بھول گیا تھا اس اس سورت میں سے

المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم میں أبو العبَّاس لکھتے ہیں

قال ابن السيِّد البطليوسي : كذا وكذا : كناية عن الأعداد المعطوف بعضها على بعض ؛ من أحد وعشرين إلى تسعة وتسعين

ابن السيِّد البطليوسي نے کہا كذا وكذا یہ کنایہ ہے اعداد کی طرف گیارہ سے لے کر ننانوے تک

مزید لکھا

وإذا قال : له عندي كذا كذا درهمًا ؛ فهي كناية عن الأعداد ؛ من أحد عشر إلى تسعة عشر ، هذا اتفاق من الكوفيين والبصريين . وقال الكوفيون خاصة

اگر کہے میرے پاس كذا كذا درہم ہیں تو یہ اعداد پر کنایہ ہے اس میں گیارہ سے لے کر انیس تک ہے اس پر کوفیوں بصریوں کا اتفاق ہے اور یہ کہا ہے خاص کر کوفیوں نے

مزید کہا

فيكون قوله ـ صلى الله عليه وسلم ـ : ((كذا وكذا آية)) ؛ [أنه] أقل ما يحمل عليه إحدى وعشرون

رسول اللہ کا کہنا كذا وكذا آية تو یہ کم از کم گیارہ آیات تھیں-

عربی ادب کی اس بحث کا حاصل یہ ہوا کہ روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم از کم گیارہ آیات بھول گئے تھے اور یہ روایت کوفیوں کی بیان کردہ ہے

انبیاء کا الوحی الہی کو بھول جانا

قَاضِی عِیَاض صحیح مسلم کی شرح میں کہتے ہیں

يجوز على النبى – عليه السلام – من النسيان

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ بھول جائیں

اس کی مثال قَاضِی عِیَاض نے دی کہ نماز میں بھول گئے پھر سجدہ سہو کیا-قاضی کے مطابق صوفیاء اورالْأُصُولِيِّينَ میں أَبَا المظفر الاسفرايني کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھول و نسیان کو منسوب نہیں کیا جا سکتا – ابن حجر نے فتح الباری میں اس رائے کو قَوْلٌ ضَعِيفٌ قرار دیا ہے

بدر الدين العينى نے عمدة القاري شرح صحيح البخاري میں لکھا ہے

قيل: كَيفَ جَازَ نِسْيَان الْقُرْآن عَلَيْهِ. وَأجِيب: بِأَن النسْيَان لَيْسَ بِاخْتِيَارِهِ.

کہا جاتا ہے : کیسے جائز ہے قرآن میں بھول جانا ؟ اور جواب دیا گیا : کہ بھول جانے پر اختیار نہیں ہوتا

راقم کہتا ہے یہاں معاملہ الوحی کے بھول جانے کا ہے جو معمولی بات نہیں ہے – الوحی تو قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی ہے جس کو صرف اللہ ہی بھلا سکتا ہے

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى إِلَّا مَا شَاءَ الله

ہم اپ پر پڑھیں گے تو اپ بھول نہ سکیں گے سوائے وہ جو اللہ چاہےالأعلى

اللہ چاہے تو اپنے نبی کو آیات بھلا سکتا ہے لیکن اس آیت کا اس حدیث سے کیا جوڑ ہے ؟ اللہ جو آیات بھلا دیتا ہے وہ آیات وہ ہیں جو منسوخ کی گئی ہیں اور اس کے بدلے اس جیسی یا اس سے بہتر آیات دی گئی ہیں-

شارحین کی اس روایت پر نکتہ سنجی ہے کہ یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان بوجھ کر نہیں نسیان کی وجہ سے بھولے ایسا متعدد نے کہا مثلافتح المنعم شرح صحيح مسلم المؤلف: الأستاذ الدكتور موسى شاهين لاشين: كنت أسقطتها من سورة كذا أي كنت أسقطتها نسيانًا لا عمدًا،

صحیح بخاری میں ہے

حَدَّثَنا بِشْرُ بْنُ آدَمَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِئًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فِي المَسْجِدِ، فَقَالَ: «يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا

االلہ رحم کرے اس پر اس نے یاد دلا دیں وہ اور وہ آیات جو اس سورہ میں اور اس سورہ میں سے گر گئیں تھیں

گر گئیں یعنی منسوخ ہو گئیں تھیں – اگرچہ اس صریح بات کو تمام شارحین نے منسوخ آیات یا قرات قرار نہیں دیا ہے البتہ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح میں ملا علی القاری نے کہا

وَيَكُونُ مَعْنَى قَوْلِهِ نَسِيَ، أَيْ نُسِخَتْ تِلَاوَتُهُ

اور ممکن ہے کہ قول نبوی میں بھول گیا یعنی ان کی تلاوت منسوخ ہوئی تھا

رسول الله صلی الله علیہ وسلم کو بعض آیات بھلا دی گئیں اس کا مطلب ہے کہ اس کے جیسی دوسری آیت دی یا حکم منسوخ ہوا

بعض آیات ہیں جن کی قرات منسوخ ہوئی اور حکم باقی رہا مثلا رجم-بعض آیات ہیں جن کا حکم منسوخ ہوا اور قرآن میں موجود ہیں مثلا روزے کی چند آیات

رسول الله صلی الله علیہ وسلم کا فرمان کہ ان صحابی نے گر جانے والی آیات کی قرات کی سے معلوم ہوا کہ یہ شخص جس کا قرآن رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے سنا اس کی قرات باطل تھی کیونکہ وہ منسوخ آیات کی قرات کر رہا تھا جو رسول الله بھول چکے تھے – اس شخص کو اصلاح کی ضرورت تھی – اس کو خبر کی جاتی کہ تو منسوخ آیات کی قرات کیوں کر رہا ہے ؟ لیکن ایسا روایت میں بیان نہیں ہوا کہ رسول الله نے اس کو طلب کر کے نئی آیات قرات کرنے کا حکم دیا یا خبر دی ہو کہ یہ قرات اب منسوخ ہوئی –

دوسری طرف اگر یہ وہ آیات تھیں جن کا حکم منسوخ ہوا لیکن قرات باقی رہی تو ایسا ممکن نہیں کہ یہ آیات رسول الله صلی الله علیہ وسلم کو بھلا دی گئی ہوں

ابن حجر نے فتح الباری میں کہا لَمْ أَقِفْ عَلَى تَعْيِينِ الْآيَاتِ الْمَذْكُورَةِ کون سی آیات تھیں ان کا تَعْيِينِ نہیں ہو سکا

اس روایت کی تہہ میں عجیب بات ہے جو غور کرے اس پر اس کی نکارت ظاہر ہو سکتی ہے

رسول اللہ ﷺ کا طلاق دینا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کو طلاق نہیں دی –

صحیح بخاری کی روایت ہے

عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ ـ رضى الله عنه ـ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى انْطَلَقْنَا إِلَى حَائِطٍ يُقَالُ لَهُ الشَّوْطُ، حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى حَائِطَيْنِ فَجَلَسْنَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم " اجْلِسُوا هَا هُنَا ". وَدَخَلَ وَقَدْ أُتِيَ بِالْجَوْنِيَّةِ، فَأُنْزِلَتْ فِي بَيْتٍ فِي نَخْلٍ فِي بَيْتٍ أُمَيْمَةُ بِنْتُ النُّعْمَانِ بْنِ شَرَاحِيلَ وَمَعَهَا دَايَتُهَا حَاضِنَةٌ لَهَا، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " هَبِي نَفْسَكِ لِي ". قَالَتْ وَهَلْ تَهَبُ الْمَلِكَةُ نَفْسَهَا لِلسُّوقَةِ. قَالَ فَأَهْوَى بِيَدِهِ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهَا لِتَسْكُنَ فَقَالَتْ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ. فَقَالَ " قَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ ". ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا، فَقَالَ " يَا أَبَا أُسَيْدٍ اكْسُهَا رَازِقِيَّتَيْنِ وَأَلْحِقْهَا بِأَهْلِهَا

حمزہ بن ابی اسید نے اور ان سے ابواسید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے اور ایک باغ میں پہنچے جس کا نام " شوط " تھا ۔ جب وہاں جا کر اور باغوں کے درمیان پہنچے تو بیٹھ گئے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ یہیں بیٹھو ، پھر باغ میں گئے ، جو نیہ لائی جا چکی تھیں اور انہیں کھجور کے ایک گھر میں اتارا جو امیمہ بنت نعمان بن شراحیل کا گھر تھا ۔ ان کے ساتھ ایک دایہ بھی ان کی دیکھ بھال کے لیے تھی ۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تو فرمایا کہ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے ۔ اس نے کہا کیا کوئی شہزادی کسی عام آدمی کے لیے اپنے آپ کو حوالہ کر سکتی ہے ؟ بیان کیا کہ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شفقت کا ہاتھ ان کی طرف بڑھا کر اس کے سر پر رکھا تو اس نے کہا کہ میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، تم نے اسی سے پناہ مانگی جس سے پناہ مانگی جاتی ہے ۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا ، ابواسید ! اسے دو رازقیہ کپڑے پہنا کر اسے اس کے گھر پہنچا آؤ

راقم کہتا ہے یہ پورا واقعہ معمہ ہے - میں ابھی تک یہ نہیں جان سکا کہ اس قصہ کو گھڑنے کی وجہ کیا ہے ؟ اس روایت کا کوئی سیاسی مقصد تھا جو معلوم نہیں ہوا-

جونیہ کو امیمہ کے گھر میں رکھا گیا – ایک اور روایت کے مطابق امیمہ سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا پھر اس کو بھی طلاق دے دی- پھر قتلہ سے نکاح کیا جو مرتد ہو گئی - یاللعجب

ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں

جب اسماء بنت نعمان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کی پناہ مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ سے باہر آگئے تب اشعث بن قیس نے کہا کہ آپ غمگین نہ ہوں میں آپ کا نکاح اس سے نہ کردوں جو اس سے حسب نسب میں کم نہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کون اس نے کہا میری بہن قتیلہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نکاح کرلیا۔ پھر اشعث یمن اسے لینے گئے اور یمن سے آگے بڑھے تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی تو یہ دونوں بہن بہائی مرتد ہوگئے۔ پھر قتیلہ نے اور نکاح کرلیا کیوں کہ مرتد ہونے کے ساتھ اس کا نکاح ٹوٹ گیا تھا اور پھر مکشوع مرادی نے ان سے نکاح کیا۔

آگے لکھتے ہیں کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے تو قبیلہ کندہ کی ایک عورت قتیلہ کے مالک ہوئے تھے لیکن وہ اپنی قوم کے ساتھ مرتد ہوگئی تھی پھر بعد میں اس سے عکرمہ نے نکاح کرلیا یہ بات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو گراں گزری لیکن عمر نے انہیں کہا کہ یہ عورت امہات میں سے نہیں ہے نہ آپ نے اس کو اختیار دیا نہ ہی اس کو پردہ کرایا اور اللہ تعالی نے آپ کو اس سے بری کردیا ہے کیوں کہ وہ مرتد ہوگئی ہے،

راقم کہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی الجونية نامی عورت سے شادی کی اور وہ اس نے اللہ کی پناہ مانگی - یہ واقعہ صحیح بخاری میں ہے اور کتب حدیث میں اس کی سند میں حَمْزَةُ بْنُ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكُ بْنُ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيُّ الْمَدَنِيُّ کا تفرد

ہے - یہ قلیل حدیث ہے اور متقدمین میں اس کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی

راقم اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتا معلوم نہیں کہ امام بخاری نے یہ حدیث کس بنا پر لکھی ہے کیونکہ انہوں نے خود تاریخ الکبیر میں اس کی توثیق نہیں کی -   اس کی دوسری سند میں عَبَّاسُ بنُ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ الأَنْصَارِيُّ ہے – یہ ثقہ ہیں- لیکن اس خبر کا انفراد ایسا ہے کہ یہ امہات المومنین ہی بیان کریں تو صحیح سمجھی جا سکتی ہے

بعض روایات میں نام   أميمة بنت النعمان بن شراحيل لیا گیا ہے

اس کے لئے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ عائشہ رضی الله عنہا نے بھی یہ بیان کیا - کتاب معرفة الصحابة لابن منده میں اس کی سند ہے

أخبرنا أبو عمرو أحمد بن محمد بن إبراهيم، حدثنا محمد بن علي بن راشد الطبري، حدثنا يحيى بن عبد الله بن الضحاك، عن الأوزاعي، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة: أن الجونية لما أتي بها النبي صلى الله عليه وسلم قالت: أعوذ بالله منك، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لقد عذت بمعاذ، الحقي بأهلك.

لیکن اس میں يحيى بن عبد الله بن الضحاك ہے جو ضعیف ہے

کتاب : الْمُخْتَصَرُ النَّصِيحُ فِي تَهْذِيبِ الْكِتَابِ الْجَامِعِ الْصَّحِيحِ از المهلب میں اس کی سند ہے

وَنَا الْحُمَيْدِيُّ, نَا الْوَلِيدُ, نَا الأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ: أَيُّ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَاذَتْ مِنْهُ؟ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ, عَنْ عَائِشَةَ, أَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَى رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَنَا مِنْهَا, قَالَتْ: أَعُوذُ بِالله مِنْكَ, فَقَالَ لَهَا: «لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِيمٍ الْحَقِي بِأَهْلِكِ».

اس میں الولید بن مسلم ہے جس کا الأَوْزَاعِيُّ سے سماع پر محدثین کو اعتراض ہے

کیا زبردستی شادی ہو سکتی ہے ؟ جو عورت رسول الله سے شادی نہ کرنا چاہتی ہو ممکن نہیں کہ نبی صلی الله علیہ وسلم اس سے شادی کرتے- مورخین کے بقول

وَكَانَ تَزَوُّجُهُ إِيَّاهَا فِي شَهْرِ رَبِيعٍ الأَوَّلِ سَنَةَ تِسْعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ

یہ واقعہ سنن ۹ ہجری کا کہا جاتا ہے

جبکہ سن ۳ ہجری کی سورہ الاحزاب میں ہے

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَبَنٰتِ عَمِّکَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِکَ وَبَنٰتِ خَالِکَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِکَ الّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَکَ وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَھَا خَالِصَۃً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْھِمْ فِیْٓ اَزْوَاجِھِمْ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَیْکَ حَرَجٌ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا. تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْھُنَّ وَتُءْوِیْٓ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکَ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُھُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَآ اٰتَیْتَھُنَّ کُلُّھُنَّ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا. لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْم بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِھِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُھُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا. (الاحزاب۳۳: ۵۰۔۵۲)

’’اے پیغمبر(صلی اللہ علیہ وسلم)، ہم نے تمھاری وہ بیویاں تمھارے لیے جائز ٹھہرائی ہیں جن کے مہر تم ادا کرچکے ہو اور (اسی طرح)وہ (خاندانی) عورتیں جو (تمھارے کسی جنگی اقدام کے نتیجے میں) اللہ تمھارے قبضے میں لے آئے اور تمھاری وہ چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں جنھوں نے تمھارے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مسلمان عورت جواپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کردے، اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ حکم دوسرے مسلمانوں سے الگ صرف آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے خاص ہے۔ ہم کو معلوم ہے جو کچھ ہم نے ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے معاملے میں ان پر فرض کیا ہے۔(اس لیے خاص ہے)کہ اپنی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں) تم پر کوئی تنگی نہ رہے۔ اور (اگر کوئی کوتاہی ہو تو)اللہ بخشنے والا ہے، اس کی شفقت ابدی ہے۔ تمھیں اختیار ہے کہ ان میں سے جسے چاہو، الگ رکھو اور جسے چاہو، ساتھ رکھو، اور جسے چاہو الگ رکھنے کے بعد اپنے پاس بلا لو۔ اس معاملے میں تم پر کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ وضاحت اس کے زیادہ قرین ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ رنجیدہ نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی تم ان سب کو دو گے، اس پر راضی رہیں گی۔ اور اللہ جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے۔ ان کے علاوہ کوئی عورت تمھارے لیے جائز نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں لے آؤ ، اگرچہ وہ تمھیں کتنی ہی پسند ہوں۔ لونڈیاں البتہ (اس کے بعد بھی) جائز ہیں اور (یہ حقیقت ہے کہ)اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھے ہوئے۔‘‘

آیات میں موجود ہے

ان کے علاوہ کوئی عورت تمھارے لیے جائز نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں لے آؤ

سن ۷ هجري مین المقوقس حاکم مصر نے ماریہ قبطیہ اپ صلی الله علیہ وسلم کو تحفہ میں دیں اپ نے ان کو لونڈی بنا لیا بیوی نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے اس وقت یہ مزید نکاح کی پابندی آ چکی تھی اس بنا پر راقم سمجھتا ہے کہ یہ قصہ قتیلہ جو واقدی اور ہشام نے بیان کیا گھڑا ہوا ہے

جونیہ اور امیمہ بنت نعمان بھی مجہول خواتین ہیں جن کو معلوم بھی نہیں تھا کہ نبی صلی الله علیہ وسلم کون ہیں – یہ روایات کسی صورت صحیح نہیں لگتیں-

توریت

کیا اسلام میں توریت پڑھنا حرام ہے

جواب

مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكُتُبِ، فَقَرَأَهُ عَلَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ وَقَالَ: «أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى كَانَ حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ اپنے ہاتھوں میں اہل کتاب کی کوئی تحریر لے کر آئے ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو پڑھا اپ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ اے ابن الخطاب! کیا تم لوگوں کو تردد اور اضطراب میں ڈالنا چاہتے ہو ۔ وہ ذات جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک میں ایک پاکیزہ چمکدارشریعت تمہارے لئے لایا ہوں تم ان سے سوال نہ کرو جس کی وہ تمہیں سچی خبردیں پھر تم تکذیب کرو یا باطل کہیں اور تم تصدیق کر بیٹھو. وہ ذات جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرتے تو تم ضرور گمراہ ہوجاتے۔

شعيب الأرناؤوط کہتے ہیں إسناده ضعيف اسکی اسناد ضعیف ہیں

یہ روایت متن کی تبدیلی کے ساتھ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَابِتٍ سے بھی مروی ہے سند ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَابِتٍ

سنن دارمی کے مطابق یہ کتاب جو عمر رضی اللہ تعالی عنہ پڑھ رہے تھے التَّوْرَاةِ تھی سند ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ الله عَنْهُ

مسند احمد کے علاوہ بَيْهَقِيُّ كِتَابِ شُعَبِ الْإِيمَانِ میں اس کو مجالد کی سند سے نقل کرتے ہیں

مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح میں مبارکبوری لکھتے ہیں

فقد روي نحو عن ابن عباس عند أحمد وابن ماجه، وعن جابر عند ابن حبان، وعن عبد الله بن ثابت عند أحمد وابن سعد والحاكم في الكنى، والطبراني في الكبير، والبيهقي في شعب الإيمان

پس اسی طرح ابن عباس کی سند سے احمد اور ابن ماجہ نے اور جابر کی سند سے ابن حبان نے اور عبد الله بن ثابت سے احمد اور ابن سعد نے اور الحاکم نے لکنی میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الإيمان میں روایت کیا ہے

اس روایت کی تمام اسناد میں راوی مُجَالِدُ بنُ سَعِيْدِ بنِ عُمَيْرِ بنِ بِسْطَامَ الهَمْدَانِيُّ المتوفی ١٤٤ ھ کا تفرد ہے

أَبُو حَاتِمٍ کہتے ہیں لاَ يُحْتَجُّ بِهِ اس سے دلیل نہ لی جائے

ابْنُ عَدِيٍّ کہتے ہیں اس کی حدیث: لَهُ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ أَحَادِيْثُ صَالِحَةٌ صالح ہیں

أَبُو سَعِيْدٍ الأَشَجُّ اس کو شِيْعِيٌّ یعنی شیعہ کہتے ہیں

الميموني کہتے ہیں ابو عبدللہ کہتے ہیں

قال أبو عبد الله: مجالد عن الشعبي وغيره، ضعيف الحديث. «سؤالاته» احمد کہتے ہیں مجالد کی الشعبي سے روایت ضعیف ہے

ابن سعد کہتے ہیں كان ضعيفا في الحديث، حدیث میں ضعیف ہے

المجروحین میں ابن حبان کہتے ہیں كان رديء الحفظ يقلب الأسانيد ويرفع، ردی حافظہ اور اسناد تبدیل کرنا اور انکو اونچا کرنا کام تھا

ابن حبان نے صحیح میں اس سے کوئی روایت نہیں لی

ابن حبان المجروحین میں لکھتے ہیں کہ امام الشافعی نے کہا

وَالْحَدِيثُ عَنْ مُجَالِدٍ يُجَالِدُ الْحَدِيثَ

اور مجالد   يُجَالِدُ الْحَدِيثَ ہے

ابن حبان راوی مجالد بن سعید کی ایک مخدوش روایت المجروحین میں نقل کرتے ہیں

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ رَوَى مُجَالِدٌ عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَرَوْنَ أَعْلَى عِلِّيِّينَ كَمَا تَرَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ فِي السَّمَاءِ

ابی سعید الخدری رضی الله تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی الله علیہ وسلم نے فرماتا کہ بے شک اہل جنت أَعْلَى عِلِّيِّينَ کو ایسے دیکھتے ہیں جسے آسمان میں تارہ

محدثین کے نزدیک اس مجروح روایت کو دلیل بناتے ہوئے ابو جابر دامانوی نے دین الخالص قسط اول میں لکھا تھا

سلف صالحین نے علیین اور سجین کو اعمال ناموں کے دفتر کے علاوہ روحوں کامسکن کہا ہےتوانکی یہ بات بالکل بے بنیاد نہیں

قارئین جس روایت کو محدثین راوی پر جرح میں پیش کر رہے ہیں فرقہ اہل حدیث اس کو دلیل میں پیش کر رہا ہے کیسا تضاد ہے. یہ ایک اعتراض تھا

مجالد کی کوئی روایت صحیح ابن حبان میں نہیں

بحر الحال مجالد کو دارقطنی لیس بثقة   ثقه نہیں کہتے ہیں

بخاری تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں

كَانَ يَحيى القَطّان يُضَعِّفُهُ. يَحيى القَطّان اسکی تضعیف کرتے تھے

وكَانَ ابْن مَهديّ لا يروي عنه. ابْن مَهديّ اس سے روایت نہیں کرتے تھے

ابن حجر کہتے ہیں

لیس بالقوی و قد تغیر فی آخر عمرہ

قوی نہیں اور آخری عمر میں تغیر ہو گیا تھا

نسائی کہتے ہیں ثقہ ہے اور لیس بالقوی قوی نہیں بھی کہتے ہیں

امام مسلم نے صحیح میں الشّعبِيّ کی سند سے الطَّلَاق میں صرف ایک روایت نقل کی ہے. امام مسلم نے اس کی سند اس طرح پیش کی ہے

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ، وَحُصَيْنٌ، وَمُغِيرَةُ، وَأَشْعَثُ، وَمُجَالِدٌ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، وَدَاوُدُ، كُلُّهُمْ عَنِ الشَّعْبِيِّ،

یعنی سات راویوں بشمول مُجَالِدٌ نے طلاق کی ایک روایت الشَّعْبِيِّ سے نقل کی ہے

بس صرف یہی روایت ہے جس پر اس کو صحیح مسلم کا راوی گردانا جاتا ہے

حیرت ہے کہ عرب علماء میں شعيب الأرناؤوط کے علاوہ عصر حاضر میں کوئی اس روایت کو ضعیف نہیں کہتا بلکہ سب شوق سے اس کو فتووں میں لکھتے ہیں

اس بحث کا لب لباب ہے کہ مجالد کی کتب سماوی کے بارے میں روایت منکر ہے

بخاری کی روایت ہے کہ ابن عبّاس کہتے ہیں

يا معشر المسلمين، كيف تسألون أهل الكتاب عن شيء، وكتابكم الذي أنزل الله على نبيكم صلى الله عليه وسلم أحدث الأخبار بالله، محضا لم يشب، وقد حدثكم الله: أن أهل الكتاب قد بدلوا من كتب الله وغيروا، فكتبوا بأيديهم الكتب، قالوا: هو من عند الله ليشتروا بذلك ثمنا قليلا، أولا ينهاكم ما جاءكم من العلم عن مسألتهم؟ فلا والله، ما رأينا رجلا منهم يسألكم عن الذي أنزل عليكم

اے مسلمانوں تم اہل کتاب سے کیسے سوال کر لیتے ہو ان چیزوں پر ان کا ذکر الله نے اس کتاب میں کیا ہے جو اس نے اپنے نبی صلی الله علیہ وسلم پر نازل کی ہے ... اور اللہ نے تم کو بتا دیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب بدلی اور اپنے ہاتھ سے لکھا اور کہا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے اس کو جو ان کے پاس ہے اس کو قلیل قیمت پر بیچ دیا- میں تم کو کیوں نہ منع کروں ان مسائل میں ان سے سوال کرنے سے جن کا علم تم کو آ چکا ہے- اللہ کی قسم میں نہیں دیکھتا کہ وہ تم سے سوال کرتے ہو جو تم پر نازل ہوا ہے

ابن عبّاس کی بات سے ظاہر ہے کہ یہ ان نو مسلموں کے لئے ہے جن کی تربیت رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے نہیں کی تھی اور وہ یہود و نصاری سے ان مسائل میں سوال کر رہے تھے جن کی وضاحت قران میں کی جا چکی ہے – ان میں کعب الاحبار تھے جو عمر کے دور میں ایمان لائے لیکن ابن عباس ان کے بیٹے نوف البکالی کو ابن عباس کذاب کہتے تھے

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورة العنكبوت آیت ٥١ میں فرمایا ہے کہ

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ

ان کو کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ان پر پڑھی جاتی ہے

لیکن اس آیت کی یہ تفسیر نہیں ابن کثیر مقدمہ میں لکھتے ہیں

وَمَعْنَى ذَلِكَ: أو لم يَكْفِهِمْ آيَةٌ دَالَّةٌ عَلَى صِدْقِكَ إِنْزَالُنَا الْقُرْآنَ عَلَيْكَ وَأَنْتَ رَجُلٌ أُمِّيٌّ

اور اس کا معنی ہے أو لم يَكْفِهِمْ آيَةٌ دال ہے کہ قرآن الله نے نازل کیا ہے اور اپ ایک امی رسول ہیں

قرآن میں النَّحْلِ ٤٣ یہ بھی ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

اور ہم نے اپ سے پہلے جن رسولوں کو بھیجا وہ سب مرد تھے ہم ان پر وحی کرتے تھے پس اہل ذکر سے پوچھ لو اگرتم (لوگوں) کو معلوم نہیں ہے

عربوں کو کہا جا رہا ہے کہ اہل کتاب سے پوچھ لو یہی تفسیر ابن عباس سے نقل کی گئی ہے.
تفسیر ابن کثیر کے مطابق مُجَاهِدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ الْمُرَادَ بِأَهْلِ الذِّكْرِ: أَهْلُ الْكِتَابِ

تفسیر ابن ابی حاتم ج ٧ ص ٢٨٨٤ کے مطابق

يَعْنِي فاسألوا أَهْل الذكر والكتب الماضية

پس اہل کتاب سے پوچھو اور کتب ماضی سے رجوع کرو

عَنْ ابْنِ عباس فسئلوا أَهْل الذِّكْرِ يَعْنِي مشركِي قريش، إِنَّ محمدًا رسول الله فِي التوراة والإنجيل

سعید بن جبیر کہتے ہیں یہ عبدللہ بن سلام اور اہل توریت کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے

عن سعيد بن جبير فِي قوله: فسئلوا أَهْل الذِّكْرِ قَالَ: نَزَلَتْ فِي عَبْد اللَّهِ بْنِ سَلامٍ ونفر مِنَ اهْل التوراة

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک اور روایت ہے جو بخاری روایت کرتے

اہل کتاب (یہودی) تورات کو خود عبرانی زبان میں پڑھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے اس کی تفسیر عربی میں کرتے ہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تم تکذیب کرو بلکہ یہ کہا کرو : آمنا بالله وما أنزل إليناہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی صحیح بخاري

اب ان کتب کا تمام زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے لہذا یہ مسئلہ نہیں ہو گا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عبرانی سیکھ لی تھی جس کا مقصد خط و کتابت تھا

بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے

بلغوا عني ولو آية، وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج، ومن كذب علي متعمدا، فليتبوأ مقعده من النار

پہنچاؤ میری جانب سے خواہ ایک آیت ہی ہو اور روایت کرو بنی اسرائیل سے اس میں کوئی حرج نہیں اور جس کسی نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

صحيح بخاري ، كتاب احاديث الانبياء ، باب : ما ذكر عن بني اسرائيل

اسرائیلیات اورسابقہ کتب سماوی میں فرق رکھنا ضروری ہے ان دونوں میں وہ چیزیں جو قرآن و حدیث سے متفق ہوں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن ان کا مقصد احقاق حق اور تبین ہو تو کوئی حرج نہیں ہے ،قرآن میں خود کئی جگہ توریت و انجیل کا حوالہ دیا گیا ہے

ایک صاحب کا کہنا ہے اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ہی کتاب نازل کی ہے
جو قرآن ہے اور توریت، زبور، انجیل اسی کتاب کے صفاتی نام ہیں
جواب

بھائی یہ کسی جاہل کی بات ہے

الله تعالی نے قرآن میں سورہ الاعلی فرمایا
إن هذا لفي الصحف الأولى صحف إبراهيم وموسى
یہ پچھلے صحف میں بھی تھا موسی و ابراہیم کے مصحف میں

اسی طرح کہا
وآتينا داود زبورا
اور داود کو زبور دی
النساء ١٦٣ میں

(و كتبنا له فى الألواح من كل شىء موعظة
اور ہم نے موسی کے لئے الواح پر نصحت کی ہر چیز لکھ دی
الاعراف آیت ١٤٥ میں

توریت الله تعالی نے اپنی قدرت سے لکھی کہ کلام الہی کے الفاظ الواح پر ظاہر ہوتے گئے اس میں کسی فرشتہ کا ذکر نہیں ملتا کہ اس نے لکھا

پھر قرآن عربی میں ہے اور انبیاء میں عربی بولنے والے صرف رسول الله صلی الله علیہ وسلم کا ہمیں علم ہے باقی کی زبان بھی الگ ہیں

توریت کے تین حکم

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مد مقابل ٹھیٹھ مولوی تھے جنہوں نے دین کو پیشہ بنا رکھا تھا اور کتاب اللہ یعنی توریت کو چھپایا جاتا اور اس کے مقابلے پر اپنا مسلک و روایت پیش کی جاتی - مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاکم تھے اور کئی موقعوں پر آپ نے یہود کو دین کی طرف بلایا اور صحیح بخاری کے مطابق ان کے مدارس بھی گئے

صحیح بخاری کی حدیث ہے

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي المَسْجِدِ، خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ»، فَخَرَجْنَا حَتَّى جِئْنَا بَيْتَ المِدْرَاسِ فَقَالَ: أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الأَرْضَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم مسجد میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور کہا یہود کی طرف چلو پس ہم نکلے یہاں تک کہ بیت المدارس پہنچے پس آپ نے فرمایا اسلام قبول کرو امان ملے گا اور جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے

ہمارے راویات پسند علماء کی غلطی ہے کہ انہوں نے یہ دعوی کیا کہ سابقہ شریعت منسوخ ہے جبکہ قرآن سورہ المائدہ میں اہل کتاب کو کہتا ہے

قل ياأهل الكتاب لستم على شيء حتى تقيموا التوراة والإنجيل وما أنزل إليكم من ربكم وليزيدن كثيرا منهم ما أنزل إليك من ربك طغيانا وكفرا فلا تأس على القوم الكافرين

کہو اے اہل کتاب تم کوئی چیز نہیں جب تک تم توریت و انجیل کو قائم نہیں کرتے اور وہ جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس پر جو تم پر نازل ہوا ہے ان کی سر کشی و بغاوت میں ہی اضافہ ہوا - پس انکاریوں کی حالت پر افسوس نہ کرو

یعنی قرآن میں یہ واضح ہے کہ توریت و انجیل اہل کتاب کو پتا ہے لیکن اس کو چھپاتے ہیں اور اس کو قائم نہیں کرتے-

یہ بحث کہ اصل توریت کیا ہے اس کے لئے اس ویب سائٹ پر کتاب

دیکھئے

اس میں اہل کتاب کی کتب اور قرآن و حدیث کا تقابل کر کے واضح کیا گیا ہے کہ اصل توریت کتاب استثنا کے باب ۱۲ یا ۲٦ میں ہے جس کا اقرار اہل کتاب آج کر رہے ہیں کہ اس کی عبرانی باقی توریت سے الگ ہے - اس کو انگریزی میں

Book of Deuteronomy

کہا جاتا ہے - عجیب بات ہے جب بھی قرآن کہتا ہے ہم نے توریت میں یہ حکم دیا تو وہ استثنا کے اسی باب ۱۲ یا ۲٦ میں موجود ہے جو آہل ایمان کے لئے نشانی ہے

تورات کا ایک حکم - رجم کی سزا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودیوں کے زنا کا مقدمہ پیش ہوا - یہود نے اس کی سزا گدھے پر بٹھا کر منہ کالا کرنا بتائی - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توریت لانے اور اسکو پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا : میں تورات ہی کے مطابق فیصلہ کروں گا ۔ چنانچہ (اُس یہودی اور یہودیہ کے بارے میں) حکم دیا گیا اور وہ دونوں سنگ سار کر دیے گئے

تورات کتاب استثنا باب ۲۲ کی آیت ۲۰ اگر کوئی شادی شدہ مرد اپنی بیوی میں باکرہ ہونے کی علامت نہ پائے تو ایسی عورت کو سنگسار کر دو

استنسنا2121

یہودیوں میں توریت پر فقہی مباحث جاری تھے اور اس مجموعے کو تلمود کہا جاتا ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یروشلم اور بابل میں کام جاری تھا تلمود کے مطابق(سات) بڑے گناہوں کی سزا کوڑے ہے اور قتل یا رجم نہیں کیونکہ زنا کی سزا کے لئے دو گواہ ہونے چاہییں - اگردو گواہ مرد و عورت کو حالت زنا میں دیکھیں اور بولیں الگ ہو جاؤ اور وہ زانی الگ ہو جائیں تو توریت کا حکم نہیں لگے گا -یہ علماء کا فتوی تھا جو تلمود میں ہے- لیکن مدنیہ والے ان سے بھی ایک ہاتھ آگے

تھے انہوں نے فتوی دیا کہ صرف گدھے پر منہ کالا کر کے بیٹھا دو- نہ کوڑے کی سزا دے رہے تھے جو تلمود میں ہے، نہ رجم کر رہے تھے جو توریت میں ہے

تفصیل کے لئے کتاب دیکھئے

The Religious and Spiritual Life of the Jews of Medina

By Haggai Mazuz, Brill Publisher, 2014

صحیح مسلم کی ایک مدلس الْأَعْمَشِ کی عن سے روایت میں ہے مَجْلُودًا کہ ان یہودیوں کو کوڑے بھی مارے گئے لیکن یہ روایت غریب اور شاذ ہے کوڑے مارنے کا مجموعہ کتب حدیث میں کہیں اور ذکر نہیں ہے جس حدیث میں بھی اس واقعہ کا ذکر ہے وہاں صرف منہ کالا کرنا اور گدھے پر بیٹھانا لکھا ہے

رجم کا یہ حکم توریت سے لیا گیا اور اخلاقا یہ ممکن نہیں کہ یہودیوں کے زانی کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توریت کا حوالہ دے کر رجم کا حکم دیں اور مسلمانوں کو بچا لیں لہذا شادی شدہ مسلمان زانی کے لئے یہی حکم جاری ہوا

عینی عمدہ القاری میں لکھتے ہیں کہ بعض معتزلہ اور خوارج نے رجم کی سزا کا انکار کیا – اسی طرح بعض اہل سنت کو اس میں اشتباہ ہوا اور انہوں نے اس سلسلے میں انے والی صحیح و ضعیف روایات کو ملا کر ان پر تبصرہ کیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان تمام روایات میں اضطراب ہے – دوسری طرف روایت پسند علماء نے رجم کی ایک ایک روایت کو صحیح کہہ دیا جس سے مسئلہ سلجھنے کی بجائے اور الجھ گیا – عصر حاضر میں مصری علماء مثلا محمد الصادق عرجون نے رجم کی روایات پر جرح کی – اسی طرح برصغیر میں جاوید احمد غامدی نے اس سزا کو واپس موضوع بحث بنایا اور اس پر اپنی کتاب میزان میں تبصرہ کیا اور اپنی ویب سائٹ پر اس سسلے کی ضعیف و صحیح روایات باہم ملا کر ان پر تبصرہ کر دیا-

غامدي صاحب رجم کی سزا کو مانتے ہیں کہ یہ دی جا سکتی ہے لیکن اس کی دلیل وہ سورہ المائدہ سے لیتے ہیں کہ جو لوگ بغاوت کریں اور فساد کریں ان کو سولی دی جائے، ملک بدر کیا جائے، ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دے جائیں -

سورہ المائدہ کی آیت ٣٣ ہے

بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا زمین سے دور (یعنی ملک بدر یاقید) کر دیئے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے

اس طرح غامدی صاحب رجم کی سزا کو فساد فی الارض کے زمرے میں یا لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ لے کرموقف رکھتے ہیں کہ حاکم وقت چاہے تو یہ سزا دے سکتا ہے اس کا تعلق خاص شادی شدہ زانی کے لئے نہیں بلکہ اس موقف کے تحت غیر شادی شدہ کو بھی رجم کی سزا دی جا سکتی ہے اگر وہ غنڈہ ہو اور زنا بالجبر کرتا ہو- اس کے لئے ان کی تحاریر دیکھی جا سکتی ہیں – لیکن اس موقف میں کئی خامیاں ہیں اول سورہ المائدہ کی آیات قرآن كي سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے جس میں الیوم أكملت لكم دينكم کی آیت بھی ہے – قرطبی کہتے ہیں سورہ المائدہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت ہے (الهداية إلى بلوغ النهاية في علم معاني القرآن وتفسيره)- کہا جاتا ہے مَا نَزَلَ لَيْسَ فِيهَا مَنْسُوخٌ اس میں سے کچھ منسوخ نہیں ہے (تفسیر القرطبی) – محمد سيد طنطاوي التفسير الوسيط للقرآن الكريم میں کہتے ہیں أن سورة المائدة من آخر القرآن نزولا بے شک سورہ المائدہ قرآن میں سب سے آخر میں نازل ہوئی – سورہ المائدہ کی آیات حجه الوداع پر مکمل ہوئیں یعنی ۱۰ ہجری میں اور ۱۱ ہجری میں رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی وفات ہوئی – اب مسئلہ یہ اٹھتا ہے دور نبوی میں جن افراد کو رجم کی سزا دی گئی وہ سب ظاہر ہے اس سورہ المائدہ کے نزول کے بعد ہی دی گئی ہو گی تو اس ایک سال میں اتنے سارے لوگوں کو رجم کیا گیا – مدینہ میں ایسی کیا ہیجانی کیفیت تھی کہ حجه الوداع کے بعد اتنی زنا بالجبر کی کروائیاں ہو رہی تھیں اس کی تہہ میں کیا تحریک پوشیدہ تھی ؟ غامدی صاحب اس سب کو گول کر جاتے ہیں اور چونکہ ایک عام آدمی اس سب سے لا علم ہے وہ ان کی تحقیق کا تجزیہ کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس پر ان کی تحقیق کا جھول واضح نہیں ہوتا – دوم سورہ النور میں جو زانی کی سزا ہے اور بقول غامدی صاحب " چنانچہ یہ آیت بھی اِس معاملے میں بالکل صریح ہے کہ زانی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ، اُس کے جرم کی انتہائی سزا قرآن مجید کی رو سے سو کوڑے ہی ہے ۔ قرآن کی اِن دونوں آیات میں سے سورۂ نور کی آیت ۸ کے بارے میں کوئی دوسری رائے ابھی تک ہمارے سامنے نہیں آئی " (برہان از جاوید غامدی) – یعنی غامدی صاحب کے نزدیک سورہ النور کی آیات کا تعلق شادی شدہ یا غیر شادی شدہ دونوں سے ہے – سوال ہے کیا اس کا حکم

سورہ المائدہ کی آیت سے منسوخ ہے ؟ اپنی مختلف تحاریر میں اس سے خوبصورتی سے کترا جاتے ہیں

غامدی صاحب کی پیش کردہ روایات مندرجہ ذیل ہیں جن سب کو صحیح سمجھتے ہوئے انہوں نے ان میں اضطراب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے

رجم کی ضعیف روایات

مسند احمد کی روایت ہے

عن الشعبی ان علیاً جلد شراحۃ یوم الخمیس ورجمھا یوم الجمعۃ وقال: اجلدھا بکتاب ' اللّٰہ وارجمھا بسنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم.(احمد، رقم ۸۳۹)

شعبی سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے شراحہ نامی عورت کو جمعرات کے دن کوڑے لگوائے اور جمعہ کے دن اُسے رجم کرا دیا اور فرمایا: میں نے اِسے کتاب اللہ کے مطابق کوڑے لگائے ہیں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سنگ سار کرتا ہوں۔‘‘

کتاب جامع التحصيل في أحكام المراسيل از العلائي (المتوفى: 761ھـ) کے مطابق

عامر بن شراحيل الشعبي أحد الأئمة روى عن علي رضي الله عنه.....وهو لا يكتفي بمجرد إمكان اللقاء

عامر بن شراحيل الشعبي ائمہ میں سے ایک ہیں علی سے روایت کرتے ہیں اور.... یہ امکان لقاء کی بنیاد پر مجردا صحیح نہیں

یعنی شعبی کا سماع علی رضی الله عنہ سے مشکوک ہے

دوسری ضعیف روایت

سنن ابو داود کی روایت ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى الْبَزَّازُ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، «أَنَّ رَجُلًا زَنَى بِامْرَأَةٍ فَلَمْ يَعْلَمْ بِإِحْصَانِهِ، فَجُلِدَ، ثُمَّ عَلِمَ بِإِحْصَانِهِ، فَرُجِمَ

عن جابر ان رجلاً زنىٰ بامراۃ، فامر بہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فجلد الحد، ثم اخبر انہ محصن فامر بہ فرجم.(ابوداؤد، رقم ۴۴۳۸)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ بدکاری کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے بارے میں سزا کا حکم دیا ۔ چنانچہ اُسے کوڑے لگائے گئے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ محصن (شادی شدہ) ہے تو حکم دیا گیا اور اُسے رجم کر دیا گیا۔

اس کی سند میں محمد بن مسلم أبو الزبير المكي مدلس ہے - کتاب التبيين لأسماء المدلسين از ابن العجمي کے مطابق مشهور بالتدليس یہ تدلیس کے لئے مشھور ہے- البانی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں

تیسری ضعیف روایت

طبقات الکبری از ابن سعد کی روایت ہے

قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي هشام بن عاصم بن الْمُنْذِرِ بْنِ جَهْمٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ حَمْزَةَ بْنِ سِنَانٍ كَانَ قَدْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَدِمَ الْمَدِينَةَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنْ يَرْجِعَ إِلَى بَادِيَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالضَّبُّوعَةِ عَلَى بُرَيْدٍ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى الْمَحَجَّةِ إِلَى مَكَّةَ لَقِيَ جارية من العرب وضيئة فنزعه الشَّيْطَانُ حَتَّى أَصَابَهَا وَلَمْ يَكُنْ أُحْصِنَ. ثُمَّ نَدِمَ فَأَتَى النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَأَخْبَرَهُ فَأَقَامَ عَلَيْهِ الْحَدَّ. أَمَرَ رَجُلا أَنْ يَجْلِدَهُ بَيْنَ الْجِلْدَيْنِ بِسَوْطٍ قَدْ رُكِبَ بِهِ ولان.

عمرو بن حمزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں حاضر تھے ۔ وہ مدینہ آئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے اجازت چاہی کہ اپنے بادیہ کی طرف لوٹ جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تو نکلے، یہاں تک کہ جب مدینہ سے مکہ کی طرف راستے کے درمیان ایک منزل ضبوعہ پہنچے تو عرب کی ایک خوب صورت لونڈی سے ملاقات ہوئی۔ شیطان نے اکسایا تو اُس سے زنا کر بیٹھے اور اُس وقت وہ محصن نہ تھے۔ پھر نادم ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کو بتایا۔ چنانچہ آپ نے اُن پر حد جاری کر دی

اس نسخہ میں اس روایت کی سند میں غلطی ہے کتاب تلخيص المتشابه في الرسم از الخطيب البغدادي (المتوفى: 463هـ) کے مطابق اصل میں راوی يَحْيَى بْنُ هِشَامِ بْنِ عَاصِمٍ الأَسْلَمِيُّ الْمَدِينِيُّ ہے جو الْمُنْذِرِ بْنِ جَهْمٍ سے روایت کرتا ہے اور یحیی سے مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْوَاقِدِيُّ نے كِتَابِ الْمَغَازِي میں روایت لکھی ہے- لہذا یہی راوی ہے جس سے واقدی نے روایت کیا اور ان سے ابن سعد نے – اب چاہے یہ يَحْيَى بْنُ هِشَامِ بْنِ عَاصِمٍ ہو یا هِشَامِ بْنِ عَاصِمٍ – دونوں کا حال مجھول ہے

لہذا روایت ضعیف ہے

چوتھی ضعیف روایت

سنن ابو داود کی روایت ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ هَارُونَ الْبُرْدِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ فَيَّاضٍ الْأَبْنَاوِيِّ، عَنْ خَلَّادِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ " أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَكْرِ بْنِ لَيْثٍ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقَرَّ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَجَلَدَهُ مِائَةً، وَكَانَ بِكْرًا، ثُمَّ سَأَلَهُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَرْأَةِ، فَقَالَتْ: كَذَبَ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَجَلَدَهُ حَدَّ الْفِرْيَةِ ثَمَانِينَ "

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلۂ بکر بن لیث کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ اُس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے ۔ وہ کنوارا تھا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے سو کوڑے لگوائے ۔ پھر اُس سے عورت کے خلاف ثبوت چاہا تو اُس بی بی نے کہا : اللہ کی قسم ، اِس نے جھوٹ بولا ہے ، یا رسول اللہ ۔ اِس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے قذف کے اسی کوڑے لگوائے

البانی اس روایت کو منکر کہتے ہیں

پانچویں ضعیف روایت

أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ , أَنَّهُ بَلَغَهُ , أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أُتِيَ بِامْرَأَةٍ قَدْ وَلَدَتْ فِي سِتَّةِ أَشْهُرٍ , فَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُرْجَمَ، فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: لَيْسَ ذَلِكَ عَلَيْهَا ,وقد قال اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِهِ: {وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلاثُونَ شَهْرًا} , وَقَالَ: {وفصاله في عامين} وقال: {وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ} قال: والرضاعة أربعة وعشرون شهراً والْحَمْلُ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فأمر بها عُثْمَانُ أن ترد , فَوَجَدَت قَدْ رُجِمَتْ

ایک عورت نے عثمان رضی الله عنہ کے دور میں شادی کے بعد چھ ماہ میں بچا جنا – اس کا مقدمہ عثمان رضی الله عنہ پر پیش ہوا انہوں نے اس کو رجم کرا دیا – بعد میں جب ان کو سمجھایا گیا کہ کم از کم مدت حمل چھ ماہ ہے تو انہوں نے حکم واپس لیا لیکن اس وقت تک عورت رجم کی جا چکی تھی

موطآ امام مالک کی روایت ہے کہ امام مالک کو یہ بات پہنچی ہے – امام مالک نے اس کی سند نہیں دی لہذا یہ بھی ایک ضعیف روایت ہے- اگر اس کو صحیح مانا جائے تو خلیفہ اور اس کی شوری کی اجتماعی غلطی ہے جبکہ اس میں جلیل القدر اصحاب رسول صلی الله علیہ وسلم شامل ہیں اور ان سے یہ غلطی ممکن نہیں

چھٹی ضعیف روایت

مصنف عبد الرزاق کی روایت ہے جو مسروق کا قول ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: «الْبِكْرَانِ يُجْلَدَانِ أَوْ يُنْفَيَانِ، وَالثَّيِّبَانِ يُرْجَمَانِ وَلَا يُجْلَدَانِ، وَالشَّيْخَانِ يُجْلَدَانِ وَيُرْجَمَانِ

کنوارے زانی کی سزا سو کوڑے اور جلا وطنی ہے۔ شادی شدہ زانی کو صرف رجم کی سزا دی جائے گی اور بوڑھے زانیوں کو پہلے کوڑے مارے جائیں گے او ر اِس کے بعد رجم کیا جائے گا

یہ نہ مرفوع حدیث ہے نہ موقوف قول صحابی ہے نہ مرسل روایت ہے – یہ ایک تابعی کا قول ہے- دلیل نہیں بن سکتا

ساتویں روایت ہے

صحیح مسلم کی روایت ہے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ، وَالرَّجْمُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مجھ سے لو ، مجھ سے لو ،مجھ سے لو ، زانیہ عورتوں کے معاملے میں اللہ نے ان کے لئے رستہ نکالا (جو حکم نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا، وہ نازل فرما دیا)۔ غیر شادی شدہ مرد کی غیرشادی شدہ عورت سے بدکاری کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی اور شادی شدہ مرد کی شادی شدہ عورت سے بدکاری کے لیے سو کوڑے اور رجم

اسکی سند میں الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ ہیں جو مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں – اس روایت کا کوئی اور طرق نہیں ملا اور دیگر روایات کے خلاف ہے لہذا ضعیف ہے

مسند الإمام الشافعي میں اس روایت پر ہے

وَقَدْ حَدَّثَنِي الثِّقَةُ: أَنَّ الحَسَنَ كانَ يَدْخُلُ بَيْنَهُ وبينَ عبَادةَ حِطَّانَ الرَّقَاشي

اور ایک ثقہ نے بتایا کہ حسن بصری اپنے اور عبَادةَ حِطَّانَ الرَّقَاشي کے درمیان ایک دوسرے شخص کو داخل کرتے تھے

مسند البزار میں ہے

وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُبَادَةَ مُرْسَلًا

اور ایک سے زیادہ نے اس کو حسن بصری سے انہوں نے عبادہ سے مرسل روایت کیا ہے

یعنی صحیح مسلم کی یہ روایت ضعیف ہے اور اس کو صحیح میں لکھنا امام مسلم کی غلطی ہے ان کے ہم عصر علماء اس کو مرسل کہتے تھے

اب ان تمام روایات سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا یا ان کو صحیح روایات کے ساتھ ملا کر خلط مبحث کرنا غیر مناسب ہے کیونکہ یہ ہیں ہی ضعیف روایات - غامدی صاحب نے ان ضعیف روایات کو صحیح سے ملا کر ایک کھچڑی بنا دی ہے اور پھر اس طرح تمام روایات پر جرح کرکے آن روایات میں اضطراب ثابت کیا جاتا ہے - حقیقیت میں اوپر والی روایات ضعیف ہیں

رجم سے متعلق بعض صحیح روایات

سنن النسائی کی روایت ہے

أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَا يَحِلُّ دَمَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ: زَانٍ مِحْصَنٌ يُرْجَمُ، أَوْ رَجُلٌ قَتَلَ رَجُلًا مُتَعَمِّدًا فَيُقْتَلُ، أَوْ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ لِيُحَارِبَ اللهَ عَزَّ وَجَلّ وَرَسُولَهُ فَيُقْتَلُ أَوْ يُصْلَبُ أَوْ يُنْفَى مِنَ الْأَرْضِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مسلمان کا خون صرف تین صورتوں میں حلال ہے : ایک شادی شدہ زانی اُسے رجم کیا جائے گا۔ دوسرے وہ شخص جس نے کسی کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو، اُسے اس شخص کے قصاص میں قتل کیا جائے گا ۔ تیسرے وہ شخص جو اسلام چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول سے آمادۂ جنگ ہو ، اُسے قتل کیا

جائے گا یا سولی دی جائے گی یا وہ جلا وطن کر دیا جائے گا

البانی اس کو صحیح کہتے ہیں

نتیجہ : ایک شادی شدہ زانی رجم کیا جائے گا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور زین بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے ان میں سے ایک نے کہا ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کیجئے دوسرے نے کہا ہاں یا رسول اللہ ہمارے درمیان کتاب اللہ

کے موافق فیصلہ کیجئے اور مجھ کو واقعہ عرض کرنے کی اجازت دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیان کرو۔اس نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تیرے بیٹے کو سنگسار کیا جائے گا ۔میں نے اس کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک لونڈی دے دی۔پھر میں نے علماء سے مسئلہ پوچھا انہوں نے کہا کہ تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلا وطن کیا جائے گا اور سنگساری کی سزا اس کی عورت کو ملے گی (اس لئے کہ وہ شادی شدہ ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ سن کر فرمایا۔خبردار قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا۔تیری لونڈی اور تیری بکریاں تجھ کو واپس ملیں گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور ایک سال کے لئے جلا وطن کیا جائے گا۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انیس! تو اس عورت کے پاس جا اگر وہ جرم کا اقرار کرے تو اس کو سنگسار کر دے چنانچہ عورت نے اقرار کیا اور انیس رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کر دیا۔(بخاری و مسلم)

روایت اپنے متن میں بالکل واضح ہے کہ شادی شدہ عورت کو رجم کر دیا گیا اور شریعت کا حکم آگے پیچھے کرنے کے جرم میں کنوارے آدمی کو سو کوڑے کے ساتھ جلا وطن بھی کیا گیا – غامدی صاحب نے اس کو تفتیش کا کیس بنا کر بیانات و شواہد کا مطالبہ کیا ہے جو صرف اور صرف خلط مبحث ہے اور اس بحث سے روایت میں جو بیان ہوا ہے اس پر کیا اثر پڑتا ہے ؟ غیر شادی شدہ نے ایک شادی شدہ کے ساتھ زنا کیا – مجرم کے باپ نے معاملہ ڈیل میں تبدیل کیا لیکن بلاخر مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا – یہ کس قسم کا خاندان تھا یا یہ کوئی سازش تھی یہ غیر ضروری سوالات ہیں کیونکہ یہ اعتراض تو کسی بھی مقدمہ پر ہو سکتا ہے

نتیجہ : شادی شدہ زانی رجم کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر ڈیل کرنے کی کوشش کرے تو جلا وطن بھی کیاجائے گا

یہ روایت دلیل ہے کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے بدکاری کا ارتکاب کرے تو اُس کی سزا غیر شادی شدہ کے لئے کوڑے ہونی چاہیے

لیکن اگر شادی شدہ مرد یا عورت غیر شادی شدہ مرد یا عورت سے زنا کرے تو شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا

موطأ اور بخاری کي ایک روایت

امام مالک ، امام یحییٰ بن سعید سے وہ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

قَالَ: إِيَّاكُمْ أَنْ تَهْلِكُوا عَنْ آيَةِ الرَّجْمِ». أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ حَدَّيْنِ فِي كِتَابِ اللَّهِ. فَقَدْ رَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْلَا أَنْ يَقُولَ النَّاسُ: زَادَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى لَكَتَبْتُهَا - الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ فَارْجُمُوهُمَا أَلْبَتَّةَ - فَإِنَّا قَدْ قَرَأْنَاهَا

قَالَ مَالِكٌ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: «فَمَا انْسَلَخَ ذُو الْحِجَّةِ حَتَّى قُتِلَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ» قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: قَوْلُهُ الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ يَعْنِي: «الثَّيِّبَ وَالثَّيِّبَةَ فَارْجُمُوهُمَا أَلْبَتَّةَ

تم آیت رجم کا انکار کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے بچو۔ ایسا نہ ہو کہ کہنے والے کہیں کہ ہم تو اللہ کی کتاب میں دو سزاؤں (تازیانہ اور رجم) کا ذکر کہیں نہیں پاتے ۔ بے شک ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا او ر ہم نے بھی ۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ، مجھے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کر دیا تو میں یہ آیت : الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ فَارْجُمُوهُمَا أَلْبَتَّةَ ’’بوڑھے زانی اور بوڑھی زانیہ کو لازماً رجم کردو ، قرآن مجید میں لکھ دیتا، اِس لیے کہ ہم نے یہ آیت خود تلاوت کی ہے ۔

امام مالک نے کہا کہ یحیی بن سعید نے کہا کہ سعید بن المسیب نے کہا الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةَ سے مراد الثَّيِّبَ وَالثَّيِّبَةَ   (شادی شدہ زانی) ہے – یہ ادبی انداز ہے کہ انداز ہے – کہ بڈھا یا بڈھی کو رجم کرو اس میں یہ مستمر ہے کہ وہ شادی شدہ ہیں

موطا کی روایت کی سند کا مسئلہ ہے کہ اس میں سعید بن المسیب کا سماع عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے

كتاب جامع التحصيل في أحكام المراسيل از العلائي (المتوفى: 761هـ) کے مطابق

قال يحيى القطان سعيد بن المسيب عن عمر رضي الله عنه مرسل

یحیی بن سعید جو اس روایت کے ایک راوی ہیں وہ خود کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب کی عمر رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے

کیونکہ سعید بن المسیب ، عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے عمر کو دیکھا کچھ سنا نہیں

شاید اسی وجہ سے امام بخاری نے یہ روایت ایک دوسری سند سے دی ہے – امام بخاری اس کو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ کی سند سے صحیح میں دو جگہ لکھا ہے

(عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) بے شک ، اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور اُن پر اپنی کتاب نازل کی۔ اُس میں آیت رجم بھی تھی ۔ چنانچہ ہم نے اُسے پڑھا اور سمجھا اور یاد کیا ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِسی بنا پررجم کیا اور اُن کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ کہنے والے کہیں گے کہ ہم تو رجم کی آیت اللہ کی کتاب میں کہیں نہیں پاتے اور اِس طرح اللہ کے نازل کردہ ایک فرض کو چھوڑ کر گم راہ ہوں گے ۔ یاد رکھو، رجم اللہ کی کتاب میں ہر اُس مرد و عورت پر واجب ہے جو شادی کے بعد زنا کرے

نتیجہ : شادی شدہ زانی رجم کیا جائے گا

غامدی صاحب نے الشیخ اور الشیخہ سے ایک بوڑھا اور بوڑھی لیا اور اس کو ایک مہمل بات قرار دیا ہے – حالانکہ جب بات زنا کے تناظر میں ہو تو اس کو سمجھنا مشکل نہیں – مثلا آج الشیخ کا لفظ علماء کے لئے عرب ملکوں میں عام ہے کسی کو الشیخ بولا جائے تو وہ ہو سکتا ہے کوئی امیر آدمی ہو یا عالم ہو یا قبیلہ کا سردار ہو- آج سیدنا کا لفظ انبیاء کے ساتھ استعمال ہونے لگا ہے خود غامدی صاحب بھی کرتے ہیں لیکن سو

سال پہلے اس طرف انبیاء کے ساتھ سیدنا نہیں لکھا جاتا تھا - اسی طرح علم حدیث کے قدیم قلمی نسخوں میں کہیں بھی انبیاء کے ناموں کے ساتھ صلی الله علیہ وسلم یا علیہ السلام نہیں لکھا ملتا لیکن آج جو نئی کتب چھپ رہی ہیں ان میں یہ لاحقہ عام ہے - نبی صلی الله علیہ وسلم کے دور میں الشیخ ایک عمر رسیدہ اور منجھے ہوئے شخص کے لئے بولا جاتا تھا اور عربوں میں ایسے لوگ عموما شادی شدہ ہی ہوتے تھے- قرآن میں شیخآ کا لفظ ہے جس کو سارہ علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے استعمال کیا (سورہ الھود)- الشیخ کبیر کا لفظ یعقوب علیه السلام کے لئے سورہ یوسف میں ہے اور شیخ مدین سسر موسی کے لئے سورہ قصص میں ہے - اور سورہ الغآفر میں شیوخا کا لفظ ہے - یعنی بعض کا یہ کہنا کہ شیخ کا لفظ غیر قرانی ہے اور مخمل میں ٹآٹ کا پیوند ہے صحیح نہیں - الشیخ و الشیخہ کے حوالے سے کتب شیعہ مثلا تهذيب الأحكام للطوسي 195/8، الاستبصار ً 377/3، اور وسائل الشيعة از آلحر العاملي 610/15 میں بھی روایت ہے جس کو بعض متقدمین شیعہ جمع القرآن پر اعتراض کے حوالے سے پیش کرتے ہیں اس میں بما قضيا الشهوة کے الفاظ بھی ہیں - ان کے اس پرو پگندے سے متاثر ہو کر بعض لوگوں نے یہ حل نکالا کہ اس روایت کا انکار کر دیا جائے - اور اسی وجہ سے اس پر بحث کا باب کھل گیا اور دور قدیم سے ابھی تک اس میں ایک خلجان پایا جاتا ہے - فقہاء نے اس کا حل یہ دیا کہ آیت منسوخ ہوئی اور اس کا حکم باقی ہے - اہل تشیع کے مطابق امام جعفر اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے الشيخ والشيخة فارجموهما البتة بما قضيا الشهوة اور رجم کا حکم دیتے یعنی رجم کی سزا کا حکم ان کے ہاں بھی ہے - اہل تشیع کا جمع القرآن پر اعتراض غیر منطقی ہے کیونکہ قرآن ابو بکر رضی الله عنہ نے جمع ضرور کیا لیکن وہ عثمان رضی الله عنہ کے دور تک تقسیم نہیں ہوا تھا - عمر رضی الله عنہ کے دور میں بھی جو قرآن پڑھا جاتا تھا اس کا کوئی ایک نسخہ نہ تھا مختلف قرات تھیں اور یہ قرات علی اور عمر رضی الله عنہما اس وقت تک کر رہے تھے جس سے ظاہر ہے کہ یہ آیت نہ علی کی قرات میں تھی نہ عمر کی- سوال اٹھتا ہے کہ شیعوں نے اس قرات کو کب اور کیوں چھوڑا اگر یہ علی رضی الله عنہ اور اہل بیت کی قرات تھی؟ اس کا جواب ان کے پاس بھی نہیں ہے اور امام جعفر کو تو پتا ہو گا کہ اصلی قرآن کیا ہے تو ایک دفعہ ہی اس کو املا کرا دیتے - انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا

بخاری کی اس حدیث میں کسی علت کا علم نہیں ہے لہذا اس کو رد نہیں کیا جاتا – ممکن ہے رجم کی یہ آیت ہو اور منسوخ ہو گئی ہو ایسا دوسری آیات میں بھی ہوا ہے – لیکن یہاں اس کو ایک اور زاویہ سے بھی دیکھ سکتے ہیں

اگر کوئی رجم کی سزا کو توریت کے تناظر میں سمجھے تو مسئلہ فورا حل ہو جاتا ہے کہ یہ حکم یہود کے لئے توریت سے لیا گیا اور ایسا ممکن نہیں کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی جانب سے یہود پر سخت سزا اور مسلمانوں پر کم تر سزا نافذ کی جاتی – سوال اٹھتا ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ شادی شدہ یہودی نے شادی شدہ مسلمان سے پہلے زنا کیا اور مقدمہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے پاس پیش ہوا؟ مدینہ میں یہود کے تین بڑےقبائل تھے دو نکال دے گئے – تسرے قبیلہ بنو قريظة کے مردوں کو قتل کیا گیا جس کا ذکر آ رہا ہے یہ سب سن ٥ ہجری میں ہوا – ایک روایت کے مطابق یہود نے جب زنا کی اپنی خود ساختہ سزا کو نافذ کیا تو رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے ان کو کہا کہ توریت لاو اور پڑھو تو ان کے ایک عالم عَبْدَ اللهِ ابْنَ صُورِيَا نے اس کو پڑھا اور آیات پر ہاتھ رکھ کر اسکو چھپایا (مسند الحميدي، مسند أحمد، صحيح ابن حبان، شرح مشكل الآثار، البداية والنهاية) – سیرت ابن اسحٰق اور البداية والنهاية از ابن کثیر کے مطابق یہ اس وقت عرب میں یہود کا سب سے بڑا عالم تھا اور بَنِي ثَعْلَبَةَ بْنِ الْفِطْيَوْنِ میں سے تھا -- سنن الکبری البیہقی کے مطابق اس توریت کو پڑھنے والے واقعہ کے وقت ابن صوریا کے ساتھ بنی قریظہ والے تھے – ایک دوسری روایت کے مطابق رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے سب سے پہلے جن کو رجم کا حکم دیا وہ یہودی تھے (مصنف عبد الرزاق)- ان تمام شواہد کی روشنی میں واضح ہے کہ یہود پر رجم کی حد سن ٥ ہجری یا اس سے قبل لگی اور یہ مدینہ میں سب سے پہلے یہود پر لگی

توریت کا دوسرا حکم – عہد شکنی کی سزا

جنگ خندق میں بنو قریظہ کی عہد شکنی کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر فیصلہ چھوڑا – انہوں نے عہد شکنی کی سزا تجویز کی کہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بادشاہ کا فیصلہ دیا یعنی اللہ کا فیصلہ-

توریت کتاب استثنا باب ٢٠ آیات ١٠ تا ١٤ ہے

صحیح مسلم کی روایات ہیں

۔ و حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ و قَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ نَزَلَ أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدٍ فَأَتَاهُ عَلَى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَرِيبًا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ خَيْرِكُمْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ قَالَ تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِي ذُرِّيَّتَهُمْ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللهِ وَرُبَّمَا قَالَ قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ وَلَمْ يَذْكُرْ ابْنُ الْمُثَنَّى وَرُبَّمَا قَالَ قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ۔

ابوبکر بن ابی شیبہ، محمد بن مثنی، ابن بشار، ابوبکر، غندر، شعبہ، سعد بن ابراہیم ابوامامہ، سہل بن حنیف، ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو قریظہ والوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اتر آنے کی رضا مندی کا اظہار کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، سعد رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا تو وہ گدھے پر حاضر ہوئے، جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا اپنے سردار یا اپنے افضل ترین کی طرف اٹھو، پھر فرمایا یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر اترے ہیں سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ان میں سے لڑائی کرنے والے کو قتل کر دیں اور ان کی اولاد کو قیدی بنالیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کیا ہے اور کبھی فرمایا تم نے بادشاہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے، ابن مثنی نے بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کو ذکر نہیں کیا۔

مسلم کی ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ سعد نے کہا کہ میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے لڑائی کرنے والے کو قتل کر دیں اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیں اور ان کے مال کو تقسیم کر لیں

انکار حدیث کے رد میں کہا جاتا ہے کہ یہ سزا قرآن میں نہیں لہذا یہ حدیث میں ہے جو وحی خفی یا غیر متلو کی مثال

ہے یہ ہمارے علماء کی غلطی ہے اصلا یہ سزا توریت کی ہے - وحی غیر متلو تو تب بنتی جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز کی ہوتی اور ہم اسکو قرآن میں نہ پاتے - یہ تو سعد کی تجویز کردہ سزا ہے اور توریت سے مطابقت رکھتی ہے اسی لئے کہا گیا کہ تم نے بادشاہ یعنی اللہ کے فیصلے کے مطابق حکم دیا- سعد بن معآذ مدینہ کے قبیلہ کے سردار تھے اور یہود کا قبیلہ بھی ان کو سردار مانتا تھا

توریت کا تیسرا حکم - ارتداد کی سزا

توریت کا حکم ہے کہ مرتد کی سزا موت ہے- مرتد کے حوالے سے غامدی صاحب کا موقف یہ ہے کہ یہ سزا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے مرتدین کے لئے تھی جو مشرک تھے ،اس کے بعد کسی شخص کو ارتداد کی یہ سزا نہیں دی جاسکتی ۔[برھان ،ص:۱۴۲،۱۴۳]۔ لیکن یہ دعوی بلا دلیل ہے - توریت کا انکار ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین(اسلام) تبدیل کرے اس کو قتل کردو

غامدی صاحب لکھتے ہیں

ارتداد کی سزا کا یہ مسئلہ محض ایک حدیث کا مدعا نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ابن عباس کی روایت سے یہ حدیث بخاری میں اِس طرح نقل ہوئی ہے ــ جو شخص اپنا دین تبدیل کرے، اُسے قتل کر دو۔ ہمارے فقہا اِسے بالعموم ایک حکم عام قرار دیتے ہیں جس کا اطلاق اُن کے نزدیک اُن سب لوگوں پر ہوتا ہے جو زمانۂ رسالت سے لے کر قیامت تک اِس زمین پر کہیں بھی اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کریں گے۔اُن کی رائے کے مطابق ہر وہ مسلمان جو اپنی آزادانہ مرضی سے کفر اختیار کرے گا، اُسے اِس حدیث کی رو سے لازماً قتل کر دیا جائے گا۔اِس معاملے میں اُن کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہے تو بس یہ کہ قتل سے پہلے اِسے توبہ کی مہلت دی جائے گی یا نہیں اور اگر دی جائے گی تو اُس کی مدت کیا ہونی چاہیے۔ فقہاے احناف، البتہ عورت کو اِس حکم سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔اُن کے علاوہ باقی تمام فقہا اِس بات پر متفق ہیں کہ ہر مرتد کی سزا، خواہ وہ عورت ہو یا مرد، اسلامی شریعت میں قتل ہی ہے۔ لیکن فقہا کی یہ رائے محل نظر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تو، بے شک ثابت ہے، مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا، بلکہ صرف اُنھی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن پر آپ نے براہ راست اتمام حجت کیا اور جن کے لیے قرآن مجید میں 'مشرکین' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

غامدی صاحب کی رائے میں اس سزا کو مشرکین پر لگایا گیا کیونکہ ان پر اتمام حجت ہو گیا تھا - لیکن کیا اہل کتاب پر اتمام حجت ہونے سے رہ گیا ظاہر ہے جس کو بھی رسول

الله صلی الله علیہ وسلم کی خبر پہنچی اس پر اتمام حجت ہو گیا اور سورہ البقرہ میں اس کا مکمل بیان ہے کہ اتمام حجت میں یہود شامل ہیں

اصل میں ارتاد کی سزا کا تعلق اصلا اہل کتاب سے ہے - اہل کتاب کی اسٹریٹجی تھی کہ صبح کو ایمان لاو اور شام کو کافر ہو جاؤ غامدی صاحب سورہ ال عمران کی آیات ۸۲ تا ۸٤ کا ترجمہ کرتے ہیں

اور اہل کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے ، اُس پر صبح ایمان لاؤ اورشام کو اُس کا انکار کردیا کر و تاکہ وہ بھی برگشتہ ہوں۔ اور اپنے مذہب والوں کے سوا کسی کی بات نہ مانا کرو ـــ اِن سے کہہ دو، (اے پیغمبر) کہ ہدایت تو اصل میں اللہ کی ہدایت ہے ـــ (اِس لیے کسی کی بات نہ مانا کرو کہ) مبادا اِس طرح کی چیز کسی اور کو بھی مل جائے جو تمھیں ملی ہے یا تم سے وہ تمھارے پروردگار کے حضور میں حجت کرسکیں۔ اِن سے کہہ دو کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے ، جسے چاہتا ہے عطاکردیتا ہے اوراللہ بڑی وسعت اوربڑے علم والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت کے لیے خاص کرلیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اس رجحان کو روکنے کے لئے حکم نبوی تھا کہ جو دین بدلے اس کو قتل کر دو - یہود کے مطابق اسی حکم کی بنیاد پر عیسیٰ (علیہ السلام) کے قتل کا فتوی دیا گیا تھا کہ اس نے (نعوذ باللہ) ابن الله ہونے کا دعوی کیا ہے (جو اصلا یہود کا اتہام ہے) - توریت کی استثنا کے باب ۱۳ کی آیات ٦ تا ۱۰ ہے

استنسنا١٣٦

ارتاد پر مشرکین اور اہل کتاب کا قتل ہوا مثلا یمن میں جب معآذ بن جبل رضی الله عنہ پہنچے تو دیکھا ایسا ایک مقدمہ مرتد یہودی پر چل رہا ہے انہوں نے کہا میں گھوڑے سے نہ اتروں گا جب تک اس کا قتل نہ ہو

یہودی تعداد میں کم تھے لہذا ان میں قتل کی سزا عملا ختم ہو چکی تھی وہ توریت کی ان آیات پر عمل نہ کرنا چاہتے تھے اور قرآن نے سورہ المائدہ میں اہل کتاب کو کہا کہ جو الله کا حکم نافذ نہ کرے وہ کافر ہے وہ ظالم ہے وہ فاسق ہے

لہذا رجم ہو یا عہد شکنی ہو یا ارتاد ہو ان سب کا حکم توریت سے لیا گیا اور اسی کو اسلام میں جاری رکھا گیا – کیا یہ منبی بر انصاف تھا کہ ان سخت حدوں کو اہل کتاب پر تو لگایا جائے لیکن اہل اسلام کو بچا لیا جائے؟ سوچئے

و سلام علی من اتبع الھدی

حمورابی کوڈ اور توریت

کیا توریت کے احکام اصلا حمورابی کے احکام کا چربہ ہیں ؟ بعض لوگ کہتے ہیں موسی علیہ السلام ایک فرضی کردار ہے کیونکہ قدیم تاریخ میں ان کا ذکر نہیں اور آرکیالوجی سے بھی کچھ دریافت نہیں ہوا

جواب

حمورابی نے میسوپوٹمیا یا بابل پر ۱۷۹۲ سے ۱۷۵۰ تک ٤۲ سال حکومت کی یعنی عیسیٰ سے 18 صدیوں پہلے- حمورابی کے ۳۵۰ سال بعد پیدا ہونے والے بنی اسرائیلی نبی موسی علیہ السلام یہودی روایات کے مطابق ۱۳۹۳ ق م میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۳ ق م میں وفات پا گئے

حمورابی کوڈ ۳۰۰ قوانین پر مشتمل ایک تحریر ہے جو ستون پر درج ہے جس کے تین کو سوس ایران کے شہر سے فرانسیسی hamurabiCode مختلف ٹکڑے تھے ان محققین نے دریافت کیا – ستون پر حمورابی بابلی خدائے سما و ارض شمس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے اور احکام لے رہا ہے

حمورابی کا کوڈ بابلی عقیدے کے مطابق خدا شمس کا عطا کردہ ہے نہ کہ حمورابی کی ذاتی کاوش لہذا یہ بابل کا الہامیادب ہے - توریت کے احکام الله تعالی یا یہوی کے عطا کردہ ہیں - بعض احکام میں مماثلت ہے مثلا

توریت کے احکام	حمورابی کوڈ
خروج باب ۲۱ آیت ۱۰ ، لاوی باب ۲۰ آیت ۱٦	اور ١٤ زنا اور اغوا ١٢٩
لاوی باب ۲۱ آیات ۲۳ تا ۲۵	آنکھ کے بدلے آنکھ ١٩٦
خروج باب ۲۱ آیت ۱۸ تا ۱۹	۲۰٦

شروع میں کہا گیا کہ توریت حمورابی کے قوانین کا ایک چربہ ہے لیکن اب اس تھیوری کو رد کر دیا گیا ہے اس کی وجہ ہے تین چار کے علاوہ حمورابی کوڈ میں سخت سزایں توریت سے زیادہ ہیں مثلا   چوری کی سزا ۱۰ سے ۳۰ گنا مال واپس دینا بصورت دیگر قتل ہے- توریت میں ایسا نہیں ہے – اس میں سخت قوانین ہیں لیکن حمورابی کوڈ اس سے بھی سخت ہے

جو چیز ایک دور میں قبولیت عامہ اختیار کر لے اس کو معروف کہا جاتا ہے اور ابراہیمی ادیان میں اسی معروف پر بھی عمل ہوتا ہے اور یہی قانونی شکل لیتا ہے – حمورابی کوڈ یا توریت ایک ایسے دور میں ہیں جن میں معاشروں کی بقا کے لئے سخت قوانین کو اپنانا ضروری تھا اور یہی اس دور میں انسانی ذہن کے لئے قابل قبول تھا – ملحدین کہہ سکتے ہیں کہ موسی کو دشت میں بنی اسرائیل پر کنٹرول کے لئے سخت قوانین درکار تھے لیکن بابل کے کشادہ و فارغ البال ملک میں اس قسم کے سخت احکام کیوں لگائے گئے ؟ اس کے جواب میں یہی مضمر ہے کہ اس دور میں قبولیت عامہ اسی جیسے قواینن کو تھی لہذا چند قوانین میں مماثلت اصلا نقل یا سرقه نہیں

موسی علیہ السلام پر فراعنہ مصر کی تحریریں خاموش ہیں- نہ کتبوں پر کچھ ملا نہ تابوتوں پر نہ دیواروں پر نہ کھنڈرووں میں ان کے بارے میں کچھ ملا – ایسا کیوں ہوا ؟ اس کا جواب ہے کہ موسی ایک فرد ہیں اور فرعونوں کے خاندان سے نہیں – کیا فراعنہ مصر کے علاوہ کسی اور شخصیت کا ذکر ملا؟ نہیں ملا – کیونکہ بادشاہتوں میں رویل فیملی ہی کی اہمیت ہوتی ہے اور مخالفین کا ذکر نہیں ہوتا الا یہ کہ وہ کوئی مشہور بادشاہ ہو- موسی علیہ السلام ایک غریب و غلام قوم کے شخص تھے ان کا نام و نسب فرآعنہ مصر کیوں لکھواتے؟ کہا جاتا ہے یونانی مورخ ہیروڈوٹس

Herodotus

جو تاریخ مصر میں طاق تھے انہوں بھی موسی کا ذکر نہیں کیا- لیکن کیا ہیروڈوٹس جو ٤٨٤ ق م میں پیدا ہوئے کیا تمام مصر کی تاریخ لکھ گئے یا صرف اپنے زمانے کی ہی

لکھ پائے اور ان یونانی مورخین نے جو تاریخی غلطیاں کی ہیں ان کا ذکر ہم کیوں بھول جاتے ہیں ؟ ہیروڈوٹس کو جھوٹ کا باپ بھی کہا جاتا ہے – اس کے بقول ایران میں لومڑی کے سائز کی چونٹی ہوتی ہے جو سونا پھیلاتی ہیں جب زمین میں سوراخ کرتی ہیں تاریخ کتاب 3 اقتباس ۱۰۲ تا ۱۰۵ – اسی قسم کے قول کو مفسرین نے سورہ النمل میں سلیمان علیہ السلام سے کلام کرنے والی چیونٹی کی تفسیر کے لئے استمعال کیا (ابن کثیر تفسیر میں لکھتے ہیں أَوْرَدَ ابْنُ عَسَاكِرَ مِنْ طَرِيقِ إِسْحَاقَ بْنِ بِشْرٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ اسْمَ هَذِهِ النَّمْلَةِ حَرَسُ، وَأَنَّهَا مِنْ قَبِيلَةٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو الشَّيْصَانِ، وأنها كانت عرجاء، وكانت بقدر الذئب ابن عساکر نے اسحاق بن بشر عن سعید عن قتادہ عن حسن کی سند سے روایت کیا ہے کہ وہ چیونٹی لومڑی کے سائز کی تھی- یہ ابن کثیر کی غلطی ہے کیونکہ اس کی سند میں اسحاق بن بشر ہے جو قصہ گو ہے اور ضعیف ہے بلکہ محدثین کہتے ہیں موضوعآت بیان کرتا ہے)- بابل اور مصر کے حوالے سے موصوف نے کافی زمین و آسمان کے قلابے ملائے اور ارکیلوجی سے ثابت ہوا کہ یہ سب فرضی قصے تھے – لق و دق میسوپوٹمیا کے شہروں کو ٹروپیکل جزیروں کی شکل میں پیش کرنا انہی کا فن تھا – بحر الحال قصہ مختصر بندر کی بلا طویلے کے سر کا مقولہ مشہور ہے -

pyramids

آرکیالوجی سے ثابت ہو چکا ہے کہ مصر میں غلامی زوروں پر تھی اور تقریبا تمام دنیا میں ہی غلامی تھی – بعض عرب مفکروں مثلا دکتور ندیم عبد الشافی السیار نے یہ شوشہ چھوڑا کہ مصر میں بنی اسرائیل غلام نہیں تھے اور قدماء فراعنہ مصر موحد تھے – مصر پر تحقیق کرنے والے مغربی محققین کے خیال میں صرف ایک فرعون بنام اخناتوں

Akhenaten

میں اس عقیدے کا اثر تھا اس کی موت کے بعد اس کی تصویریں مقابر و مندروں میں توڑی گئیں اور اس کی توحید یہ تھی کہ صرف اتان دیوتا کی پوجا ہو – اس سے پہلے

اوربعد میں کسی فرعون کے لئے یہ عقیدہ نہیں ملتا- الغرض اگر کسی ممی کے سر کی ہڈی پردراڑ ہو تو محققین اس پر پوری قتل کی کہانی بنا دیتے ہیں اور یہ مصر پر تحقیق کا انداز ہے اس میں کوئی چیز حتمی نہیں ہے بلکہ تھیوری ہے – ایک نشان سے رائی کا پربت بنا دیا جاتا ہے- قدیم تاریخ لکھنے سے بھی پہلے کی باتیں ثابت نہ ہوں تو ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا – دوم جتنی بھی قدیم تاریخیں ہیں وہ سب بائبل سے لی گئی ہیں زمین کی عمر یہود کے مطابق ٦٠٠٠ سال کے قریب ہے لہذآ جو بھی واقعہ قدیم دور کا بتایا جاتا ہے وہ اسی مدت کے اندر کا ہی ہوتا ہے اس کی وجہ ہے کہ مغربی محققین چاہے ملحد ہوں یا لا دین یا بے دین یا عقیدہ رکھنے والے ان کے پاس قدیم تحریروں میں بائبل ہی ایک ذریعہ ہے جس سے یہ تمام تواریخ مقرر کی گئی ہیں- لہذا جملہ معترضہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ کیا انصاف ہے کہ بائبل کے نام نہاد مصنف موسی   کو فرضی کہا جائے اور ان کی کتاب سے قدیم تاریخ مقرر کی جاتی ہے-
قدیم مصر کی تواریخ

Manetho

سے منسوب ہے جو 3 قبل مسیح کا ایک مصری پروہیت تھا اور کہا جاتا ہے فراعنہ مصر کے دین پر تھا – اس دور میں آرکیالوجی نہیں تھی لیکن اس کی مقرر کردہ تاریخ میں کھینچ تان کر کے اس کو ایسے پیش کیا جاتا ہے جیسے یہ ایک مستند ذریعہ ہو- کہنے کا مقصد ہے جس چیز میں خود جھول ہو اس کی بنیاد پر الہامی کتب کو رد کرنا سفیہانہ عمل ہے

زبور

کیا داود علیہ السلام عبادت میں موسیقی کا استعمال کرتے تھے ؟

جواب

داود علیہ السلام موسیقی کا استعمال نہیں کرتے تھے جب وہ زبور کی قرات کرتے تو پرندے ان کی آواز میں آواز ملاتے اور پہاڑوں میں سے اس کو گونج اٹھتی تھی
اہل کتاب کی دو کتابیں ہیں
Book of Kings
aur
Book of Chronicles
ان دونوں میں اختلاف ہے ایک کے مطابق موسیقی ہیکل میں استعمال ہوتی تھی دوسری میں اس کا ذکر ہی نہیں لہذا عصر حاضر کے اہل کتاب علماء کی رائے میں یہ بات درست نہیں کہ موسیقی ہیکل میں استعمال ہوتی ہو گی
یہ تحقیق اس کتاب میں موجود ہے

https://www.amazon.com/Passion-Vitality-Foment-Dynamics-Judaism/dp/B007K54LHQ

موسیقی کا استعمال دوسرے ہیکل کے دور میں ہوا کیونکہ یہ فارس کا عمل تھا انہوں نے ہیکل واپس بنوایا اور اس میں موسیقی کو رواج دیا سند جواز کے لئے زبور میں موسیقی کا ذکر کیا گیا
عربوں کو بھی سازوں کا فارسیون سے علم ہوا

عبادت میں موسیقی کا استعمال نہیں ہوتا ہاں شادی بیاہ پر ہو سکتا ہے جیسا کہ روایات سے ہم کو معلوم ہے
و اللہ اعلم